جاء الحق و زھق الباطل

سہ ماہی

قندیل حق

انٹرنیشنل

شمارہ2

اپریل تاجون2018

Qandeel-e-Haq London

ALIBHATTI602@GMAIL.COM

0022792195432

مدیر:۔اے آر خان

لندن

معاونین:۔عاصی صحرائی،منور احمد کنڈے،اصغر علی بھٹی، جمیل احمد بٹ،نجم الثاقب کاشغری

ڈیزائنگ:۔ام ارمغان



وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد ﷺ دلبر میرا یہی ہے

فہرست مضامین

نعت محبوب خدا



ثاقب زیروی

سلام اُن پر درود اُن پر زباں پہ آیا ہے نام جن کا
مرے تخیل کی رفعتوں سے بلند تر ہے مقام جن کا

انہی کے فیض کرم سے علم و ادب کے چشمے اُبل رہے ہیں
مثال قرآن زبانِ عالم پہ آج تک ہے کلام جن کا

بروز محشر خدا کی رحمت انہی پہ سایہ کرے گی آکر
جنوں نے بڑھ کر لکھا دیا ہے ترے شہیدوں میں نام جن کا

انہی کی مستی ہے میکدوں میں انہی کا چرچا ہے میکشوں میں
بلا تامل رواں ہے اب تک تمام رندوں میں جام جن کا

ہمارے دل کا پوچھنا کیا انہی کا قائل انہی پہ مائل
بلند رُتبہ ہے بادشاہوں سے ایک ادنیٰ غلام جن کا

اُنہی کے قانون زندگی سے نظام ہیں زندگی کے قائم
نہیں ہے گرچہ جدید پھر بھی جدید تر ہے نظام جن کا

وہ نور دیکھو ظہور دیکھو، جمال دیکھو کمال دیکھو
وہی ہیں عقبہ میں محفل سنا تھا دنیا میں نام جن کا

انہی کے پیغام ضوفشاں سے چھٹیں گی تاریکیاں جہاں کی
عرب کے ظلمت کدوں میں پہلے کبھی تھا گونجا پیام جن کا

نہیں یہ جرأت تو اور کیا ہے میں ان کی تعریف کر رہا ہوں
خدا نے ذوق طلب میں ثاقبؔ کیا ہے خود احترام جن کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم　　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

تعزیت بر وفاتِ

مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم

ادارہ قندیل حق انٹر نیشنل لندن مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی المناک رحلت پر سب احباب خاندان سے تعزیت کرتا ہے۔ ہم سب اراکین ادارہ قندیل ادب انٹر نیشنل لندن اس موقع پر حضرت سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے، جملہ لواحقین سے، اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور اُن کی بے لوث خدمت دین پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ مرحوم بہت سی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ تعلیم الاسلام کالج میں تدریس کے دوران بھی اُن کا سلوک مثلِ شفقتِ پدرانہ تھا۔ بعد ازاں جو خدمات انہوں نے انجام دی ہیں وہ بھی حکمت و دانشمندی کی اک طویل داستان ہے۔ اطاعت، خدمت اور ہمدردی خلق کے روّیوں نے ان کی شخصیت کو بہت ہی ارفع اور اعلیٰ ثابت کیا۔ یقیناً وہ ایک حلیم و شفیق منتظم اور خادم سلسلہ تھے۔ المناک اور پیچیدہ صورتِ حال سے بر موقع اور بر وقت نبٹنا اُن ہی خاصہ تھا۔ ۲۰۱۰ء میں لاہور کے واقعہ پر اُن کی انتظامی صلاحیتیں، اُن کی حکمت عملی نکھر کر سامنے آئی۔ اُن کی ہمدردی اور دادرسی کی داستانیں زبان زدِ عام ہیں۔ اطاعت خلافت کے سمبل اور مطیع خادم سلسلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔ اور وارثان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔



والسلام

خاکسار

اے آر خان ایڈیٹر

قندیل حق انٹر نیشنل لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود

تعزیت بر وفات

مکرم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم

ادارہ قندیل حق انٹر نیشنل لندن مکرم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کی المناک رحلت پر سب احباب خاندان سے تعزیت کرتا ہے۔ ہم سب اراکین ادارہ قندیل حق انٹر نیشنل لندن اس موقع پر حضرت سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز سے ،جملہ لواحقین سے ،اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور اُن کی بے لوث خدمت دین پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ۔مرحوم بہت سی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جو خدمات انہوں نے انجام دی ہیں وہ بھی حکمت و دانشمندی کی اک طویل داستان ہے ۔اطاعت اور خدمت ، ہمدردی خلق کے روّیوں نے ان کی شخصیت کو بہت ہی ارفع اور اعلیٰ ثابت کیا۔یقیناً وہ ایک حلیم و شفیق منتظم اور خادم سلسلہ تھے ۔المناک اور پیچیدہ صورتِ حال سے بر موقع اور بروقت نبٹنا اُن ہی خاصہ تھا۔۲۰۱۰ء میں لاہور کے واقعہ پراُن کی انتظامی صلاحیتیں، اُن کی حکمت عملی نکھر کر سامنے آئی۔اُن کی ہمدردی اور دادرسی کی داستانیں زبان زدِ عام ہیں۔اطاعت خلافت کے سمبل اور مطیع خادم سلسلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین۔ہماری دعاہے کہ خدا تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔اور وارثان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

اے آر خان ایڈیٹر

قندیل حق انٹر نیشنل لندن

شمائل النبی ﷺ

عاصی صحرائی



اہل دنیا کو نہ جانے کیا اچھا لگا
اہل دل کو بس محمد مصطفیٰ ﷺ اچھا لگا

ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ کا وجود باجود ایسا شجرہ طیبہ ہے جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اور جڑیں فطرت انسانی کی پاتال میں پیوست ہیں۔ ایک ایسا سدا بہار درخت ہے۔ جو ہر موسم ہر زمانہ میں اپنے رَب کے اذن سے پھل دیتا ہے۔ آپ کی سیرت ایسا شجر مبارکہ ہے کہ جو شرقی ہے نہ غربی بلکہ کل عالم اس کے فیض سے معطر ہوتا ہے۔ ایک ایسی بارش ہے کہ جو ہر خشکی اور تری پر اُترتی اور نہال کرتی ہے۔ ایک ایسا نور ہے جو ہر تاریکی کو اُجالے میں بدل دیتا ہے۔ ایک فرقان ہے جو حق و باطل میں فرق کر دیتا ہے۔ الغرض ایک ایسا لال بے بہا ہے جس کے اوصاف لکھنے کے لئے سات سمندر سیاہی اور تمام درخت قلمیں بن جائیں تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوتا فطرت انسانی میں کتنا تنوع ہے۔ اس کی ضرورتیں ان گنت اور مسائل بے شمار ہیں۔ ملک ملک، قوم قوم قبیلہ قبیلہ، فرد فرد ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ذاتی اور اجتماعی اور پھر بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے کامل رہبر کا متلاشی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کی ہستی وہ کامل ہستی ہے جو کسی کو مایوس نہیں کرتی۔ ہر ضرورت مند کا ہاتھ پکڑتی اور اسے روشنی دکھاتی ہے۔ زمین سے زمین اور پھر آسمان تک راستوں کے مسافر کو ہر قدم پر زادِ راہ مہیا کرتی ہے مبارک وہ جو اس چاند سورج کو اپنے سینے میں اتار لے۔ اور دل میں بسا لے۔ حضرت محمد ﷺ کی پاک سیرت کا چمن ہزاروں شاخوں اور لاکھوں پھولوں سے سجا ہوا ہے۔ یہ دلکش مناظر ان پاک وجودوں نے بیان کئے ہیں۔ جنہوں نے اس صاحب جلال و جمال کو اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے دیکھا۔ جنہوں نے اس چشمہ رواں سے جام بھر بھر پیئے۔ اور اس حسن واحسان کی تابناکی سے خود بھی روشن ہو کر ستارے بن گئے۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت نوروں کا مجموعہ ہے۔ جس سے رنگارنگ کی شعائیں پھوٹتی ہیں اور سیرت کے ہر واقعہ سے متعدد اخلاق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رحمت عالم کی سچی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کی پیروی سے خدا تعالیٰ ملتا ہے۔ اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

سیرت نبوی کا جامع نقشہ حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی سنت کے بارہ میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: معرفت میرا سرمایہ ہے۔ اور عقل میرے دین کی بنیاد اور محبت میری اساس اور شوق میری سواری اور ذکر الہیٰ میرا مونس، وثوق میرا خزانہ، غم میرا رفیق، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری غنیمت، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، صدق میرا شفیع، اطاعت الہیٰ میرا حسب، جہاد میرا خلق، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ ذکر الہیٰ میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے اور میرا شوق اپنے رب عزو جل کی طرف ہے۔ (الشفاء عیاض بن موسیٰ صفحہ ۸۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خراج عقیدت آنحضرت ﷺ کا اخلاقی اعجاز۔ " اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے کہ جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق کا ہی دیا گیا جیسے فرمایا۔ اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم۔ یوں تو آنحضرت ﷺ کے ہر قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں مگر آپ کے اخلاق اعجاز کا نمبر ان سب سے اوّل ہے۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکتی ہے۔ (ملفوظات جلد اول ص ۸۹)

اخلاق الٰہیہ کا کامل نمونہ۔ "آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک عظیم الشان زندگی ہے۔ آپ آنحضرت ﷺ پنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے۔ غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بے جا غصہ اور عداوت نہ ہو صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تخلّقوا بِاخلاقِ اللہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں"۔ (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲)

اے پاک اخلاق والے۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ جو خدائے مھیمن کا نور اور تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ اے پاک اخلاق اور پاک ناموں والے کیا آپ ہمیں اپنی نعمتوں سے محروم رکھیں گے۔ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۶۸۔۲۸۰)

حسن مجسم اور ظاہری حسن کا بے مثال نمونہ۔ حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے آنحضرت ﷺ کا حلیہ پوچھا کیونکہ

وہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کرنے میں بہت ماہر تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے پاس آنحضرت ﷺ کے متعلق ایسی باتیں بیان کریں جنہیں میں پلے باندھ لوں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے حضور ﷺ کا حلیہ مجھ سے کچھ یوں بیان فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں ﷺ اور سینہ میں ایسی کشش تھی اور ایسا حسن تھا کہ جو دیکھنے والوں کو مرعوب کرلیتا تھا۔ آپؐ کا چہرہ مبارک بھرا ہوا تھا۔ شرافت اور عظمت کے آثار اس پر نمایاں تھے۔ اور رعب و وجاہت اس سے ٹپکی پڑتی تھی۔ وہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور حسن اس میں موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ آپ نہ تو کوتاہ قد تھے اور نہ حد سے زیادہ لمبے بلکہ آپ کا قد بہت مناسب اور درمیانہ تھا۔ سر بڑا تھا اور بال گھنے تھے۔ جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ لیکن اس سے نیچے نہیں گرتے تھے۔ ان میں قدرتی طور پر ایسا سنوار پایا جاتا تھا۔ کہ وہ کبھی بھی بکھرتے یا پراگندہ نہیں ہوتے تھے۔ اور انہیں کنگھی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ بعض اوقات آپؐ کے بالوں میں خودبخود مانگ پڑ جاتی تھی۔ جو نمایاں ہوتی تھی۔ ورنہ حضورؐ خود عام طور پر مانگ نہیں نکالتے تھے۔ آپ کا رنگ سفید اور کھلتا ہوا تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ اَبرو باریک لیکن بھرے ہوئے لمبی ہلالی تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔ غصہ کی حالت میں اَبروؤں کے اس درمیانی فاصلہ میں ماتھے پر ایک رگ ابھر کر نمایاں ہو جاتی تھی۔ ناک پتلی اور کھڑی ہوئی تھی۔ جو سرسری نظر دیکھنے والوں کو اصل سے زیادہ اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس پر نور چھلکتا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ رخسار نرم اور ملائم تھے۔ دہانہ کشادہ تھا۔ دانت خوب چمکتے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ بلکہ ان میں ایک قدرتی فاصلہ تھا۔ جو بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کی لمبی گردن بس اُس کا حسن نہ پوچھو اُسے تو خدا نے اپنے ہاتھ سے گھڑا تھا اور وہ چاند کی طرح چمکتی تھی۔ جسم کی عمومی بناوٹ بہت موزوں تھی۔ وہ بھرا اُبھرا لیکن بہت متناسب تھا۔ پیٹ کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اور سینہ پیٹ کے ساتھ ہموار تھا۔ آپ کا سینہ چوڑا اور فراخ تھا۔ آپؐ کے جوڑ مضبوط بھرے ہوئے اور نمایاں تھے۔ جلد چمکتی ہوئی نرم اور ملائم تھی چھاتی اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔ ہاں بالوں کی ایک باریک دھاری سینے کے نیچے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ سینہ کے اُوپر کے حصہ اور کاندھوں پر اسی طرح کلائی سے کہنیوں تک ہاتھوں پر خوب بال تھے۔ ہاتھ (یعنی کلائی سے کہنیوں تک بازؤں کے حصے) لمبے تھے۔ دست چوڑے تھے اُنگلیاں لمبی تھیں۔ ہاتھ اور پاؤں نرم اور گوشت سے خوب بھرے ہوئے تھے۔ تلوے زمین کے ساتھ ہموار نہیں تھے۔ بلکہ درمیان سے ان میں خم تھا۔ پیر ایسے چکنے اور ملائم تھے کہ جب ان پہ پانی پڑتا تھا تو ٹھہرتا نہیں تھا فوری بہہ جاتا تھا۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان پر سے اُتر رہے ہوں۔ لیکن بڑی ہی پُر وقار اور باوجود تیزی کے قدم زمین پر ٹھہراؤ سے پڑتا تھا۔ چہرہ اُٹھا کر نہیں چلتے تھے، اکڑ کر اور گھسٹتے نہیں تھے قدم اُٹھا کر چلتے تھے۔ جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تھے تو پورا رُخ پھیرتے تھے۔۔ نظر ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر نظر زیادہ پڑتی تھی۔ عادتاً نیم وا نظروں سے نگاہ ڈالتے اور جب صحابہؓ کے ساتھ چل رہے ہوں تو ہمیشہ انہیں اپنے سے آگے رکھتے تھے جب کسی سے آمنا سامنا ہوتا تو ہمیشہ آپ ہی سلام میں پہل کیا کرتے تھے. دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت اور سیاہ تھیں سُرمہ نہ بھی لگائے ہوئے ہوں تو لگتا یہی تھا کہ سرمہ آنکھوں میں پڑا ہوا ہے آنکھوں کی سفیدی میں ہلکی سی سرخی بھی جھلکتی تھی۔ چہرہ مبارک پر ہمیشہ بشاشت ہوتی تھی۔ اور مسکراہٹ بکھری رہتی تھی۔ فر فر کر کے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ گفتگو میں سمجھانے کا انداز نمایاں ہوتا تھا۔ اور بات کو اکثر دُہرایا کرتے تھے۔ تاکہ دوسرے کے ذہن نشین ہو جائے۔ کوہِ وقار تھے۔ کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا ناممکن تھا جو دوسروں میں کراہت پیدا کرے۔ ہر ادا دل کو موہ لینے والی تھی۔ ہر انداز میں حسن ٹپکتا تھا۔ آپ نہایت پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس میں حسن نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو چہرہ حسین تھا۔ جسم مرقع حسن تھا۔ انداز بیاں سحر کُن تھا۔ نگاہ مبارک اُٹھتی تھی تو فضا میں حسن بکھر جاتا تھا۔ اُٹھنا بیٹھنا سونا، آپ کی مجلس آپ کی خلوت سب کچھ ہی تو حسن میں ڈوبا ہوا تھا یہ تو ایسی داستان ہے جس کا بیان ختم نہیں ہو سکتا۔

چاند سے زیادہ حسین۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں کہ ہم باہر کھلے میدان میں بیٹھے تھے حضورؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اور ایک سُرخ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چاندنی رات تھی۔ چودھویں کا چاند تھا۔ خوب روشن ، بڑا حسین، لیکن میری نگاہ بار بار حضورؐ کے چہرہ کی طرف اُٹھتی تھی۔ حضورؐ آج بہت ہی پیارے لگ رہے تھے۔ حضورؐ کا حسن تو ہمیں ہمیشہ ہی گھائل کئے رکھتا تھا۔ لیکن آج تو یہ کچھ اور ہی رنگ دکھا رہا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ اس چہرہ سے زیادہ کوئی اور چیز حسین ہو سکتی ہے۔ پھر میری نگاہ چاند پر پڑی پھر میں نے حضورؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا پھر چاند کو دوبارہ دیکھا پھر حضورؐ کے رُخ مبارک پر نگاہ گڑھ گئی۔ اُف! آپ کتنے حسین لگ رہے تھے۔ میں نے کہا نہیں اے چاند تیرا حسن اس حسن کے آگے ماند پڑ گیا ہے۔ (شمائل ترمذی باب خلق رسول اللہ)

حدیث رسول ﷺ کا جواب بے ہودگی سے



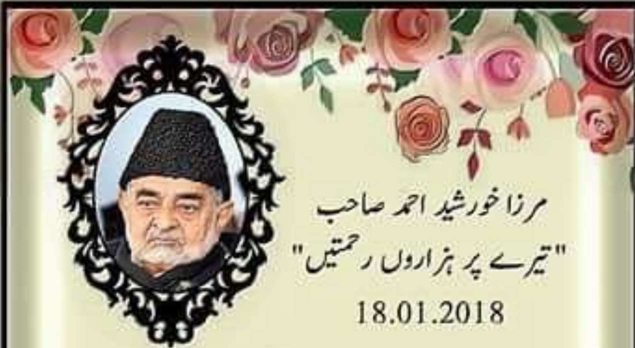
اصغر علی بھٹی نائیجر

ایک سر تا پیر بے حقیقت کہانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن واحادیث سے وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو واضح کرنے کے بعد ایک آسان سی بات علمائے دہر کے سامنے رکھی اور وہ یہ کہ آپ لوگ کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور قرب قیامت میں زندہ آسمان سے واپس تشریف لائیں گے یہ کس حدیث میں ہے۔ لاو وہ حدیث پیش کر و اور 20،000 ہزار انعام لے لو۔ آپ کے فرمان مبارک ہے ”کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں...اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور اپنی تمام کتابوں کا جلاس کے علاوہ ہو گا“۔(کتاب البریہ ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 225-226 حاشیہ)

آسمان والی حدیث تو موجود نہیں البتہ ایک بے ہودگی پیش خدمت ہے۔انور شاہ کشمیری صاحب کا جواب:۔

مشہور دیوبندی مولوی محمد عبد الرحمٰن مظاہری صاحب اپنے استاد مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے کسی نامعلوم احمدی سے مناظرے کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”...(گالیوں کے بعد)مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ عقیدہ تھا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر وفات پائے ہیں آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔اس قادیانی مناظرنے یہی دعویٰ دہرا دیا۔علامہ انور شاہ کشمیری نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ حالت میں جسم وروح کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ آج بھی دنیاوی زندگی کے ساتھ آسمان پر باحیات ہیں۔اس جواب پر قادیانی مناظر نے علامہ سے سوال کیا جب وہ زندہ حالت میں دنیاوی جسم وروح کے ساتھ موجود ہیں تو ان کے دنیاوی جسم کے لئے دنیاوی غذا و پانی کی ضرورت ہو گی؟ آسمانی غذا کافی نہیں۔علامہ انور شاہ صاحب نے جواب دیا بے شک انہیں دنیاوی غذا پانی کی ہی ضرورت ہے اور وہ ہر روز صبح وشام اللہ کے فرشتے انہیں زمین سے فراہم کرتے ہیں۔قادیانی مناظر نے پھر وہی سوال کیا جب وہ دنیاوی غذا و پانی استعمال کرتے ہیں تو انھیں پیشاب وپاخانہ کی بھی ضرورت پیش آتی ہو گی۔علامہ نے جواب دیا بے شک۔انہیں دنیاوی غذا کے تقاضے ضرور پیدا ہوتے ہوں گے۔قادیانی مناظر نے پھر سوال کیا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا پیشاب پاخانہ جنت جیسی مقدس سرزمین پر کیسے گر سکتا ہے؟ جبکہ جنت نجاست سے پاک ہے۔آخر وہ نجاست کہاں جاتی ہے؟اس موقعہ پر علامہ انور شاہ کی ایمانی حرارت ابل پڑی برجستہ اپنا پستول قادیانی مناظر کے ہاتھ میں تھما دیا اور بلند آواز سے کہا...فیصلہ آج ہو گیا ہے... یہ گفتگو شہر قادیان (لاہور) ہی میں ہو رہی تھی چلو مرزا قادیانی کی قبر کھولو۔سیدنا عیسیٰ کا پیشاب وہیں گر رہا ہے...لا الہ الا اللہ۔ جلسہ میں شور وپکار، قیامت خیز ہیجان پیدا ہو گیا۔سارا مجمع غلام احمد قادیانی کی قبر کی طرف دوڑ پڑا۔قادیانی مناظر اور اس کے چیلے چانٹے ایسے غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سینگ۔“(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان حیات اور علمی کارنامے مصنفہ مولانا محمد عبد الرحمن مظاہری صفحہ 42،43 ناشر ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی نمبر 6) قادیان (لاہور) یہ کون سا شہر ہے؟ قادیان اور لاہور کا فاصلہ کتنے کلو میٹر ہے؟ مناظر کون تھا؟ کس تاریخ کو یہ مناظرہ ہوا؟ کس نے کروایا؟ کس کتاب میں آیا؟ کوئی ذکر کوئی حوالہ اور دیگر تمام سوالات چھوڑ بھی دیئے جائیں تو بھی یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ حدیث کا جواب بے ہودگی۔ آخر کیوں؟ دیوبندی حضرات مولوی انور شاہ کشمیری صاحب کو محدث العصر، شیخ الحدیث ،فقیہ الزمان اور دیگر بہت سے القابات سے یاد کرتے ہیں اگر ان کا اس سوال پر یہ حال ہے تو باقی مولویوں کا کیا حال ہو گا؟ جماعت احمدیہ کا سوال بہت سادہ اور بنیادی تھا مگر میں حیران رہ گیا کہ اس سادہ اور بنیادی سوال کا جواب بھی آج تک کوئی عالم دین پیش نہیں کر سکا اور اس چیلنج کو قبول کر کے قرآن اور حدیث میں آسمان کا لفظ نہیں دکھا سکا اور یہی بات ہم احمدیوں کے ایمان کو اور مضبوط کرتی ہے۔



وفا، کامل اطاعت سے ہے کی تُونے خلافت کی۔
بے پائی آخری دم تک رضا تُونے خلافت کی۔
خدا نے فضل اپنے سے عطا کیں خوبیاں جتنی۔
تیرا ایمان تھا یہ سب فقط برکت خلافت کی۔
تیری سوچوں کے دھارے اس نتیجہ پر پہنچتے تھے۔
کرشمے تیرے علموں کے فقط نعمت خلافت کی۔

سکھایا تو نے اے استاد، ہم کو عمل اپنے سے۔
کہ افضل نعمتِ دنیا ہے اب نعمت خلافت کی۔
بہت کچھ ہم نے سیکھا تجھ سے اے استاد، کالج میں۔
سلیقہ کامرانی کا اطاعت ہے خلافت کی۔
تیرے درسِ وف کو تا عمر رکھیں گے سینے میں۔
بقائے آدم خاکی، غلامی ہے خلافت کی۔

تیرے شاگرد پھیلے ہیں کناروں تک زمیں کے آج۔
اٹھاتے ہر قدم وہ ہیں اطاعت میں خلافت کی۔
امارت اُن دنوں تیری جو ہر سُو خوں برستا تھا۔
دلاسہ ہر دُکھی دل کو کہ مرہم ہے خلافت کی۔
غرض میں کیا لکھوں منیر اپنے اس پیارے پر۔
ہزاروں رحمتیں تجھ پر، دعا پہنچے خلافت کی۔
(منیر باجوہ آپکا ادنیٰ شاگرد)

18 سر خضر حیات وزارت کے استعفیٰ میں جماعت کا کردار







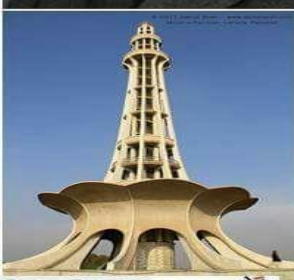


مسلم لیگ کی کامیابی کے بعد پاکستان بننے میں سب سے بڑی روک خضر حیات کی پنجاب یونینسٹ پارٹی کی حکومت تھی جسکے اکثر ممبر ہندو اور سکھ تھے ظاہر ہے وہ پاکستان کا ساتھ نہ دیتے۔ اور پنجاب کے بغیر پاکستان نہ بنتا۔ چنانچہ مسلم لیگ نے ایک وفد سر خضر حیات کے پاس بھیج کر کوشش کی کہ وہ حکومت سے دستبردار ہو جائیں مگر کامیابی نہ ہوئی پھر مسلم لیگ نے تحریک عدم تعاون چلائی مگر کامیابی نہ ہوئی اس آڑے وقت میں ایک بار پھر امام جماعت احمدیہ کے ایماء پر سر ظفر اللہ خانصاحب نے موثر کوشش کی اور خضر حیات کو منانے میں کامیاب ہوگئے۔ امام جماعت احمدیہ نے 2 مارچ کو قائداعظم کو تار بھیجا کہ آج آپ ایک خوشخبری سنیں گے چنانچہ اسی شام خضر حیات نے استعفیٰ پیش کیا۔ اخبار ٹریبون نے 5 مارچ کو لکھا "معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خانصاحب نے یہ فیصلہ سر ظفر اللہ خان کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے" جب مولانا درد صاحب قائد سے ملے تو انہوں نے بہت شکریہ ادا کیا کہ جماعت ہمیشہ اڑے وقت کام آتی ہے فرمایا I can never forget it

(قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ:50)







13 قرارداد لاہور اور سر ظفر اللہ خان

قائداعظم کو مسلم لیگ سنبھالے تھوڑا وقت ہوا تھا کہ گورنمنٹ نے 1937 میں عام انتخابات کروادئے اس میں کانگریس کے بالمقابل مسلم لیگ کامیاب نہ ہو سکی کانگریس نے طاقت کے نشہ میں ایسے اقدام کئے جو مسلمانوں کے لئے مایوس کن تھے مثلاً ہندی کو قومی زبان قرار دیا گاؤ کشی پر پابندی اور ترنگے کو قومی پرچم قرار دیا۔ اس سے مسلم عمائدین کی آنکھیں کھل گئیں کہ مسلم اور ہندو دو جدا قومیں ہیں جن کا الحاق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ 23 مارچ 1940 کو منٹو پارک لاہور میں تین روزہ مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں قرارداد لاہور پیش کی گئی کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں آزاد مملکت قائم کی جائیں۔ اگلے سال مسلم لیگ کے آئین میں اسے شامل کر لیا گیا جو بعد میں تحریک پاکستان کی بنیاد بنی۔ اس قرارداد کا مسودہ سر ظفر اللہ خان صاحب نے تیار کیا NUST یونیورسٹی کے لیکچرار جناب حسین احمد لکھتے ہیں "(ترجمہ) یہ سر ظفر اللہ خان ہی تھے جنہوں نے قرارداد لاہور کا بھی مسودہ تیار کیا تھا جس میں پہلی بار پاکستان کا تصور پیش کیا گیا۔ لیکن انکے کردار کو سالہا سال تک صیغہ راز میں رکھا گیا یہاں تک کہ حال ہی میں لارڈ لنلتھگو کی تحریر کردہ دستاویزات اور خطوط نے سر ظفر اللہ خان کے کردار کی مرکزی حیثیت کو منکشف کر دیا ہے" (ڈیلی ٹائمز 22 دسمبر 2012)

مسجد فضل لندن کی تعمیر خلافت احمدیہ کی برکات کا ایک شیریں ثمر

اے آر خان

پس منظر:۔

حضرت حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے جب انگلستان میں اسلام اوراحمدیت کی تبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے مبلغین بھیجنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت مولوی محمد الدین صاحبؓ بی اے اور حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ نے سب سے پہلے اپنے نام پیش کئے۔ جن میں سے حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔اس طرح حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ 25/جولائی 1913ء میں انگلستان تشریف لائے۔چند دن قیام کے بعد آپ 11/اگست 1913ء کو ووکنگ میں خواجہ کمال الدین صاحب کے پاس پہنچے۔چونکہ خواجہ کمال الدین صاحب کھلے عام احمدیت اوراسلام کی تبلیغ کے حق میں نہ تھے۔لہٰذا حضرت چوہدری صاحب اکیلے ہی لنڈن کے مختلف مقامات پر جاکر تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔مارچ 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوئے تو خواجہ کمال الدین صاحب نے خلیفۂ وقت کی بیعت سے انکار کر دیا۔تب حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب، مئی 1914ء میں ووکنگ سے لنڈن تشریف لے آئے۔اور یہاں آکر آپ نے اسلام اوراحمدیت کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی تبلیغ سے 12 نو مسلم انگریزوں نے اسلام اوراحمدیت قبول کی۔ 1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت قاضی عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی کو بھی تبلیغ کے فریضہ کے لئے روانہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کے چار ماہ بعد حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب واپس ہندوستان تشریف لے گئے۔اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے اپریل 1917ء سے جنوری 1920ء تک انگلستان میں قیام فرمایا اس کے بعد آپ کو امریکہ جانے کا حکم صادر ہوُا۔اگست 1919ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دوبارہ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو مولوی عبد الرحیم نیّر صاحبؓ کے ساتھ انگلستان بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ اور مولوی عبد الرحیم نیّر صاحب کو لنڈن میں بیت الذکر کی تعمیر کیلئے جگہ تلاش کر کے خریدنے کی تلقین فرمائی۔اس کے لئے باقاعدہ چندہ کی وصولی کی تحریک بھی شروع کر دی گئی۔لہٰذا حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ نے بہت کوشش اور تگ ودو کے بعد پٹنی میں ایک قطعہ بمع مکان کے 1632,223 کے عوض ایک یہودی سے 1920 میں خریدا۔ جس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں دے دی گئی۔چنانچہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس غرض کے لئے قادیان میں شوریٰ بلائی جہاں پر پاس کیا گیا کہ خلیفۃ المسیح بنفس نفیس جاکر بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھیں۔اس غرض کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ ان مندرجہ ذیل احباب کو افتتاح کے موقع پر حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ،ذوالفقار علی خان صاحبؓ،حافظ روشن علی صاحبؓ،مولوی عبد الرحمن مصری صاحبؓ،مولوی عبد الرحیم درد صاحبؓ،ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ،بھائی شیخ عبد الرحمن قادیانی صاحبؓ ،چوہدری علی محمد صاحبؓ، میاں رحم دین صاحبؓ باورچی۔ان کے علاوہ صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحبؓ،چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ اور چوہدری محمد شریف صاحبؓ وکیل نے اپنے طور پر اس قافلہ میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔لطف کی بات ہے کہ جن احباب کو حضورانور نے اپنے ساتھ لے جانے کا حکم فرمایا ان کیلئے باقاعدہ سبز پگڑیاں،کالے کوٹ اور پاجامے بھی مہیا کئے گئے تاکہ مسجد کی بنیاد رکھتے وقت اپنا قومی لباس پہن کر حصہ لیں۔ حضور بمع قافلہ مصر سے ہوتے ہوئے اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے راستہ انگلستان میں 22/ اگست 1924ء کو پہنچے۔اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ایک رویاء میں دیکھا تھا کہ آپؓ سمندر کے کنارے ایک مقام پر اُترے ہیں ایک لکڑی کے تخت پر پاؤں رکھ کر ایک کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر دوڑا رہے ہیں۔ کہ آواز آئی ہے " ولیم دی کنکرر" اسی طرح حضورؓ کی روحانی فتح اس دورہ انگلستان کے ساتھ مقدر تھی۔جو اس بیت الذکر کی بنیاد کی صورت میں ظہور میں آئی۔ بیت الذکر کی بنیادی اینٹ رکھنے سے قبل جب انگلستان میں اس پہلی بیت الذکر کے لئے جماعت سے چندہ وصول کرنے کی تحریک شروع ہوئی تو جس جوش وخروش اور جذبہ واخلاص سے احمدی مرد، عورتوں،

بچے اور بچیوں نے چندہ جات دینے کے وعدہ جات کے ساتھ ادائیگی شروع کی اس کے بارہ میں حضورؓ نے ایک خطبہ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ”:اس غریب جماعت سے اس قدر چندہ کی وصولی تائید الہٰی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس چندہ کے ساتھ شامل ہے۔ ان دنوں میں قادیان کے لوگوں کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا اس کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ مرد، عورت اور بچے سب ایک خاص نشہ محبت میں چُور نظر آتے تھے۔ کئی عورتوں نے اپنے زیور اُتار دیئے۔ اور بہتوں نے ایک دفعہ چندہ دیکر پھر دوبارہ جوش آنے پر اپنے بچوں کی طرف سے چندہ دینا شروع کیا۔ پھر بھی جوش کو دبتا نہ دیکھ کر اپنے وفات یافتہ رشتہ داروں کے نام سے چندہ دیا۔۔۔ کیونکہ جوش کا یہ حال تھا کہ ایک بچہؓ نے جو ایک غریب اور محنتی آدمی کا بیٹا ہے۔ مجھے ساڑھے تیرہ روپے بھیجے کہ مجھے جو پیسے خرچ کے لئے ملتے تھے ان کو میں جمع کرتا رہتا تھا۔ وہ سب کے سب اس چندہ کے لئے دیتا ہوں۔ نہ معلوم کن اُمنگوں کے ماتحت اس بچہ نے وہ پیسے جمع کئے ہونگے۔ لیکن اس کے مذہبی جوش نے خدا کی راہ میں ان پیسوں کے ساتھ ان اُمنگوں کو بھی قربان کر دیا۔ مدرسہ احمدیہ کے غریب طالب علموں نے جو ایک سو سے بھی کم ہیں اور اکثر ان میں سے وظیفہ خوار ہیں۔ ساڑھے تین سو پچاس روپیہ لکھوایا۔ ان کی مالی حالت کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کئی ماہ کے لئے اپنی اشد ضروریات کے پورا کرنے سے محرومی اختیار کر لی........۔ بڑی تعداد ایسے آدمیوں کی تھی جنہوں نے اپنی ماہوار آمدنیوں سے زیادہ چندہ لکھوایا۔ جن میں سے ایک معقول تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے تین تین چار چار گنا چندہ لکھوایا........ ایک صاحب نے جو بوجہ غربت زیادہ رقم چندہ میں داخل نہیں کر سکتے تھے۔ نہایت حسرت سے مجھے لکھا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں میری دکان کو نیلام کر کے چندہ میں دیدیا جائے۔...... لوگوں نے بجائے آہستہ آہستہ ادا کرنے کے زیورات وغیرہ فروخت کر کے اپنے وعدے ادا کر دیئے۔“(” مسجد کی تحریک“ 7 تا 11 جنوری 1920ء بحوالہ تاریخ مسجد فضل مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دسمبر 1927ء)

بیت الفضل کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب:۔

19 ”راکتوبر 1924ء تک مسجد فضل لندن کیلئے ایک لاکھ روپیہ مختلف صورتوں سے اکٹھا کیا گیا جس کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بیت الذکر کی بنیادی اینٹ رکھنے کیلئے ساؤتھ فیلڈ میں تشریف لائے تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی جبکہ موسم والوں کی پیشگوئی تھی کہ دھوپ نکلے گی۔ اس بارہ میں حضورؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بارش اس لئے ہو رہی ہے کہ جن لوگوں میں اخلاص ہو گا وہی تشریف لائیں گے۔ مہمانوں کی سہولت کیلئے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس مبارک تقریب کے انتظامات اور مہمانوں کو بروقت اطلاع دینے میں بھی تاخیر ہو گئی مگر اس کے برعکس مہمانوں کی تعداد اُمید سے بڑھ کر رہی۔ مہمانوں میں مختلف حکومتوں کے نمائندے اور سفیر تھے۔ جن میں انگریز، جاپانی، جرمن، سربین، ایتھوپین مصری، اٹالین، امریکن، انڈینز اور افریقن شامل تھے۔ نیز تمام مذاہب کے لوگ بھی شامل تھے۔ انگلستان کے پرائم منسٹر ریمزے میکڈونلڈ جو خود تو نہیں آسکے مگر انہوں نے اپنے پیغام میں اس مبارک تقریب میں وقت پر شامل نہ ہو سکنے کی معذرت کی۔

ابتدائی کاروائی:۔'

'حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز(رضی اللہ تعالیٰ۔ ناقل) تین بجے خیمہ میں داخل ہوئے اور نیرؓ صاحب نے اعلان کیا جس سے تمام مہمان تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور حضور نے پھر تمام مہمانوں سے مصافحہ فرمایا۔ پھر مولانا عبد الرحیم درد صاحب جو کہ اس وقت کے امام مسجد فضل لندن تھے نے تمام حاضرین کا خیر مقدم کیا اور اعلان کیا کہ تمام حاضرین 3.35 بجے مسجد فضل کے سنگ بنیاد رکھنے کے مقام پر پہنچ جائیں۔ حضرت مصلح موعود(ؓ ناقل) نے محراب کی جگہ پر بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھنے سے قبل حافظ روشن علی صاحب کو تلاوت قرآن کریم پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ اس طرح حافظ صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت میں والیل اذیغشیٰ۔ اور سبح اسم ربکّ الاعلیٰ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضور انور نے انگلش میں ایڈریس پڑھا“ ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس ایمان افروز تقریر اور اس تقریب کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں۔۔۔ حضرت نے جس وقت اس تقریر کو شروع کیا تو مجمع کی عجیب حالت تھی اور جماعت کے لوگوں

پر ایک کیفیت طاری تھی وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ جو وادی غیر ذی زرع میں تھی۔ اور جس میں کوئی خدا کا نام لینے والا نہ تھا۔ جو اگرچہ غیر ذی زرع تو نہیں مگر اپنی مادہ ترقی میں مست اور مگن ہونے کی وجہ سے روحانی طور پر غیر ذی زرع ہے۔ غرض ایک کیفیت ذوق کے ساتھ اخلاق اور تقویٰ کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد حضرت نے رکھی۔"(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء صفحہ نمبر 31)

بیت الذکر کی تعمیر:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہندوستان واپس تشریف لے جانے کے بعد 29/ستمبر 1923ء بوقت پانچ بجے دن مسجد فضل کی بنیادوں کی کھدائی شروع ہوئی۔ اس وقت اخبارات کے نمائندے بھی حاضر تھے انہوں نے اس موقع پر شمولیت پر خوشی کا اظہار کیا اور فوٹوز بھی لئے۔ چونکہ اس وقت کے امام بیت الذکر حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ تھے، ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے زیر نگرانی مسجد فضل کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس کا ٹھیکہ مسٹر زرونی اینڈ سنز کو دیا گیا۔ اس موقع پر جن خوش نصیب احباب نے حصہ لیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔ مکرم شیخ یعقوب علی عرفانیؓ، مکرم سید وزارت حسین صاحب، مکرم شیخ ظفر حق خان صاحب، مکرم ملک محمد اسماعیل صاحب، مکرم خان عبدالرحیم خان خالد صاحب، مکرم جبریل مارٹن صاحب، مکرم شرف الدین صاحب، مکرم عزیز الدین صاحب، محترمہ امتہ السلام صاحبہ، مسٹر ہنری ہنٹن صاحب، مکرم عبدالعزیز صاحب سپر عبداللہ مالک ہوٹل لندن، مکرم مسٹر کندن لعل صاحب، مکرم ملک غلام فرید صاحب اور حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ۔ (بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء)

بیت الذکر لندن کی تعمیر کا سلسلہ 1926ء تک جاری رہا۔ بیت الذکر کی تعمیر اور اختتام کے بارہ میں کئی اور اخبارات کے علاوہ ٹائمز آف لنڈن کی اشاعت میں یوں بیان کیا گیا:" لنڈن کی اس پہلی بیت الذکر کی تعمیر کیلئے بنیادیں کھودی جانے کا کام شروع کیا گیا جو احمدی مسلمان ساؤتھ فیلڈ میں تعمیر کرنے لگے ہیں۔ یہ ایک مکان کے ملحقہ باغیچہ میں بنی تجویز ہوئی ہے۔ جو کہ عرصہ سے احمدیوں کے قبضہ وملکیت میں ہے۔ اور جہاں وہ مدت سے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ اس بیت الذکر کا سنگ بنیاد پچھلے موسم خزاں میں ہز ہائی نس دی حضرت خلیفۃ المسیح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔ مولانا اے آر درد (مولانا عبدالرحیم درد صاحب) کی قیادت میں جو کہ احمدیہ مشن کے انچارج ہیں۔ ہندوستانی احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت اکٹھی ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے عربی زبان میں ان آیات کی تلاوت کی۔ جو تعمیر کعبہ کے وقت پڑھی گئی تھی۔ بعد ازاں سلسلہ احمدیہ کے ممبروں نے وہ دعائیں پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے کھدائی کا کام شروع کیا جو مسجد مدینہ کی تعمیر کے وقت پیغامبر محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ (کرامؓ) نے پڑھیں تھیں۔ جماعت احمدیہ کے مرکز میں اطلاع دینے کے ماسوا ہندوستان، امریکہ، سیریا اور فلسطین وغیرہ تمام ان ممالک میں جہاں اس سلسلہ کے افراد ہیں نے کام شروع کرنے سے پہلے ہی برقی پیغامات ارسال کر دیئے تھے جس میں اس وقت کی اطلاع دی گئی تھی جس وقت کہ لندن میں تعمیر بیت الذکر کا کام شروع کیا جانا تھا، تاکہ شرق اور غرب، شمال جنوب سے چہار اطراف سے ایک ہی وقت میں ایک ہی مقصد کیلئے ایک خدا کے لئے دعائیں کی جائیں۔"(ٹائمز آف لنڈن۔29/ستمبر 1926ء) بیت الذکر کا تیار ہونا تھا کہ افتتاح کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اس کے افتتاح کیلئے درخواست کی۔ حضورؓ کی طرف سے خط آیا کہ افتتاح شاہ حجاز کے صاحبزادے شاہ فیصل سے کرایا جائے تو بہتر ہے۔ وہ اس لئے کہ شاہ فیصل صدیوں سے شاہی خاندان کے فرد ہیں جو کعبہ کے متولی ہیں۔ اس بارہ حضور رضی اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ شاہ فیصل سے لنڈن میں مسجد کا افتتاح کروائیں۔ لہٰذا 28/اپریل 1926ء کو شاہ فیصل کو اس کی دعوت دی گئی۔ 23/مئی 1926ء کو شاہ موصوف کے پرائیوٹ سیکرٹری کی طرف سے خط آیا کہ امیر زید کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ بہرحال باربار کی درخواست کے باوجود کوئی معقول جواب نہ مل سکا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ شاہ حجاز کے ایک انگریز دوست نے شاہ حجاز کو اس بات کیلئے رضامند کروایا۔ بالآخر شاہ نجد والئی مکہ نے حامی بھرلی کہ ان کا بیٹا بیت الفضل لندن کے افتتاح کیلئے حاضر ہو گا۔ بلکہ ایک تار کے ذریعہ حضرت مولانا درد صاحب کو اطلاع کر دی گئی کہ:" ہم آپ کی درخواست قبول کرتے ہیں اور ہمارا بیٹا فیصل ستمبر کے پہلے ہفتہ میں جدّہ سے روانہ ہو گا۔" اس کے بعد شاہ فیصل کی آمد پر حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جبکہ شاہ فیصل لندن کے ایک ہوٹل میں رہائش پذیر تھے تو اس دوران ان سے کئی بار ملنے کی

کوشش کی گئی مگر ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر نہ ملنے دیا گیا۔ بالآخر ہوا وہی جس کا مولانا دردؔ صاحب کو ڈر تھا۔ 29/ ستمبر 1926ء کو ان کی طرف سے ایک خط موصول ہوُا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ان کی تو بڑی خواہش تھی کہ وہ اس مبارک موقع پر حاضر ہوں مگر ہندوستان کے مسلمانوں نے اس معاملہ میں مشکلات پیدا کر رکھی ہیں۔ جو زبانی بیان نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ہز ہائی نس امیر فیصل ابن سعود اس استقبالیہ دعوت میں شامل نہ ہو سکیں گے۔ اس اطلاع پر مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ اور آپ کے ساتھ کارکنان کو اس سے بہت دُکھ ہوُا جنہوں نے کئی ماہ اس لئے صرف کئے کہ شاہ فیصل صاحب تشریف لائیں گے اور اس کا افتتاح کریں گے جس کی خاطر وہ اتنا لمبا سفر طے کر کے انگلستان پہنچے ہیں۔ جبکہ اس سے قبل شاہ فیصل کے والد صاحب نے خوشی سے رضامندی کا برملا اظہار کیا تھا۔ اسی دوران شیخ عبد القادر صاحب سابق وزیر پنجاب اور پریذیڈینٹ پنجاب لیجسلٹو کونسل صاحب کا خط محترم درد صاحب کی خدمت میں ملا کہ " چونکہ میں لندن آیا ہوُا ہوں میں بھی مسجد کے افتتاح میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔" اس پر محترم درد صاحب نے شیخ عبد القادر صاحب کو فون کیا کہ وہ ضرور اور جلد تشریف لائیں۔ جب شیخ صاحب بیت الذکر میں تشریف لائے تو محترم درد صاحب نے سارا واقعہ بیان کیا کہ کس طرح شاہ فیصل مسجد کے افتتاح کے لئے راضی تھے مگر اب انہوں نے نہ جانے کن وجوہات کی وجہ سے معذرت کر دی ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے ہر طرح سے کوشش کی شاہ فیصل اس بیت الذکر کا افتتاح کریں اور شیخ صاحب نے شاہ فیصل کے والد صاحب کو بھی تار دیا کہ وہ احمدی جماعت کو ذاتی طور پر جانتے ہیں مگر بے سود۔ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کو کار میں بٹھا کر ہائیڈ پارک جہاں شاہ فیصل صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ملنے گئے مگر وہاں پر بھی کامیابی نہ ہو سکی۔ بالآخر مولانا عبد الرحیم درد صاحب اور دوستوں نے فیصلہ کیا کہ مزید انتظار بے سود ہے۔ شیخ عبد القادر صاحب کو ہی اس نیک مقصد کیلئے تیار کیا جائے۔ شیخ صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ وہ اس مبارک تقریب میں نہ صرف حصہ لیں بلکہ انگلستان میں بننے والی پہلی بیت الذکر کا افتتاح بھی کریں۔

افتتاح:۔

3/ اکتوبر 1926ء بروز اتوار دن کے تین بجے دوپہر بیت الذکر کا باقاعدہ افتتاح عمل میں لایا گیا۔ ہزار ہا لوگ جمع تھے۔ سڑکوں پر بھی تِل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ہر مذہب اور ہر ملک کے لوگ اس مبارک تقریب میں شامل تھے۔ بیت الذکر کو جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور مہمانوں کیلئے کھانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ احاطہ کے اندر ہزار سے زائد لوگ موجود تھے اور اس طرح باہر سڑکوں پر بھی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ اور نظم و نسق کے لئے حکومت کی طرف سے پولیس تعینات کی گئی۔ اس تھے۔ جب بیت الذکر کا افتتاح شروع ہوُا تو محترم عبد الرحیم درد صاحب مشنری انچارج انگلستان شیخ عبد القادر صاحب کو ساتھ لیکر بیت الذکر میں داخل ہوئے مبارک تقریب میں حصہ لینے والوں میں لارڈز، مہاراجہ، ممبران پارلیمنٹ، اخباروں کے نمائندے، ملکوں کے سفیر، مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کے لوگ اس میں شامل اور درد صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی جس سے سامعین پر اس کا بہت اثر ہوُا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا درد صاحب تلاوت فرما رہے تھے کہ ایسا لگتا تھا جیسے اسی موقع کیلئے یہ آیات الٰہی نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد درد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس پیغام میں حضور انورؓ نے سب سے پہلے شیخ عبد القادر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے تمام حاضرین کا جو اس تقریب میں شامل تھے۔ آپؓ نے اپنے پیغام میں فرمایا:

اس کے بعد محترم مولانا عبد الرحیم درد صاحب نے بیت الذکر کی چاندی کی چابی خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب کے ہاتھ میں تھما دی اور انہوں نے قفل کھولتے وقت بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

"اے خدائے واحد و رحمن کے نام پر مَیں اس عبادت گاہ کا افتتاح کرتا ہوں" آپ نے اس بات کا افسوس کیا کہ ابن سعود والئی کعبہ تشریف لے آتے تو اس کا افتتاح کرتے تو بہتر تھا اور آپ نے اس کا برملا اظہار کیا کہ ان کا افتتاح پر تشریف نہ لانا دوسرے فرقوں کی مخالفت کا خوف مانع ہوُا۔ آپ نے فرمایا کہ جب مَیں اس ملک میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو میرے دل میں مسجد کی افادیت کا خیال آتا رہا ہے کہ جو مسلمان بغرض تعلیم و سیاحت انگلستان تشریف لاتے ہیں ان کی تسکین کیلئے ایک مسجد ہونی چاہئے۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میرا خواب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت کی کوششوں سے میری خواہش پوری ہوئی اور یہ بھی عین ممکن ہے اسلام کے دوسرے فرقے اس فرقے پر خوش نہیں ہیں جن کی وجہ سے شہزادہ فیصل اس سعادت سے محروم رہے ہیں۔ آپ نے تمام مہمانوں اور ان کی

حوصلہ افزائی کاشکریہ ادا کیا۔(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء)(خان بہادر صاحب کی تقریر کے بعد اور معززین کی بھی تقاریر ہوئیں۔بعد اس کے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔نماز کی امامت مولوی عبد الرحیم درد صاحب نے کی جس میں شیخ عبد القادر صاحب کے علاوہ بہت سے مہمانوں نے اس میں شرکت کی۔ تقریباً100 کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔اس دوران ایک انگریز ہمسایہ نمازیوں کو دیکھ کر رہ نہ سکا اور اپنے بوٹ اُتار کر صفوں میں جا داخل ہو گیا۔اس نے بعد میں بتایا کہ مَیں ایک صف میں کھڑا تھا اور آنکھیں بند کر کے دعا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اکیلا کھڑا ہوں باقی سجدے میں تھے۔مَیں شرمندہ سا ہو گیا مگر خیر دُعا تو ہو گئی مَیں خوش بھی تھا۔جہاں تک شاہ فیصل کی غیر موجودگی کا تعلق ہے ان کے متعلق تقریباً سبھی لوگ گِلا کر رہے تھے کہ وہ اتنی دور سے انگلستان تو آ گئے مگر یہاں اس مبارک تقریب میں بھلا کیوں شرکت نہ کی۔اور بعض لوگوں کا یہ بھی تاثر تھا کہ اچھا ہوُا شاہ فیصل صاحب تشریف نہیں لائے۔اگر آ جاتے تو لوگوں کی توجہ بجائے بیت الذکر کے ان کی طرف ہی رہتی۔جہاں تک لوگوں کی تعداد کا تعلق ہے۔کہا جاتا ہے کہ ایک جمِ غفیر تھا اور ہر ملت کے لوگوں نے اس میں خوشی خوشی شریک تھے۔اخباروں کے نمائندے ،فوٹو گرافر زاور مصوّر ہر زاویہ سے بیت الفضل کی تصویر لے رہے تھے۔انگلش اخبار ڈیلی ایکسپریس مورخہ 24ر ستمبر 1926ء نے مسجد فضل کے بارہ ایسے سرخی لگائی:۔ لنڈن میں مؤذن کی اذان 'مؤذن کی آواز یعنی لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بہت جلد سنی جائے گی۔

لنڈن کی عمارات میں ایک مزید اضافہ ساؤتھ فیلڈ کی مسجد ہے۔اس کی بنیاد فرقہ احمدیہ نے ڈالی ہے۔ یہ عمارت جو جزائر برطانیہ میں اپنی قسم کی ایک عمارت ہے۔ 175 آدمیوں کیلئے گنجائش رکھتی ہے۔مسجد ایک سفید عمارت ہے جس پر سیمنٹ کی لپائی کی ہوئی ہے۔اس میں ایک گنبد اور چار منارے ہیں۔میناروں سے مومنین کو اذان دی جائے گی۔اس میں اور ایشیائی مسجدوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں لمبی اور تنگ کھڑکیاں رکھی گئی ہیں۔دروازہ پر خاص قسم کے سیمنٹ کا بنایا ہوُا ایک کتبہ ہے۔جس پر کلمہ لکھا گیا ہے۔اس کو ایک انگریز نقاش نے ایک بڑی کی ہوئی تصویر سے کندہ ہے۔امیر فیصل (جبکہ وہ دباؤ میں آکر تشریف نہ لا سکے)مسجد کا افتتاح 3ر اکتوبر کو کریں گے۔مسجد کے ایک کارکن نے کل ڈیلی ایکسپریس کے ایک خاص نمائندہ کو کہا کہ اس ملک میں اسلام کی کافی تبلیغ ہوئی ہے اسی لئے مسلموں کی تعداد خاص بڑھ گئی ہے۔"(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اسسٹنٹ سرجن، صفحہ 85۔دسمبر 1927ء)

اس مندرجہ بالا خبر کے علاوہ انگلستان میں ہر چھپنے والے اخبار نے اپنے طور پر بیت الذکر کے افتتاح اور اس پر سرخیاں لگائیں اور اس بیت الفضل کی خوب تشہیر کی۔

بیت الفضل لندن میں امامت اور مشنری انچارج کی خدمات سرانجام دینے والوں کی پوری تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	نام	دورانیہ	نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب	1913ء سے 1916ء	3	حضرت چوہدری فتح محمد سیال	1919ء سے 1921ء
2	حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ	1916ء سے 1917ء	4	حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ	1917ء سے 1921
5	مکرم مولوی مبارک علی صاحب	1920ء سے 1923ء	6	حضرت عبد الرحیم نیّر صاحبؓ	(٦) ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۴ء
7	حضرت عبد الرحیم درد صاحبؓ	1924ء سے 1928ء	8	حضرت خان فرزند علی صاحبؓ	1928ء سے 1933ء
9	حضرت عبد الرحیم درد صاحبؓ	1934ء سے 1938ء	10	مکرم محمد یار عارف صاحب	1934ء سے 1935ء
11	حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ	1935ء سے 1946ء	12	مکرم چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب	1946ء سے 1950ء
13	مکرم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب	1950ء سے 1955ء	14	مکرم مولود احمد خان صاحب	1955ء سے 1962ء
15	مکرم چوہدری رحمت خان صاحب	1960ء سے 1964ء	16	مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب	1964ء سے 1970ء
17	مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب	1972ء سے 1979ء	18	چوہدری شریف احمد باجوہ صاحب	1971ء سے 1972ء
19	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب	1979ء سے 1983ء	20	مکرم عطاء المجیب راشد صاحب	1983ء سے تاحال

اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا مبلغین و مشنری انچارج صاحبان کی خدمات اور قربانیوں کو قبول فرمائے اوران سب کو اجر عظیم سے نوازے نیز ان کی نسلوں کو بھی اپنے بزرگوں کی سنت کو پورا کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپیل برائے چندہ مسجد لندن کی۔ پہلے دن ۶۰۰۰ چھ ہزار روپے وصول ہوئے۔ جبکہ ۹۵۰۰۰ پچانوے ہزار روپے کے وعدہ جات ہوئے جس میں سے ۸۳۰۰۰ تراسی ہزار کے وعدے احمدی خواتین کی طرف سے تھے۔ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو شام چار بجے حضرت مصلح موعودؓ نے سنگ بنیاد رکھا جس میں دو صد مہمان شریک ہوئے، حضرت مولانا درد صاحب کی قیادت میں ۱۵ خدام اور دو خواتین نے کھدائی میں حصہ لیا۔ بیت الفضل کے آرکیٹیکٹ کا نام مسٹر اولیفینٹ تھا۔ تعمیر مس تھومس مینسن اینڈ سنز نے کی۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۵ء صبح گیارہ بجے تعمیر کا کام شروع ہوا۔ تعمیر کا کام دس ماہ میں مکمل ہوا جس پر ۴۰۰۰ ہزار پونڈ لاگت آئی۔ تین اکتوبر ۱۹۲۶ء کو دوپہر تین بجے مکرم خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب نے چھ صد مہمانوں کی موجودگی میں افتتاح کیا مسجد فضل کے لئے پہلا قالین خان بہادر سیٹھ احمد اللہ دین صاحب نے ایک صد پونڈ میں خرید کر دیا۔ بیت الفضل کے پہلے امام مولانا عبد الرحیم درد صاحب مقرر ہوئے۔ پہلی اذان مکرم ملک غلام فرید صاحب نے دی۔ پہلی نماز عصر تھی جو بیت الفضل میں ادا کی گئی۔

(از صد سالہ جوبلی مجلہ برطانیہ) بیت الفضل کی ایک سب سے بڑی خوش بختی یہ ہے کہ یہاں پر خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام خلفاء (سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس مبارک مسجد میں خطبہ جمعہ اور نمازوں کے علاوہ مختلف اوقات میں جماعت کو خطاب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ہو رہی ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی روحانی تربیت خلفاء احمدیت کی روح پرور ہدایات سے ممکن ہوئی اور ہو رہی ہے۔

مسجد فضل کی پر حکمت بنیاد نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خدائی منشاء کے مطابق تھی اور اس کا بابرکت آغاز تائید ایزدی سے اسلام اور احمدیت کی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ خلفائے احمدیت کے ساری دنیا کے دورہ جات اور سارے عالم میں اسلام کی تبلیغ کے منصوبے کا مرکز ٹھہری۔ اور خلیفہ وقت کی ہجرت نے تو اس کو اور چار چاند لگا دیئے۔ جب خدائی تقدیر کے تحت خلیفہ وقت کی ہجرت ہوئی۔ تو یہی بیت الذکر اس کے پاک وجود کا مسکن ٹھہری۔ اس بیت الذکر کی تقلید میں ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں بیوت الذکر عطا کیں۔ اور ترقیات کے اتنے دروازے اس برق رفتاری سے کھلے کہ غیر بھی حیران و ششدر رہ گئے۔ برطانیہ اور جرمنی کے علاوہ سارے مغربی ممالک اور دیگر براعظموں کے ممالک میں سینکڑوں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تیاریوں نے دشمنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ جو کام تیل کی دولت سے مالامال اسلام کے ٹھیکیدار ممالک نہ کر سکے۔ وہ اس چھوٹی سی جماعت نے کر دکھایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا۔ بیت الفتوح جو اس وقت مغربی یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت بیت الذکر ہے۔ جس میں (اس کے چار ہالوں سمیت) دس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ جو ایک کروڑ برطانوی پونڈ سے تیار ہوئی۔ وہ بھی ایک حسین شاہکار ہے۔ برطانیہ میں ۳۵ سے زیادہ خوبصورت بیوت الذکر اور مشن ہاؤسز کی تعمیر، ڈیر پارک روڈ کی عظیم عمارت، جس میں ہومینٹی فرسٹ اور اشاعت کا دفتر ہے، برطانیہ کی جامعۃ المبشرین کی عمارت کولیئر وڈ میں، اور اَلٹن کے قریب ہی نیا ۱۳۵ ایکڑ رقبہ اور کالج برائے جامعہ احمدیہ، اسلام آباد ٹلفورڈ کی ۳۳۔ ایکڑ زاور حدیقۃ المھدی کی ۲۰۸۔ ایکڑز زمین جو اہم دینی ضرورت کے پیش نظر خریدی گئیں۔ جہاں ہر سال شمع خلافت کے لاکھوں عشاق جلسہ سالانہ پر تجدید عہد کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

مسجد فضل میں چند مقتدر ہستیوں کی آمد۔ پریذیڈنٹ ٹب مین آف لائبیریا، شاہ فیصل آف سعودی عرب، شاہ ادریس آف لیبیا، سر علامہ محمد اقبال، سر فیروز خان نون، قائد اعظم محمد علی جناح، سر ایف ایم سنگھاٹے (گورنر جنرل آف گیمبیا)

برطانیہ میں مساجد:۔

۱ مسجد فضل لندن ۱۹۲۴۔ ۲۔ مشن ہاؤس مرکز نماز گلاسگو۔ ۳۔ دارالسلام ساؤتھ ہال۔ ۴۔ بیت الحمد بریڈ فورڈ ۱۹۸۰۔ ۵۔ بیت الصمد ہڈز فیلڈ ۱۹۸۰۔ ۶۔ ناصر ہال جلنگھم ۱۹۸۲۔ ۷۔ بیت الاسلام اسلام آباد ۱۹۸۴۔ ۸۔ بیت الاحد والتھم سٹو۔ ۱۹۸۴۔ ۹۔ بیت الشکور آکسفورڈ۔ ۱۹۸۸۔ ۱۰۔ بیت الرحمٰن گلاسگو۔ ۱۹۸۸۔ ۱۱۔ بیت النور ہنسلو ۔ ۱۹۸۹۔ ۱۲۔ دارالامان مانچسٹر۔ ۱۹۹۳۔ ۱۳ بیت السبحان کرائیڈن۔ ۱۹۹۳۔ ۱۴۔ بیت الاکرام لیسٹر ۱۹۹۳۔ ۱۵۔ بیت الفتوح ۱۹۹۶ سے ۲۰۰۳ تک۔ ۱۶۔ بیت المعید کیمبرج۔ ۱۹۹۷۔ ۱۷۔ دارالبرکات برمنگھم ۱۹۹۸ تا ۲۰۰۴۔ ۱۸۔ بیت النور ٹوٹنگ ۱۹۹۸۔ ۱۹۔ بیت المھدی ۲۰۰۰۔ ۲۰۔ بیت السلام سکنتھورپ۔ ۲۰۰۲۔ ۲۱۔ مسجد

ناصر ہاٹلے پول ۲۰۰۵۔ ۲۲۔ بیت الکریم جامع احمدیہ ہیزلمیر۔ ۲۳۔ بیت العافیت شیفیلڈ۔ ۲۰۰۶ تا ۲۰۰۸۔ ۲۴۔ بیت الھادی واٹفورڈ۔ ۲۵۔ بیت الاحسان لیمنگٹن سپا ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۸۔ ۲۶۔ بیت التوحید ہڈز فیلڈ ۲۰۰۸۔ ۲۷۔ بیت الحلیم کیتھلے۔ ۲۰۰۹۔ ۲۸۔ بیت الاحد ایسٹ ہیم۔ ۲۰۰۹۔ ۲۹۔ بیت الامن ہیز ۲۰۰۹۔ ۳۰۔ بیت العطاء وولور ہیمٹن (سنگ بنیاد)۔ ۳۱۔ بیت المقیت والسال ۲۰۱۱۔ ۳۲۔ مسجد طاہر کیٹفورڈ۔ ۲۰۱۲۔ ۳۳۔ بیت الواحد فیلتھم ۲۰۱۲۔ ۳۴۔ بیت الغفور ہیز اوون بر منگھم ۲۰۱۲۔ یہ بھی مسجد فضل کے بیش قیمت اثمار ہی ہیں۔ بیت الفضل کے قیام نے مغربی دنیامیں میں اسلام کے تعارف کے لئے ایک مستقر فراہم کیاہے۔ جسے خلافت کی برکات نے ایک اہم دینی مرکز کی حیثیت دے دی ہے۔ اور آج حضرت امام مہدی علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کی مد اور معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔ بہت سے اکابرین کو اس بیت الذکر میں آنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ جن میں وزیر اعظم ماریشش، صدر ایوب خان، شیخ محمد عبد اللہ، صدر ٹب مین آف لائیبیریا، شاہ فیصل، قائد اعظم، علامہ اقبال، محمد علی کلے، اور ان کے علاوہ بہت سے نام ہیں جن کا ذکر خوف طوالت سے نہیں کر رہا۔ تاریخ عالم اس مسجد کے عالمی کردار کو کبھی نہیں بھلا سکے گی کہ جس نے چاروانگ عالم میں اسلام کا تعارف کرایا۔ اور عیسائیت کے گڑھ میں مضبوط قلعے تعمیر کئے۔ قرآن کریم کے مختلف سو سے زیادہ زبانوں میں تراجم، ایم ٹی اے کے شب وروز پروگراموں کے ذریعہ تین چینلز سے جو اسلام کی تبلیغ کی جارہی ہے۔ یہ بھی اسی مسجد فضل کے ثمرات ہیں۔ پاکستان کی تحریک آزادی میں بھی اس مسجد نے ناقابل فراموش کردار ادا کیاہے۔ جب قائد اعظم کو ہندوستان کو واپسی کے لئے امام لندن نے قائل کیا۔ اور وہ بادل نخواستہ ملک واپس گئے اور پاکستان کو آزادی سے ہمکنار کیا۔ یہ بھی اس بیت الذکر کی برکات میں سے ایک عظیم برکت ہے۔ پھر انتخاب خلافت خامسہ کا پر کیف نظارہ کل عالم نے اسی بیت الفضل سے ایم ٹی اے کے ذریعہ دیکھا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کی سنہری اور پر حکمت ہدایات اور روحانی مائدہ کی تقسیم کا مرکز یہی مسجد فضل ہے۔ جہاں ہمہ وقت ساری دنیا سے خلافت کے پروانوں کا جھمگٹا لگا رہتا ہے۔ پیاسے پروانے اپنی تشنگی مٹانے کے لئے محو پرواز رہتے ہیں۔ بیشک ای میل، موبائیل، فیکس اور سائینسی ترقی کا زمانہ ہے مگر روحانی فیوض کے حصول کے لئے چشم خود سے نظارہ محبوب امام کی اہمیت مومنین کے ذوق کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ سو اس کی مشق اور تجربے کا بھی مرکز یہی مسجد فضل ہے۔ بیت الفضل اسم با مسمیٰ اور خدائے رحیم کے بے شمار افضال کا مرکز ہے۔ آخر میں خاکسار کی دعا ہے کہ خدا تعالی ہم سب کو خلافت کے سائے میں ایسے مزید عظیم الشان مراکز کی تعمیر کی توفیق دیتا چلا جائے جو دنیا کے شرق وغرب شمال وجنوب میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے اعلی مرکز ثابت ہوں۔ آمین۔





اسرائیل میں احمدی

جمیل احمد بٹ

ملک میں ختم نبوت کے نام پر سیاسی مفاد کے حصول کی جاری مہم کے تحت گزشتہ دنوں کئے گئے ایک ٹی وی پروگرام میں اظہار کا موقعہ پا کر مذہب کے نام پر سیاست کرنے والی ایک پارٹی کے عہدیدار نے اپنے درپردہ مفادات کی خاطر اور احمدیوں کو زیادہ آسان ٹارگٹ جان کر انکشافات کے نام پر فرّاٹے سے خوب جھوٹ بولے۔ مُجملہ اس گھسے پٹے الزام کو بھی دہرایا کہ ' اسرائیل کی فوج میں ۸۰۰ پاکستانی نژاد قادیانی شامل ہیں'۔

جماعت احمدیہ کے خلاف منافرت پھیلانے کی غرض سے جو خلافِ واقعہ باتیں اکثر کی جاتی ہیں ان میں یہ الزام بھی ہے جسکے جھوٹ ہونے کے لئے یہ حقائق ہی کافی ہیں کہ جماعت احمدیہ فلسطین کے مقام کبابیر میں ۱۹۲۸ء میں قائم ہوئی جبکہ اسرائیل ۱۹۴۸ء میں بنا۔ یہ جماعت اول دن سے ہی تمام تر فلسطینی عربوں پر مشتمل تھی اور ہے۔اسرائیل میں جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر مسلمان بھی شروع سے رہ رہے ہیں۔یہ مضمون اسرائیل میں احمدیوں کی موجودگی سے متعلق حقائق کو یک جا کرنے کی ایک کوشش ہے۔جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس حوالے سے جماعت مخالف پروپاگنڈہ بلاجواز اور خلافِ واقعہ ہے۔

۱۔ سیاست کی راہ

فلسطین میں احمدیہ مشن کے قیام کے ۲۰ سال بعد اس بیشتر علاقے کو اسرائیل کا نام دیا گیا۔ پھر یہاں احمدیوں کی مسلسل موجودگی پر مزید پچیس سال گزرنے کے بعد پہلی بار احمدی مخالف لٹریچر میں ستّر کی دہائی میں اس حوالے سے الزام تراشیوں کا آغاز ہوا۔جس کا بظاہر پس منظر اس وقت پاکستان میں جاری احمدی مخالف تحریک کو ہوا دینا اور ۱۹۷۴ء کا اسمبلی کا فیصلہ تھا۔یوں یہ الزام تراشی اسی طرح سیاسی اغراض کے تحت تھی جس طرح ۱۹۳۴ء میں سیاست کی راہ سے پہلی بار جماعت احمدیہ پر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام تراشا گیا تھا۔

یہ الزام لگانے والے بھی وہی افراد اور انکے ہم نوا تھے۔شورش کاشمیری صاحب نے 'عجمی اسرائیل' اور مولوی محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے 'ربوہ سے تل ابیب تک' جیسے ڈرامائی عنوانات کے تحت ایسے کتابچے شائع کئے اور بکثرت پھیلائے جو جھوٹ کے سہارے محض خیال آرائی کے بل پر لاتعلق واقعات کو جوڑ کر اور الفاظ کو من مانے معنی پہنا کر ریت پر الزامات کی دیوار کھڑی کرنے کی بری مثال تھے۔ان میں سے ایک پر درج ذیل تبصرہ بجا طور پر دونوں پر صادق آتا ہے۔

'کسی گھٹیا جاسوسی ناول میں جو خصوصیات پائی جاسکتی ہیں وہ بدرجہ اتم اس رسالے میں جمع ہیں' ۔ربوہ سے تل ابیب تک' پر مختصر تبصرہ از صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ۔شائع کردہ مکتبہ الفرقان ۔ربوہ ۔جون ۱۹۷۶ء

ان رسالوں کے ساتھ اُردو اخبارات میں ہوائی خبریں اور مفید مطلب انٹرویو شائع کر کے بھی اس الزام کو ہوا دی گئی۔

۲۔ بے بنیاد الزامات

اس الزام کو حسب ضرورت مخالف کتابوں میں اور ویب سائٹس پر دہرایا جاتا ہے اور بہت رنگ آمیزی کے ساتھ یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ

۱۔اس علاقہ میں احمدی مشن اسرائیل بننے کے بعد قائم ہوا۔

۲۔وہاں موجود احمدی پاکستان سے گئے ہیں۔

۳۔یہ پاکستانی احمدی اسرائیلی فوج میں بھی شامل ہیں۔

یہ سب الزامات محض جھوٹ اور بے بنیاد ہیں اور حقائق ان کے برعکس ہیں جیسا کے درج ذیل تفصیل سے ظاہر ہو گا۔

۳۔ اسرائیل بننے سے ۲۰ سال پہلے سے احمدی فلسطین میں رہ رہے ہیں

جماعت احمدیہ شروع سے پیغام حق کو تمام دنیا میں پھیلانے کیلئے کوشاں ہے۔اس غرض سے جماعت کے بیرونی مشنز کا آغاز ۱۹۱۴ء میں لنڈن مشن سے ہوا۔ایک دہائی میں ان کی تعداد دس ہو گئی۔۱۹۱۵ء میں ماریشس میں، ۱۹۲۰ء میں امریکہ، ۱۹۲۱ء میں غانا اور نائیجیریا، ۱۹۲۲ء میں مصر، ۱۹۲۳ء میں جرمنی، ۱۹۲۴ء میں ایران، ۱۹۲۵ء میں جاوا و سماٹرا اور شام میں مشن قائم ہوئے۔شام کا یہ مشن فلسطین میں مشن کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

فلسطین میں مشن کا قیام: واقعات کے مطابق شام میں علماء کی انگیخت پر قابض فرانسیسی حکام نے دمشق میں احمدی مشنری حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو ۲۴ گھنٹوں میں ملک چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر حضرت مولانا شمس صاحب ۱۷ مارچ ۱۹۲۸ء کو فرانسیسی اقتدار سے باہر نزدیکی جگہ فلسطین کی بندرگاہ حیفا آگئے۔ آپکا یہاں ورود فلسطین مشن کے آغاز کا باعث ہوا۔آپ نے قریبی جبل الکرمل پر واقع کبابیر نامی قصبہ میں سکونت اختیار کی ۔اسی جگہ فلسطینیوں پر مشتمل پہلی احمدی جماعت قائم

ہوئی۔ جس نے تیزی سے ترقی کی اور تین سال میں پہلی احمدیہ بیت تعمیر ہوگئی۔ ایک مدرسہ قائم ہوا۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں جماعت کے اپنے عربی ماہنامہ البشریٰ کا آغاز ہوا اور ایک پریس بھی قائم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے تابع احمدی روایات کے عین مطابق جماعت جلد جلد بڑھی اور اگلے سالوں میں فلسطین بھر میں ۲۱ مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں۔ خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد ۴۔ صفحہ ۵۲۵۔۵۲۸ اور ۵۸۷۔ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ نیا ایڈیشن

اسرائیل کا بننا: یہاں تک کہ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کا وہ دن آیا جب امریکہ اور اسکے اتحادیوں نے اقوام متحدہ کے ذریعے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک نیا ملک اسرائیل قائم کر دیا۔ جو بہت سارے عرب مسلم علاقے اس نئے ملک کا حصہ قرار دئے گئے ان میں حیفا بھی تھا۔ فلسطین کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے عرب آبادی کو بے انتہا مصائب سے دوچار کر دیا۔ احمدی بھی اسکا شکار ہوئے اور کئی جگہوں کی جماعتوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر دمشق کی احمدی جماعت کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ بیس سالوں سے یہاں آباد جن احمدی گھرانوں کے لئے ان مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر رہنا ممکن ہوُا اور انہوں نے نقلِ مکانی نہ کرنے کا فیصلہ کیا وہ اس نئے ملک کی ابتدائی احمدیہ جماعت ٹھہرے۔ ان احمدیوں کے معاشی استحکام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ پیغام بھجوایا کہ 'کسی نہ کسی طرح کبابیر والوں کو اطلاع دیں کہ تنگی کے دن ہیں صبر سے گزار لیں اور کسی قیمت پر بھی کبابیر کی زمین یہود کے پاس فروخت نہ کریں'۔ تاریخ احمدیت جلد ۱۳۔ صفحہ ۱۲۲۔ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ مطبوعہ ۱۹۷۲ء

اسرائیل کی آبادی: نئے ملک میں رہنے کے اس فیصلہ میں یہ احمدی تنہا نہ تھے بلکہ علاقہ کی بہت ساری غیر یہودی آبادی بھی ان کی ہم خیال تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انٹرنیٹ پر موجود اعداد و شمار کے مطابق اسرائیل کی ۲۰۱۰ء میں تقریباً 78 لاکھ کی کل آبادی میں 24 فیصد غیر یہودی تھے جن میں سے 16 فیصد مسلمان تھے یعنی تقریباً 12 لاکھ۔ جب اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کا اسرائیل میں رہنا روا ہے تو چند ہزار احمدیوں کی وہاں موجودگی کیوں کر وجہ اعتراض ہو سکتی ہے؟ اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں: اس پس منظر سے واضح ہو جاتا ہے کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے نہ پاکستان تھا اور نہ اسرائیل۔ اس وقت تک فلسطین میں احمدیوں کا ہونا غیر موجود پاکستان کے حوالے سے ہرگز جائے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اگلے چند مہینوں میں فلسطین کی تقسیم کی مخالفت کا علم ایک احمدی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں رہا اور بیشتر عرب دنیا اس خدمت پر ان کی شکر گزار رہی۔ اس وقت فلسطین میں حضرت چوہدری صاحب کے دینی بھائیوں کی موجودگی پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ اسرائیل بننے کے بعد انہی احمدیوں کا اپنی جگہوں پر قیام کا تسلسل وہاں اب احمدیوں کی موجودگی کا سبب ہے جو کسی بھی جہت سے قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۴۔ کوئی پاکستانی احمدی کبھی اسرائیل نہیں گیا. فلسطین میں مشن کا آغاز کرنے والے حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور ان کے بعد قیام پاکستان تک وہاں خدمات بجا لانے والے مربیان اس وقت جماعت کے مرکز قادیان سے جاتے رہے ایسے آخری مربی مکرم مولانا رشید احمد چغتائی صاحب تھے جو ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو فلسطین گئے اور قضیہ فلسطین کے باعث پھیلنے والی ابتری کے سبب ۳ مارچ ۱۹۴۸ء کو حیفا چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ مئی ۱۹۴۸ء میں اسرائیل قائم ہوگیا۔ پاکستان نے اسے تسلیم نہ کیا اور پاکستانی پاسپورٹ کبھی اسرائیل جانے کے لئے کارآمد نہیں رہا۔ اس سبب سے کسی پاکستانی کا اسرائیل جانا ناممکن ہے۔ اور نہ کوئی احمدی پاکستان سے کبھی اسرائیل گیا ہے۔

۵۔ **اسرائیل فوج میں پاکستانی احمدی؟** باوجود اس حقیقت کہ کوئی پاکستانی اسرائیل نہیں جا سکتا یہ الزام تراشی بھی کی جاتی ہے کہ اسرائیل فوج میں پاکستانی احمدی ہیں۔ ابتداء میں ان کی تعداد ۶۰۰ بتائی گئی جسے بعد میں اور بھی بڑھا کر بیان کیا گیا۔ ایک حالیہ ٹی وی پروگرام میں یہ تعداد ۸۰۰ کہی گئی ہے جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا۔ یہ مضحکہ خیز الزام اول بار ۲۹ ستمبر ۱۹۷۵ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں شائع ہوا۔ جس میں لندن سے طبع ہونے والی کسی کتاب کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں ۶۰۰ پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے۔ اس الزام کی حقیقت اصل حوالہ دیکھنے سے کھل جاتی ہے۔ کہانی کا ماخذ: نوائے وقت کی خبر میں تو کوئی حوالہ نہیں دیا گیا لیکن تلاش پر معلوم ہوا کہ اس کتاب کا نام

ISRAEL - PROFILE A ISRAEL اور مصنف کا نام ISRAEL T- NAAMANI ہے اور اسے جنوری ۱۹۷۲ء میں Praeger Publisher نے نیویارک سے شائع کیا۔ اس کتاب کا ایک جملہ جس سے یہ کہانی بُنی گئی ہے، یہ تھا

'Two other small non-Arab Muslim groups, the Circassians, who came in the nineteenth century from Russia and now number about 2000, and the Ahmadi sect of some 600 people from Pakistan can also serve in the army.'

ترجمہ: دو چھوٹے غیر عرب گروہ یعنی انیسویں صدی میں روس سے آئے ہوئے اندازاً دو ہزار کا کیشین اور تقریباً ۶۰۰ افراد پر مشتمل پاکستانی احمدی فرقہ بھی اسرائیل کی فوج میں خدمات بجالا سکتا ہے۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ یہودی مصنّف کا اس تحریر میں فلسطینی احمدیوں کو غلط طور پر غیر عرب کہنا شرارتاً ہے؟ لاعلمی ہے؟ یا ان کے پاکستان میں واقع مرکز کے حوالے سے غلط فہمی؟ تاہم جو بات بالکل واضح ہے وہ یہی ہے کہ اس نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ یہ چھ سو احمدی فی الواقع اسرائیلی فوج میں شامل ہیں۔ بلکہ اپنے ملک میں دی گئی شہری آزادیوں کی تعریف کرتے ہوئے صرف اس امکان کا ذکر کیا ہے کہ احمدی فرقہ کے لوگ بھی فوج میں خدمات بجالا سکتے ہیں۔ پس یہ وہ پَر ہے جس پر مبالغہ آرائی کر کے ڈار بنائی گئی ہے۔

۶۔ اشاعتِ حق کے لئے کوشاں

اشاعتِ حق ہمیشہ جماعت احمدیہ کا مطمحِ نظر رہا ہے۔ نئے ملک اسرائیل میں بھی احمدی اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ ان کوششوں میں یہودیوں کو دعوتِ حق کے لئے عبرانی زبان میں ٹریکٹ کی اشاعت بھی شامل تھی۔ مشکل حالات میں بھی یہ جذبہ قائم رہا چنانچہ روزنامہ الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۵۰ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۴۹ء تک سارے اصل اسرائیل میں صرف ہماری (بیت) سیدنا محمود سے ہی پانچ وقت (آذان) بلند ہوتی رہی۔ (بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد ۱۳ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب ص ۱۳۱ مطبوعہ ۱۹۷۲ء)

پیغام حق کی اشاعت: دین کی اس لگن اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت مسلسل ترقی کرتی رہی۔ مقصدیت کی یہ لگن اس کی وجۂ امتیاز بنی رہی اور اسے اعلیٰ سطح پر قرآنی تعلیمات پہنچانے کے مواقع بھی حاصل ہوئے۔ چنانچہ مقامی امیر جماعت مکرم محمد شریف عودہ صاحب کو حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رہنمائی میں ۲۰۰۸ء میں دو علیحدہ تقریبات میں اسرائیل کے دورے پر آئے ہوئے امریکی صدر جارج بش کو اور حیفا کا دورہ کرتے ہوئے اسرائیل کے صدر کو پیغامِ حق پہنچانے کا موقع ملا۔ ان ملاقاتوں کا ملکی میڈیا پر ذکر ہوُا۔ ان کا حال خود مکرم عودہ صاحب نے ایک انٹرویو میں بیان کیا جو ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن کی اشاعت ۸ اکتوبر تا ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطالعہ عام دلچسپی کا باعث ہوگا۔ یہ اخبار ویب سائیٹ www.alislam.org پر دستیاب ہے۔ مزید الزام کشی: ان کوششوں کو بھی حسبِ سابق مزید اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا۔ ۲۲ جنوری ۲۰۰۹ء کو روزنامہ اُمت کراچی نے زیرِ عنوان 'اسرائیلی حکومت نے قادیانی جماعت کی پشت پناہی شروع کر دی' خوب کہانیاں گھڑیں۔ نیز لکھا ':ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل اور قادیانی جماعت کے درمیان ہونے والے رابطہ کے بعد مرزا مسرور کی ہدایت پر حیفہ شہر میں باقاعدہ قادیانی مرکز قائم کر دیا گیا ہے'۔ یہ مرکز جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے 1928ء میں قائم ہوُا تھا۔ یعنی اسرائیل کے وجود میں آنے سے 20 سال پہلے اور 'ذرائع کے اس انکشاف' سے 60 سال پہلے جھوٹ کو مزید بلوتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ کسی 'ختم نبوت اکیڈمی لندن' کے سربراہ نے اس اخبار کو بتایا کہ 'قادیانیوں اور اسرائیل کے یہودیوں کے درمیان خفیہ رابطے کی تصدیق ہو گئی ہے'۔ اس ساری کہانی میں حقیقت صرف اتنی ہی تھی کہ حیفا میں جماعت احمدیہ کی دعوت پر صیہونی صدر شمعون پریز نے ایک خصوصی تقریب میں شرکت کی تھی۔ اس تقریب کے ذریعہ پیغامِ حق پہنچانے کی تفصیل مکرم عودہ صاحب کے اس پر ذکر شدہ انٹرویو میں مذکور ہے۔

مزید 'انکشاف': اکتوبر 2011ء میں کراچی کے اخبار انصاف نے ایک بار پھر اس معاملہ کو ہوا دی اور بڑی سُرخیوں کے ساتھ کسی عبدالرحمٰن نامی شخص کا انٹرویو شائع کیا۔ جس میں یہ انکشاف کیا گیا کہ 'اسرائیل میں قادیانی مرکز 1952ء سے کام کر رہا ہے'۔ نیز یہ کہ 'قادیانی جماعت کے اسرائیل میں جتنے بھی پروگرام ہوتے ہیں ان کی کورتج سرکاری سطح پر کی جاتی ہے'۔

ان دونوں باتوں کی اصل حقیقت کا اوپر ذکر ہو چُکا ہے۔ ان انکشافات پر یہی بات صادق آتی ہے

جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

۷۔ تقسیمِ فلسطین کو روکنے کے لئے ایک احمدی کی غیر معمولی مساعی

حقائق کا یہ بیان نامکمل رہے گا اگر اس حوالہ سے اس سعی کا بھی کُچھ بیان نہ ہو جائے۔ جس کا ملکی میڈیا پر کوئی ذکر نہیں ہوتا بلکہ جسے اراداتاً عامتہ الناس سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ یہ وہ کوشش تھی جو فلسطین کی تقسیم کو روکنے کیلئے ایک

احمدی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اقوام متحدہ میں کی۔ لیکن اس تفصیل میں جانے سے قبل دو واقعات کا ذکر اس تعلق میں درج ذیل ہے کہ فلسطینیوں سے ہمدردی کا اظہار احمدی روایت رہا ہے۔

فلسطینیوں سے ہمدردی کی احمدی روایت:۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۹ء کو قادیان میں ایک غیر معمولی جلسہ ہوا جس میں مقررین نے بیان کیا کہ کس طرح پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں برطانوی حکومت سلطنت عثمانیہ کے چند علاقوں پر قابض ہوئی اور بعد میں ان کی آزادی کا تحریری معاہدہ کیا۔ ان میں فلسطین بھی شامل تھا۔ لیکن پس پردہ اس نے یہودیوں کی ایک ایجنسی سے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک قومی گھر بنانے کا خفیہ معاہدہ بھی کر رکھا تھا۔ جس کے تحت وہاں یہودیوں کو آباد کرنے اور مسلمانانِ فلسطین پر ظلم و زیادتی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اجلاس میں ان مظالم پر احتجاج، فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی اور انگریز حکومت کو ان مظالم کو روکنے کے لئے ریزرویشن پاس کئے گئے۔

خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد پنجم از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 150-149 نیا اڈیشن بحوالہ اخبار الفضل قادیان 20 ستمبر 1929ء

ii۔ ایسا ہی ایک اور اظہار اس وقت فیڈرل کورٹ کے جج چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو لاہور میں منعقدہ ایک تقریب میں کیا۔ اخبار انقلاب لاہور میں شائع شدہ اس تقریر کے خلاصہ کے مطابق آپ نے مسئلہ فلسطین کی وجہ انگریزی حکومت کا فلسطینیوں سے کئے گئے وعدہ کا پورا نہ کرنا قرار دیا۔ اور یہودی ریاست کے قیام کے مضمرات کے بیان میں یہ بات بھی کہی کہ اگر فلسطین میں یہودیوں کی ریاست قائم ہو گئی تو پھر وہ ہمسایہ عرب ممالک سے بھی علاقوں کا مطالبہ کریں گے۔ (خلاصہ از تاریخ احمدیت جلد نہم از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 714-712 نیا اڈیشن) یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ حضرت چودھری صاحب کے اس اظہار کے وقت برِ صغیر پر ابھی انگریز حکمران تھے۔

سر محمد ظفر اللہ خان کی پہلی تقریر :

حضرت چوہدری صاحب کو قائدِ اعظم نے اقوامِ متحدہ میں نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کی نمائندگی کیلئے مقرر کیا تھا۔ مسئلہ فلسطین پر آپ نے پہلی تقریر 25 ستمبر 1947ء کو اس کمیٹی کے اجلاس میں کی جو اقوام متحدہ نے اس غرض سے مقرر کی تھی۔ اس تقریر کی تمام عرب دُنیا اور پاکستان میں بہت پزیرائی ہوئی۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔

i۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی 12 اکتوبر 1947ء کی اشاعت میں اس بارے میں خبر کا یہ دُہرا عنوان لگایا۔

'فلسطین سے متعلق سر ظفر اللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی'۔ 'عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفر اللہ کو خراجِ تحسین'۔

خبر کے متن میں لکھا۔ 'سر محمد ظفر اللہ خان رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً 175 منٹ بولتے رہے۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جب آپ تقریر کر کے بیٹھے تو ایک عرب ترجمان نے تبصرہ کرتے کہا کہ 'فلسطین پر عربوں کے معاملے کے متعلق یہ ایک بہترین تقریر تھی آج تک میں نے ایسی شاندار تقریر نہیں سُنی'۔

'سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیم فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صرف کیا جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مسرت اور ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اُٹھے۔ تقریر کے خاتمہ پر عرب ممالک کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی' ii۔ امریکہ میں اس وقت پاکستان کے سفیر مرزا ابو الحسن اصفہانی صاحب نے جو پاکستانی وفد کے رکن بھی تھے قائد اعظم کے نام اپنے خط مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اس تقریر کو 'best ever on the issue in UNO' قرار دیتے ہوئی لکھا۔

ترجمہ 'فلسطین کے مسئلہ پر ظفر اللہ خان نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریر تھی'۔

(Qaid-e-Azam Papers, 1st Oct - 31st Oct 1947, Vol VI, P 165, First Edition, 2001, Published by Culture Division, Govt of Paksitan, Islamabad)

iii۔ اس تقریر کی تعریف اب تک جاری ہے۔ ۲۰ نومبر ۲۰۱۱ء کو انگریزی اخبار دی نیوز کراچی میں سید افتخار مرشد صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا:

'Sir Zafarullah Khan's speech on the Palestine problem in October 1947 at the UN General Assembly is said to be one of the most forceful ever made on the issue and prompted King Abdul Aziz al-Saud to write to him'.

(ترجمہ) 'اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مسئلہ فلسطین پر سر ظفراللہ خان کی تقریر اس موضوع پر کبھی بھی کی جانے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے اور اسی سے متاثر ہو کر سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز السعود نے انہیں خط لکھا'۔

سر محمد ظفراللہ خان کی دوسری تقریر:

ایڈہاک کمیٹی کی رپورٹ پر غور کے لئے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں یہ نظر آرہا تھا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے دباؤ کے نتیجے میں بہت سے ممالک اپنی رائے کا آزادانہ استعمال نہیں کر سکیں گے اور اجلاس میں اپنی مرضی کا فیصلہ کرا لیا جائے گا۔ایسے میں ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو حضرت چوہدری صاحب نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کو مخاطب کیا۔گزشتہ تقریر کی مانند یہ تقریر بھی سچائی کے دبنگ اظہار، معاملہ کے تمام پہلوؤں کا گہری نظر سے جائزہ، منطقی نتائج اور فلسطین کو تقسیم نہ کرنے کے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ انصاف کی ایک دردمندانہ پکار کا ایک حسین امتزاج تھی۔اگر انصاف مد نظر ہوتا اور اگر امریکہ اپنے منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کا پہلے سے فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو یہ تقریر اس تقسیم کو روکنے کے لئے کافی ہوتی۔پوری تقریر پڑھے جانے کے لائق ہے۔اس لئے ۱۹ صفحات پر مشتمل یہ تقریر اقوامِ متحدہ کی ویب سایٹ کے شکریہ کے ساتھ منسلک ہے۔نمونتاً چند جملے اور ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

*'This is a solmn moment, solemn in the history of the world,'

*'The United Nations is today on trial. The world is watching and will see how it acquits itself'

*'Remember, nations of the West, that you may need friends tomorrow, that you may need allies in the Middle East.'

.*'Having cut Palestine up in that manner- - - Palestine shall never belong to its people; it shall always be stretched upon the cross.'

*'What asuthority has the United Nations to do this? what legal authority, what juridical authority has it to do this?'

*'یہ ایک اہم لمحہ ہے، دنیا کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ،' *'آج اقوامِ متحدہ کٹہرے میں کھڑی ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ سرخرو ہو کر نکلتی ہے کہ نہیں'۔

' *اے مغربی اقوام یاد رکھو شاید کل تمہیں مشرق وسطیٰ میں دوستوں اور اتحادیوں کی ضرورت پڑے'۔

'*فلسطین کو اس طرح ٹکڑے کر دینے سے پھر یہ کبھی بھی اپنے باشندوں کی مملکت نہیں بن سکے گا۔یہ ہمیشہ کیلئے مصلوب رہے گا'۔

'*اقوامِ متحدہ کو ایسا کرنے کا کیا اختیار ہے؟ اسے یہ قدم اُٹھانے کا کونسا جائز، کون سا قانونی حق حاصل ہے؟'۔ تقسیم کے فیصلے پر آپ کا انتباہ:

جس دن جنرل اسمبلی میں رائے شماری کی بنیاد پر فلسطین کو تقسیم کر دینے کا فیصلہ ہوا۔حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ایک بیان میں، جو پاکستانی وفد کے سیکریٹری نے اسمبلی میں پڑھ کر سنایا، اس فیصلہ کے ذمہ دار طاقتور ممالک کو جن الفاظ میں متنبّہ کیا، یہ اقوامِ متحدہ کی ویب سایٹ پر موجود آپ کی بیان سے ظاہر ہے۔اس کے چند جملے اور ان کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

'A fateful decision is taken- - -'

'Empires rise and fall. History tells of the empires of the Babylonians, the Egyptians, the Greeks and the Romans, the Arabs, the Persians and the Spaniards. Today, most of the talk is about the Americans and the Russians. The Holy Koran says: We shall see the periods of rise and fall as between nations, and that cycle draws attention to the universal law. What endures on earth is which is beneficient for God's creatures- - -' 'We must fear that the beneficiaries, if any, to which partition may lead wll be small in comparision to the mischief which it mght inaugrate. It totally lacks legal validity- -'

ترجمہ' *:ایک ایسا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے خوفناک نتائج نکلیں گے'۔

' *سلطنتیں عروج پاتی ہیں اور ان کا زوال بھی ہوتا ہے۔ہمیں تاریخ میں . اہلِ بابل، مصریوں، یونانیوں، رومیوں، عربوں، اہلِ فارس اور ہسپانیہ کی سلطنتوں کا

ذکر ملتا ہے۔ آج کل زیادہ تر ذکر امریکیوں اور روسیوں کا ہو رہا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ہم ' اقوام کے درمیان ترقی اور تنزّل کے ادوار دیکھیں گے '۔ اور یہ گردش ہمیں اسی آفاقی قانون کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ زمین پر اسی کو ثبات ملتا ہے جو خدا کی مخلوق کیلئے نفع بخش ہو۔'' ہمیں اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ اگر اس تقسیم سے کوئی فائدہ ہوا بھی تو وہ اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فساد کے مقابلے میں بہت معمولی ہو گا کہ یہ فیصلہ کسی بھی قانونی جواز سے کلیتاً عاری ہے

۸۔ قیام اسرائیل پر حضرت امام جماعت احمدیہ کی راہ نمائی:

14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا۔ اس وقت حضرت مصلح موعود نے اس واقعہ پر دکھے دل کے ساتھ حقیقی مومنانہ جذبات کا اظہار کیا۔ ان بیانات کے برعکس جو عام طور پر ایسے مواقع پر ہمدردی اور مذمّت کے اظہار سے اپنا حلقۂ اثر بڑھانے کیلئے سیاست کار کیا کرتے ہیں۔ آپ کے اس مضمون کا لفظ لفظ دینِ حق سے محبت اور اس کی عظمت کیلئے تڑپ، مومنین کی فلاح و بہبود کیلئے اُمڈتے جذبات، کفار کے حملوں کے خلاف اتحاد کی ضرورت اور موثّر مدافعت کیلئے بہترین، روشن اور قابل عمل راہنمائی سے بھرپور ہے۔ یہ مضمون الکفر ملّۃ واحدہ کے عنوان کے تحت روزنامہ الفضل، ربوہ کے 31 مئی 1948ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون کے کچھ حصے منسلک ہیں اور چند جملے درج ذیل ہیں۔ ' سوال فلسطین کا نہیں، سوال مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکّہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال خود محمد رسول ﷺ کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہ ہو گا۔ ہمارے لئے یہ سوچنے کا موقع آگیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہیئے یا اکٹھے ہو کر فتح کیلئے کافی جدوجہد کرنی چاہیئے۔' ہمیں چاہیئے کہ اپنے عمل سے، اپنی قربانیوں سے، اپنے اتحاد سے، اپنی دعاؤں سے، اپنی گریہ وزاری سے فلسطین پر دوبارہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت کے زمانہ کو قریب سے قریب تر کر دیں'۔

9۔ حرفِ آخر: مندرجہ بالا حقائق صورتحال کی مکمل وضاحت کے ساتھ پورے طور پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ اسرائیل میں احمدیوں کی موجودگی کے حوالے سے لگائے جانے والے تمام الزامات غلط اور خلاف واقعہ ہیں۔ قرآن کریم نے جھوٹ بولنے سے بار بار منع فرمایا ہے حتیٰ کہ بتوں کی پلیدی اور جھوٹ سے بچنے کا حکم ایک ساتھ دیا ہے حج 22 : 31 ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔ اور جھوٹوں پر شیاطین کے اترنے کی خبر دی جیسا کہ فرمایا۔ شعراء 26 : ۔ کیا تمہیں اس کی خبر دوں جس پر شیاطین اترتے ہیں وہ ہر پکّے جھوٹے اور سخت گناہ گار پر بکثرت اترتے ہیں۔

اسی لئے جھوٹ کا کوئی جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ۔ (آل عمران 3: 62)

ترجمہ: آؤ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

بشارت محمود طاہرؔ

یہ شہر پُرنشان کہ ربوہ ہے جس کا نام
غم میں ہے سائبان کہ ربوہ ہے جس کا نام

بستے ہیں اس کی خاک میں ہیرے جہان کے
کیسی ہے اس کی شان کہ ربوہ ہے جس کا نام

زندہ ہیں جس میں پیار کی یادوں کے سلسلے
یہ وہ ہے داستان کہ ربوہ ہے جس کا نام

پھیلا ہوا ہے دل کی زمینوں پہ اس کا پیار
ہم جسم اور یہ جان کہ ربوہ ہے جس کا نام

اپنے لہو سے اس کو بنائیں گے خوبرو
ہم اس کے ہیں جوان کہ ربوہ ہے جس کا نام

ہم کو تو اپنی جان سے پیاری ہے یہ زمین
ہم اس کے عاشقان کہ ربوہ ہے جس کا نام

مسکن ہے عاشقانِ غلامانِ مصطفےٰؐ
اک اور قادیان کہ ربوہ ہے جس کا نام

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان

از شہزادی عابدہ سلطانہ والئی بھوپال کی ولی عہد...

"ایک انقلابی خاتون کی سرگزشت"۔



مرسلہ.....رانا عبد الرزاق خان

میں سر ظفر اللہ سے پہلی دفعہ اس وقت ملی جب وہ ہز ہائی نس کے مشیر کی حیثیت سے بھوپال آئے ہوئے تھے۔ 1944ء سے 1947ء کے درمیاں ہز ہائی نیس شہزادوں کے ایوان کے سربراہ تھے۔ بحیثیت بھوپال کابینہ کا صدر اور ریاست کے ولی عہد مَیں ظفر اللہ خان سے لمبی لمبی گفتگو کیا کرتی تھی۔ یہی وہ دور تھا جب میں اُن کی اعلیٰ دانش خُدا پرستی اور انسانیت دوستی سے آگاہ ہوئی۔ قادیانی ہونے کے ناطے ظفر اللہ خان بھوپال میں ایک غیر معمولی چیز تھے کیونکہ بھوپال میں شاید ہی کوئی دوسرا قادیانی تھا۔ مگر ذاتی عقائد کا ہمارے معاشرے میں احترام کیا جاتا تھا۔ پاکستان اور بھارت اپنی آزادی حاصل کرنے کے نازل سالوں میں ظفر اللہ خان ایک مضبوط پاکستان کے حصول کے لئے کام کر رہے تھے اور برصغیر میں ایک تیسرے بلاک کے وجود کے لئے انہوں نے شاہی ریاستوں کے یکجا ہونے کا نظریہ بھی دیا۔ ظفر اللہ خان اپنے " راجستھان کے تصور پر دلجمعی سے کام کر رہے تھے اور یکجائی کے طریقہ کار اور ساخت پر ہز ہائی نیس کے مشیر اعلیٰ تھے۔ سر ظفر اللہ خان کا خیال تھا کہ اس طرح کے تیسرے بلاک کے وجود سے پاکستان کے خلاف بھارت کے بڑھتے



ہوئے وزن کے مقابلے میں توازن آجائے گا۔ اگرچہ اس وقت دنیا کے نقشہ پر پاکستان کا وجود نہیں تھا مگر ظفر اللہ خان تبھی سے اس کی مضبوطی کے لئے ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ میری بعد کی ملاقاتیں سر ظفر اللہ خان سے پاکستان میں ہوئیں جب وہ وزیر خارجہ تھے۔ خاص کر 1954ء میں جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مَیں پاکستانی وفد کی رکن تھی اور وہ اس کے سربراہ تھے۔ ظفر اللہ خان کے ساتھ اتنے قریب رہ کر کام کرنے کے بعد میں اُن کی ذمہ داری اور پاکستان سے محبت کی معترف ہو گئی۔ ذیابیطس کا مریض ہونے کے باوجود روزانہ اٹھارہ گھنٹے پاکستان کے لئے کام کرتے۔ چند گھنٹوں کے لئے پاکستان کے اقوام متحدہ میں واقع دفتر میں واقع ایک چھوٹے سے کمرے میں سو لیتے تاکہ پانچ ستاروں والے ہوٹل کے اخراجات سے بچ جائیں۔ ان کی حیران کن دانشمندی اور ذہانت نے انہیں اقوام متحدہ میں جمع دیگر وزرائے خارجہ کے درمیان ایک امتیازی حیثیت دی تھی۔ ظفر اللہ خان نے ان کے سامنے پاکستان کی اکیس مدلل طریقے سے پاکستانی جھکاؤلی ہوئی انگریزی میں پیش کیا۔ کرشنا مینن کے ساتھ کشمیر کے مسئلہ پر اُن کی آٹھ آٹھ گھنٹے کی بحث و تکرار اقوامِ متحدہ کا موضوع بن گئی تھیں۔ یہ تقاریر ظفر اللہ خان نے انتہائی مہارت سے خود تیار کیں تھیں۔ وہ جارحانہ ہوتیں مگر ان میں ذاتی رنجش کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ انہیں تفصیلات پر پورا عبور ہوتا جو اقوام متحدہ کی ہر کمیٹی کی تازہ کیفیت سے اُن کی واقفیت اور پاکستانی نمائندوں کو اُن کی ذاتی کمیٹیوں کے بارے میں اُن کی باقاعدہ راہنمائی سے صاف ظاہر تھا۔ سر ظفر اللہ خان ایک غیر مشہور انسان تھے۔ انہیں اُن کے عقائد کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا جسے انہوں نے تحمل اور وقار سے برداشت کیا۔ اس تذلل کے باوجود وہ اسلام اور پاکستان کے مقاصد کے لئے اپنے اختیار کئے ہوئے راستے سے کبھی نہ بھٹکے۔ عرب دنیا میں اُن کا اتنا احترام کیا جاتا تھا۔ خاص طور پر شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ میں کئی عشرے گذرنے کے بعد عرب خاندان اُن کے نام سے اچھی طرح واقف تھے۔ میاں نے مجھے بتایا کہ جب 1962ء سے 1966ء تک تیونس میں خدمات سرانجام دے رہے تھے تو بہت سے تیونسیوں نے اپنے بیٹوں کا نام ظفر اللہ رکھا ہوا تھا اور یہ کہ جب کسی پاکستانی سے شمالی افریقن کے پہلی ملاقات ہوتو وہ نہایت تحسین آمیز الفاظ میں ظفر اللہ خان کے عرب ممالک اور مسلم اُمنگوں کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کو سراہتا ہے۔ میاں نے بتایا کہ ظفر اللہ خان کا اُردن اور مشرقِ وسطیٰ میں بھی اس طرح احترام کیا جاتا تھا۔ یہ بلاشبہ سچ ہے کہ ظفر اللہ خان پکے قادیانی تھے لیکن وہ قادیانی مقاصد کے لئے ان کے حمایت اس حد تک ہوتی تھی کہ مہینے کے آخر میں وہ اپنی تنخواہ میں سے جتنی زیادہ سے زیادہ رقم بچا سکتے تھے اس کا زیادہ حصہ وہ ربوہ بھجوا دیتے تھے۔ کفایت شعاری جس کے لئے سر ظفر اللہ خان مشہور تھے وہ اُن کی اسی لگن کی وجہ سے تھی نہ کہ ذاتی مفاد کے لئے۔ میں ظفر اللہ خان کو اُن کی حُب الوطنی اور اُن کی غیر معمولی صلاحیتوں کی بناء پر یاد رکھوں گی۔ وہ بُاصول تھے اپنے مقاصد کے لئے وقف، مہربان، زیرک، اُن کا مطالعہ بے حد وسیع تھے اور اُن میں ایک عجب صلاحیت یہ تھی کہ وہ سیکنڈ کے اند



ایک پورا صفحہ پڑھ لیتے تھے۔ جیسے وہ پڑھتے نہ ہوں اُن کا دماغ پورے صفحہ کی تصویر لے لیتا ہو۔ سب سے بڑی بات ظفر اللہ خان ایک منکسر المزاج۔ ہمدرد، تیز فہم۔ شخص تھے۔ میں پاکستان کے لئے یہ قابل شرم سمجھتی ہوں کہ ان کے ذاتی عقائد کی بنا پر اُن کی عظیم خدمات پر پردہ ڈالا گیا اور اس طرح اُن کی خوبیوں کو قوم سے چھپایا گیا۔ یہی عصبیت واحد انعام یافتہ سائنسدان پروفیسر عبد السلام پر نازل ہوئی۔“

مہِ خورشید جمال

پروفیسر مبارک احمد عابد

آہ آج چھُپا وہ مہِ خورشید جمال
جس کے جیون کا سفر شوکتِ تابانی لئے
اُس کے اوصاف کی توقیر میں تابندہ مثال
اُس کی ہر یاد میں حسنات کے روشن ہیں دیئے
تھے فدا دین کے لئے اُس کے دل و جان ہمیش
اس طرح دنیا میں کی اُس نے حیات اپنی بسر
انجمن تھی کہ وہ خلوت تھی ہر اِ ک آن ہمیش
مرشدِ وقت کی طاعت ہی رہی پیشِ نظر
وقتِ رخصت تھے بہت چاہنے والے اُس کے
مجتمع جو تھے یہاں چاند کے دفنانے کو
ہر طرف پھیلے تھے یادوں کے اُجالے اُس کے
نام اُس کا سدا تاریخ میں چمکانے کو
اشہبِ وقت کا درویش صفت شاہ سوار
وہ بڑا عالی نسب اور بڑا پاک سرشت
گیا فردوس میں ہوگا وہ بصد عزّ و قار
اُس کے رستے میں جلے ہوں گے چراغانِ بہشت



13 قرار دادلاہور اور سر ظفر اللہ خان

قائداعظم کو مسلم لیگ سنبھالے تھوڑا وقت ہوا تھا کہ گورنمنٹ نے 1937 میں عام انتخابات کروادئے اس میں کانگریس کے بالمقابل مسلم لیگ کامیاب نہ ہو سکی کانگریس نے طاقت کے نشہ میں ایسے اقدام کئے جو مسلمانوں کے لئے مایوس کن تھے مثلاً ہندی کو قومی زبان قرار دیا گاؤ کشی پر پابندی اور ترنگے کو قومی پرچم قرار دیا۔ اس سے مسلم عمائدین کی آنکھیں کھل گئیں کہ مسلم اور ہندو دو جدا قومیں ہیں جن کا الحاق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ 23 مارچ 1940 کو منٹو پارک لاہور میں تین روزہ مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں قرار داد لاہور پیش کی گئی کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں آزاد مملکت قائم کی جائیں۔ اگلے سال مسلم لیگ کے آئین میں اسے شامل کر لیا گیا جو بعد میں تحریک پاکستان کی بنیاد بنی۔ اس قرار داد کا مسودہ سر ظفر اللہ خان صاحب نے تیار کیا NUST یونیورسٹی کے لیکچرار جناب حسین احمد لکھتے ہیں ”(ترجمہ) یہ سر ظفر اللہ خان ہی تھے جنہوں نے قرار داد لاہور کا بھی مسودہ تیار کیا تھا جس میں پہلی بار پاکستان کا تصور پیش کیا گیا۔ لیکن انکے کردار کو سالہا سال تک صیغہ راز میں رکھا گیا یہاں تک کہ حال ہی میں لارڈ لنتھگو کی تحریر کردہ دستاویزات اور خطوط نے سر ظفر اللہ خان کے کردار کی مرکزی حیثیت کو منکشف کر دیا ہے“ (ڈیلی ٹائمز 22 دسمبر 2012)





ایک دل توڑ کر تو نے مسجد بنائی!
ایک مان توڑ کر تو نے نماز پڑھی!
کسی کو رلا کر تو رب راضی کرنے چلا!
کسی کو ستا کے تو حج کر آیا!
تو نے نیکی کر کے گناہ گار کو حقیر جانا!!
اے کرنے والے بہتر تھا کہ تو گناہ کر کے
انسان رہ جاتا، نیکی کر کے خدا نہ بنتا۔

مخبوط الحواس قوم اور نومولود کشمیری تکفیر



تحریر اصغر علی بھٹی

یہ اوائل 1930 کی بات ہے۔ لاہور کی سرزمین پر بریلویوں اور دیوبندیوں کا ایک یادگار مناظرہ ہونا طے پایا۔ جس کے لئے حَکَم کے طور پر علامہ ڈاکٹر اقبال، پروفیسر اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری بیرسٹر ایٹ لاء جیسی قد آور شخصیات کے نام تجویز ہوئے جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی محمد منظور نعمانی اور بریلویوں کی طرف سے مولوی حامد رضا خاں (خلف اکبر مولوی احمد رضا خان) مناظر مقرر ہوئے۔

پورے لاہور میں زور و شور سے اس مناظرے کے لئے تیاریاں جاری تھیں۔ اِرد گرد کے دیہاتوں سے بھی علماء شہر میں پہنچ چکے تھے۔ ہر مسجد میں مولوی حضرات اپنے اپنے فرقے کے لوگوں کے خون کو خوب گرما رہے تھے اور پیش وقت فتح کی نویدیں سنا رہے تھے۔ کتابوں کے چھکڑوں کے چھکڑے جمع ہو رہے تھے۔ گویا کہ ایک دنگل تھا جس کی تیاری پوری حرارت کے ساتھ جاری تھی کہ اچانک بریلویوں کی طرف سے بلوے کے خطرے کو بنیاد بنا کر معذرت کا اعلان کر دیا گیا۔

تصویر کا رخ بدل گیا۔ دیوبندی حضرات اِسے فتح مبین کے نام سے مَعَنْوَن کر کے فتح کے ڈھونگرے برسانے شروع ہوگئے۔ تو بریلوی حضرات اِسے گستاخانِ رسول کی حکومت سے ملی بھگت اور فسادی ہونے کی نوید سنانے لگ گئے۔

اِس تمام ہنگامے میں مولوی منظور احمد نعمانی دیوبندی نے اپنا وہ بیان جو انہوں نے اِس مناظرے میں پڑھنا تھا تحریری شکل میں "فیصلہ کن مناظرہ" کے نام سے شائع کر دیا۔ اور آغاز کے طور پر عقل اور عقل فہمی کے حوالے سے ایک دلچسپ تجزیہ پیش کیا۔

بے چاری عقل کی بے عقلی اور اہل اللہ کی مخالفت

مولوی منظور نعمانی صاحب فرماتے ہیں:

"اس دنیا میں بعض واقعات اِس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سرمارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔"... حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ اُن کی قوموں نے عام طور پر جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے۔ **یا حسرۃ علی العباد مایا تیھم من رسولٍ الاکانو بہ یستھزؤن ۔** (یٰس :2)

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی سرگزشت کو اِس نظر سے حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے... بچپن ہی سے صورت میں دلکشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اُس کی آنکھ کے تارے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دے۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کہتی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر یک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذّب اور مخالف نہ ہوتا لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعاد تمندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہوگئی جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے رہے تھے وہی شاعر اور مجنون اور ساحر و کذّاب کہنے لگ گئے۔ اور آپ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکانا اُن کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ بے چاری عقل حیران ہے ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اِن دنوں مکہ میں دماغوں کو خراب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہوگئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اُس نے کیا وہ پاگل پن کی وجہ سے کیا۔ اِس کی دوسری مثال اُمت میں لیجئے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم۔ یہ چاروں بزرگ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ اُن کی وفاداری، ان کا اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ لیکن غور کیجئے اس اُمت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابل فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے مستقل فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ان جلیل القدر صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ معاذ اللہ ان کو کافر و منافق اور گردن زدنی کہنے پر مُصر تھے۔ اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کا قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور اُس کا امتیاز ہی یہ ہے کہ

حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، کی عداوت و بد گوئی ......اور ان پاک ہستیوں پر تبرّا بازی ان کا محبوب مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔ خلاف عقل مجادلانہ کج بحثیوں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرز عمل کی کوئی معقول توجیہہ کر سکتی ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس فرقے والے سب پاگل اور عقل عام سے محروم ہیں واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین وفطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔

یہی حال ان کے اصل حریف اور مدّ مقابل فرقہ یعنی خوارج و نواصب کا ہے ان بدبختوں کے نزدیک سیدنا علیؓ ایسے بد دین، اس درجہ کے دشمن اسلام اور ایسے مجرم اور گردن زدنی تھے کہ ان کو ختم کر دینانہ صرف کار ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا... شقی ابن ملجم سیدنا حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کر کے گرفتار ہونے کے باوجود نعرے لگاتا تھا**فزت برب الکعبہ**۔ ...بتلایئے کہ عقل بیچاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہہ کرے؟...یہ فرقہ خوارج بھی پاگلوں اور ان پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا بلکہ اُن میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے۔"(فیصلہ کن مناظرہ، ص9 تا14، زیر عنوان بریلی کا تکفیر فتنہ ماضی اور حال، ناشر دارالانفاس کریم پارک 3راوی روڈ لاہور)

پھر آپ نتیجہ کے طور پر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آخر ایسا ہوتا کیوں ہے؟ آپ فرماتے ہیں "جب کوئی شخص حب مال یاحُبِّ جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے توکم ازکم اس خاص معاملہ میں خداترسی، حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اُس سے چھین لی جاتی ہے اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقل سلیم ان کی کوئی توجیہہ بھی نہیں کر سکتی ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے" **لھم قلوب لا یفقھون بہا ولھم اعین لا یبصرون بہا ولھم اٰذان لا یسمعون اولئک کالانعم بل ہم اضل اولیک ھم الغفلان** (فیصلہ کن مناظرہ، صفحہ 15-14)

اس ہفتے آخر کار وطن عزیز میں مسلم لیگ نواز کی حکومت نے پاکستان میں سیالوی صاحب کے دربار پر اور آزاد کشمیر میں ملاں کے آستانے پر شریعت نافذ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے حوالے سے باسی کڑی میں اُبال دے دیا۔ اس عظیم نفاذ شریعت کو دیکھتے ہوئے مشہور مذہبی سکالر اور کالم نگار جناب خورشید ندیم صاحب بھی کہہ اُٹھے ہیں کہ جناب شہباز شریف صاحب نے سیالوی صاحب کے گھٹنوں کو ہاتھ لگائے تو تب جا کر ہم جیسوں پر یہ عظیم عقدہ وا ہوا ہے کہ سات دنوں میں شریعت کیسے نافذ ہوتی ہے؟

خاکسار نے وطن سے آنے والی اس خبر کو سنا تو مجھے دیوبندی دنیا کے سرتاج جناب مولوی منظور نعمانی صاحب کا "بے چاری عقل کی بے عقلی اور اہل اللہ کی مخالفت" کے حوالے سے دیا ہوا1930 کا یہ مندرجہ بالا بیان یاد آگیا۔ آج مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ خداترسی اور فہم سلیم کی دولت کس کے نصیبے سے منہا ہو چکی ہے۔ حب مال، حب جاہ اور نفسانی خواہشات کے دیوتا کہاں اور کس کے آنگن میں ننگا ناچنے میں مصروف ہیں۔ اور نہ ہی یہ لکھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ کی سرزمین پر کس کس کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو کافر اعلان کرے اور کس کو اختیار ہی نہیں۔ اور مجھے یہ بھی نہیں یاد کرنا کہ کشمیر اور سرزمین کشمیر کے لئے جماعت احمدیہ کی کیا کیا خدمات ہیں اور آج اہالیان کشمیر نے کس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنا نام محسن کشوں کی لسٹ میں کتنے نمبر پر لکھوالیا ہے۔ نہ ہی مجھے لکھنا ہے اور نہ ہی مجھے یاد کرنا ہے کیونکہ ایسی دنیا میں ایسا ہی ہونا چاہئے تھا اور ایسا ہی ہوا یہ ایک اٹوٹ قانون قدرت ہے

اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے کہ **مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لھا من قرار** (سورۃ ابراہیم 26) جس ملک کا وزیر اعظم قومی اسمبلی کی کھڑکیاں بند کر کے چھپ کر لاکھوں لوگوں کے ایمان کا فیصلہ کر دیتا ہے مگر صرف چند دن بعد جب اپنے شراب پینے کے اعلان پر عدالت اس کی مسلمانی پر سوال اٹھاتی ہے تو چیخ اُٹھتا ہے کہ " ایک اسلامی ملک میں ایک کلمہ گو کے عجز کے لئے یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہو گا کہ وہ یہ ثابت کرے کہ وہ مسلمان ہے۔۔۔یہ ایک ہراساں کر دینے والا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ایک کربناک معاملہ بھی ہے۔ یور لارڈ شپس یہ مسئلہ کیسے کھڑا ہوا؟ آخر کس طرح؟؟۔ خواہ کتنے ہی اعلیٰ عہدے پر کیوں نہ ہو لیکن دراصل اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ کسی فرد کسی ادارے اور کسی عدالتی بنچ کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ ایک ایسے معاملے پر اپنی رائے دے جس پر رائے دینے کا اس کا کوئی حق حاصل نہیں۔ چونکہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی بیچ کا واسطہ نہیں۔ اللہ اور انسان کا معاملہ ہے اور اس کا فیصلہ وہ خود خدا روز حشر کرے گا۔ مائی لارڈ جیسا کہ میں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ ایک مسلمان کے لئے کافی ہے کہ وہ کلمے میں ایمان رکھتا ہو۔ اس حد تک بات کی جا سکتی ہے کہ جب ابو سفیان مسلمان ہوا اور انہوں نے کلمہ

پڑھا تو رسول اکرم ﷺ کے بعض صحابہ نے سوچا کہ اس کی اسلام دشمنی اتنی شدید تھی کہ شائد ابوسفیان نے اسلام کو محض اوپری اور زبان کی سطح پر قبول کیا ہو لیکن رسول اکرم ﷺ نے اس سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ جونہی اس نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔

احسن اقبال صاحب ہوں یا رانا ثناء اللہ صاحب حامد زاہد صاحب ہوں یا ذوالفقار علی بھٹو صاحب سبھی ایک منہ سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ جو اپنے منہ سے کلمہ پڑھ لے وہ مسلمان ہے اسے کسی سے سرٹیفیکیٹ لینے کی ضرورت نہیں "خواہ کتنے ہی اعلیٰ عہدے پر کیوں نہ ہو لیکن دراصل اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ کسی فرد کسی ادارے اور کسی عدالتی بنچ کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ ایک ایسے معاملے پر اپنی رائے دے جس پر رائے دینے کا اس کا کوئی حق حاصل نہیں۔ چونکہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی بیچ کا واسطہ نہیں۔ اللہ اور انسان کا معاملہ ہے اور اس کا فیصلہ وہ خود خدا روز حشر کرے گا"۔ اور اسی لمحے دوسرے منہ سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نہیں ہمیں اختیار ہے ہم اللہ اور انسان کے درمیان کے ٹھیکیدار ہیں۔ احمدیوں کے لئے ہم روز حشر کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ان کو اپنا کافر ہونا فوراً تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ ان کو ملک کی مقدس قومی اسمبلی نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

ایک منہ سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اس اسمبلی پر لعنت ہزار لعنت یہ چوروں اور ڈاکوؤں کا مسکن ہے اسی لمحے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ احمدیوں کو اپنا کافر ہونا تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ ان کو ملک کی مقدس قومی اسمبلی نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

ایک منہ سے کہہ رہے ہیں کہ یہ مولوی ختم نبوت کا نام بیچ رہے ہیں 21 کروڑ کی رشوت کا دعویٰ ہے کہیں تو کسی کے ساتھ ڈیزل کا لاحقہ ہے۔ کوئی پیر سینٹ کی ٹکٹ کے ساتھ منسوب ہو رہا ہے تو کسی کے کھاتے میں جہاد افغان کے نام پر رنگین سے لئے ہوئے ڈالر ہیں۔ کسی کو حاجیوں سے ڈاکے مارنے والا بتا کر جیل میں ڈال رہے ہیں۔ کہیں اسے مساجد میں بچوں سے بدفعلی کرنے والا بتا رہے ہیں تو کہیں پانچ پانچ چھ چھ سال کی بچیوں کا ریپسٹ اور قاتل دکھا رہے ہیں۔ مگر عین اسی لمحے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ دیکھیں آپ کو اپنا کافر ہونا تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ آپ کو ملک کے علمائے کرام نے متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ سچ ہی کہا تھا مولوی منظور نعمانی صاحب نے کہ "جب کوئی شخص حب مال یا حُبّ جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات وخیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خداترسی، حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اُس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر بظاہر عقل وہوش رکھنے کے باوجود اس سے ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقل سلیم ان کی کوئی توجیہہ بھی نہیں کر سکتی ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان **لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون اولئک کالانعم بل ہم اضل اولیک ھم الغفلان** (فیصلہ کن مناظرہ، صفحہ 15-14) ایسے مفقود العقل اور مخبوط الحواس لوگوں سے بحث نہیں کرتے اُن کے لئے دعا کرتے ہیں

مشہور کالم نگار جناب ہارون الشید صاحب اپنے 08/02/2018 کے کالم" دین ملا فی سبیل اللہ فساد" میں اپنے ایک مذہبی تنظیم کے اجتماع میں شمولیت کی داستان لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقرر نے حضرت عکرمہ بن ابوجہل کا قصہ بیان کیا کہ فتح مکہ کے بعد سمندر کا اُنہوں نے رخ کیا کہ دور دراز کی کسی زمین میں جابسیں۔ کشتی کو طوفان نے آلیا تو مسافروں نے پروردگار کو پکارا یا اللہ یا اللہ عکرمہ نے کہا کہ اپنے بتوں سے مدد کیوں نہیں مانگتے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے میں زمین و آسمان کے خالق کو ہی پکارا جاتا ہے۔ آپ نے یہ سنا تو واپس لوٹ آئے۔ اپنے مرکزی خیال کو واضح کرنے کے بعد مقرر نے کہا کہ پاکستانی مسلمان مشرکین مکہ سے بھی بدتر ہیں مصیبت اور موت میں بھی قبروں کو پکارتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ مشہور اہل حدیث مولوی جناب احسان الٰہی ظہیر صاحب نے بھی اپنی آنکھیں بند کرنے سے پہلے پاکستان کے سواد اعظم کی تصویر کشی کرتے فرمایا تھا کہ "ان کے عقائد کا اسلام سے دور نزدیک کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ بعینہ وہی عقائد ہیں جو جزیرہ عرب کے مشرک اور بت پرست رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے بلکہ دور جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں اس قدر غرق نہ تھے جس قدر یہ ہیں"۔ (البریلویہ صفحہ 9) بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں"۔ (صفحہ 55) "کفار مکہ۔ جزیرہ عرب کے مشرکین اور دور جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور ردی عقائد نہ رکھتے ہونگے"۔ (البریلویۃ صفحہ 65)

پاکستان کے انہیں درگاہوں کے متولی حضرات کا 7 دن میں شریعت کے نفاذ کا دھمکی نما مطالبہ اور کشمیر اسمبلی میں جماعت احمدیہ کو کافر قرار دینے والے ان" عظیم مسلمانوں" کو تاریخ کس لقب سے یاد کرے گی وہ ایک مستقبل کا ملگجا ہے مگر جناب مودودی صاحب جو ساری عمر انقلاب اسلامی کے لئے صالحین کی فوجیں تیار کرنے میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے مگر اپنی عمر رفتہ کے ساتھ ایک ڈھلتی

شام اپنی ناکامیوں اور اپنی قوم کا نوحہ کہتے ہوئے دل کے کرب کو چھپا نہ سکے اور چیختے ہوئے گویا ہوئے "لوگ اسلام سے انحراف کرنے ہی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ان کا نظریہ اب یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی کرے وہ اسلامی ہے حتیٰ کہ وہ اگر اسلام سے بغاوت بھی کرے تو وہ اسلامی بغاوت ہے۔ یہ سودی بینک کھولیں تو اس کا نام اسلامی بینک ہو گا۔ یہ انشورنس کمپنیاں قائم کریں گے تو وہ اسلامی انشورنس کمپنی ہو گی۔ یہ جاہلیت کی تعلیم کا ادارہ کھولیں تو وہ مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ کالج یا اسلامیہ سکول ہو گا۔ ان کی کافرانہ ریاست کو اسلامی ریاست کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ ان کے فرعون اور نمرود اسلامی بادشاہ کے نام سے یاد کئے جائیں گے۔ ان کی جاہلانہ زندگی اسلامی تہذیب و تمدن قرار دی جائے گی۔ ان کی موسیقی و مصوری اور بت تراشی کو اسلامی آرٹ کے معزز لقب سے ملقب کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ یہ سب سوشلسٹ بھی ہو جائیں تو مسلم سوشلسٹ کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ان سب ناموں سے آپ آشنا ہو چکے ہیں اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ اسلامی شراب خانے، اسلامی قحبہ خانے، اور اسلامی قمار خانے جیسی اصطلاحوں سے آپ کا تعارف ہو جائے"(سیاسی کشمکش حصہ سوئم طبع اول ص26)

مودودی صاحب توڈھلتی عمر کے ساتھ اپنا بوجھ میاں طفیل صاحب کے کندھوں پر ڈال کر عازم امریکہ اور پھر وہیں سے راہی عدم ہو گئے۔ مگر میاں طفیل صاحب نے جو سرمایہ پیچھے چھوڑا اسی واقعی یہ حق حاصل تھا کہ وہ دوسروں کے ایمان تو کیا زندگیوں کے فیصلوں کی بھی مجاز مطلق ہوں۔ قوم کی مخبوط الحواسی کا ٹمپریچر بتاتے ہوئے میاں طفیل صاحب نے اپنے عاقبت نامہ کو یوں پڑھا تھا"" "قوم میں کس پر اسلام لایا جائے؟ کس پر اسلام نافذ کیا جائے؟ قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے... امر واقعہ یہ ہے کہ یہ قوم تو بالکل سڑ گئی ہے پیسے بغیر کوئی ووٹ دینے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی ناچ رہا ہو کوئی زانی زنا کر رہا ہو۔ کسی کو پرواہ نہیں پیسہ ہو تو وہ لیڈر بن جائے گا۔ کسی کو امانت اور دیانت کی کوئی پرواہ نہیں نہ ضرورت جتنا بڑا کوئی رشوت خور ہو۔ جتنا بڑا کوئی بد دیانت ہو۔ جتنا بڑا کوئی سمگلر ہو۔ زانی ہو۔ بدمعاش ہو اس کو ووٹ دیں گے اب آپ ہی بتائیں کس پر اسلام نافذ کیا جائے؟۔ آپ کے علماء کا کیا حال ہے؟ ایک حلوے کی پلیٹ کسی مولوی صاحب کو کھلادیں جو چاہے فتویٰ لے لیں ہر مولوی دوسرے کو کافر بنا رہا ہے۔ جماعت اسلامی 50 سالوں سے کام کر رہی ہے۔ مولانا مودودی جیسا شخص اس قوم کے واسطے سر کھپاتا رہا۔ گیارہ کروڑ کی آبادی میں سے اس وقت بھی 5 ہزار جماعت اسلامی کے ارکان ہیں وہ بھی چھوٹی برادریوں اور ذاتوں کے تعلق رکھنے والے یا دفتروں کے چپڑاسی کوئی قابل ذکر آدمی جماعت اسلامی کے ساتھ نہیں"۔(بیدار ڈائجسٹ اگست 90ء صفحہ 9 ضیاء الحق شہید نمبر)

آج شام عبد المالک صاحب اپنے پروگرام with malick breakingviews میں سینٹ 2018 میں نامزد ہونے والے "نئے صالحین" کو" ہیرے "کے نام سے معنون کر کے ان کے کارہائے نمایاں قتل، منی لانڈرنگ وغیرہ بتا رہے تھے۔ اس میں جلنے کی آخر کیا بات ہے؟ اور ایسا آخر کیوں نہ ہو بھائی؟ مستند اسلامی سوسائٹی کے لئے مستند اسلامی قانون سازی کرنے کے لئے مستند اسلامی سپوتوں کی شکلیں ایسی ہی ہونی چاہئیں۔ مور جنگل میں ناچتے ناچتے اپنے پاؤں کو دیکھ کر کیوں روتا ہے وہ مجھے اپنے سکہ بند اسلامی بھائیوں کے ان بیانات کو پڑھ کر اس دکھ کا اندازہ بخوبی ہو گیا ہے۔ بقول مولانا عبد الماجد دریا آبادی ایڈیٹر صدق جدید و خلیفہ مجاز اشرف علی تھانوی "مبارک ہے وہ دین کا خادم جو تبلیغ واشاعت قرآن کے جرم میں قادیانی یا احمدی قرار پائے"۔(صدق جدید 22 دسمبر 1961ء) اور بقول مشہور عالم دین اور جماعت اسلامی کے سابقہ عہدیدار جناب مولوی عبد الرحیم اشرف مدیر المنیر لائل پور "ہر وہ چیز جو انسانیت کے لئے نفع رساں ہو اسے زمین پر قیام وبقا ہوتا ہے۔ قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اولین اہمیت اُس جدوجہد کو حاصل ہے کہ جو اسلام کے نام پر وہ غیر ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل کرتے ہیں۔ سید المرسلین سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن وسلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلام تبلیغ کا کام صرف اصول "نفع رسانی" کی وجہ سے قادیانیت کے بقا اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے ظاہری حیثیت سے بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ ہے ایک عبرت انگیز واقعہ خود ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا 1954 میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم دور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔ قادیانی عین انھیں دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے گویا وہ

بزبان حال و قال کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملت اسلامیہ جو اس وقت جبکہ آپ لوگوں ہمیں کافر قرار دینے کے لئے پر تول رہے ہو غیر مسلمانوں کے سامنے قرآن اُن کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں۔"
(المنیر لائل پور 2 مارچ 1956ء صفحہ 10)

بقول مولانا ارشد القادری ایڈیٹر جام نور جمشید پور بھارت:

"جماعت اسلامی جن لوگوں کو اسلام سے قریب تر کرتی ہے وہ ہزار بگڑنے کے باوجود کسی نہ کسی نہج سے اسلام کے ساتھ بہر حال کوئی تعلق رکھتے تھے لیکن قادیانی جماعت کا لٹریچر مغرب کے عیسائیوں کو جو اندر سے لے کر باہر تک اسلام کے غالی دشمن اور حریف ہیں۔ انہیں اسلام سے قریب ہی نہیں کرتا اپنے طور پر اسلام کا کلمہ پڑھواتا ہے"۔"یورپ، ایشیا، امریکہ اور افریقہ کے جن ملکوں میں قادیانی جماعت نے اپنے تبلیغی مشن قائم کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ منظم طریقے پر بنام اسلام اپنے مذہب کا پیغام اجنبی دنیا تک پہنچا رہے ہیں کام کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ان کے نام پڑھیے: انگلینڈ۔ امریکہ۔ ماریشس۔ مشرقی افریقہ۔ مغربی نائیجیریا۔ انڈونیشیا۔ ملایا۔ اسپین۔ سوئٹزر لینڈ۔ ایران۔ فلسطین۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ جزائر غرب الہند۔ سیلون۔ بورنیو۔ برما۔ شام۔ لبنان۔ مسقط۔ پولینڈ۔ ہنگری۔ البانیہ۔ اٹلی۔

قادیانی جماعت کے تبلیغی سرگرمیوں اور دائرہ عمل کی وسعتوں کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اتنا معلوم کرنا کافی ہوگا کہ دنیا کی 170 اجنبی زبانوں میں انہوں نے قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے:
انگریزی۔ ڈچ۔ جرمنی۔ سواحیلی۔ ہندی۔ گورمکھی۔ ملائی۔ فینسٹی۔ انڈونیشین۔ روسی۔ فرانسیسی۔ پرتگیزی۔ اطالوی۔ ہسپانوی"۔ نوٹ: یہ 1977ء کی بات ہے۔ (جماعت اسلامی صفحہ 104 و 106-107 نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور) سو 2018 میں میری قوم کو نئے "ہیرو" کے ساتھ اسلامی سینٹ کے اسلامی قانون ساز ممبران مبارک ہوں اور سرکاری کافرین" آپ کو بقول مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب سرکاری مجرم ہونا مبارک ہو"مبارک ہے وہ دین کا خادم جو تبلیغ و اشاعت قرآن کے جرم میں قادیانی یا احمدی قرار پائے"۔
غالب مرزا حاتم علی بیگ مہر کو ایک خط میں لکھتے ہیں

" سنو صاحب ! شعراء میں فردوسی، فقراء میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر و پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے اور عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو" مولانا نیاز فتحپوری یہ عظیم فقرہ درج کر کے لکھتے ہیں " اس میں اگر اضافہ کر دیا جائے کہ ایک صداقت پرست، ایک حق شناس ، اور ایک بے لاگ تنقید کرنے والے کی انتہا یہ ہے کہ وہ کافر و مرتد بنا دیا جائے۔ ملحد و بے دین کے نام سے پکارا جائے تو میرے لئے اس سے زیادہ فخر کا موقعہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج میں بھی اسی منزل میں ہوں اور ناشکری ہو گی اگر اس سے زیادہ کوئی اور سعادت طلب کروں۔۔ آج سے کئی صدی قبل جب قرآن کا مفہوم ایک مولوی کے مواعظ و ارشادات سے بلند تھا تب کفر اور الحاد کا مفہوم بھی کچھ اور تھا مگر آج غزالی اور رازی بھی زندہ ہوتے تو ان کا دامن بھی مولوی کے ہاتھ میں ہوتا۔ لاؤ ساری دنیا کی بے دینی مجھے دے دو، تمام عالم کا ارتداد میرے حوالے کر دو اور کائنات کے ہر گوشے کا الحاد میرے قلب میں بھر دو کہ اس دولت کے ساتھ تو مجھے جہنم بھی اس فردوس سے زیادہ عزیز ہے جہاں ایک مولوی مسلمان کو کافر بنائے بغیر نہیں جا سکتا۔"
سابق وائس چانسلر جامعۃ اسلامیہ مدینہ منورہ جناب الشیخ عبد المحسن العباد صاحب نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ " اگر دشنام طرازی اور سوقیانہ پن ہی روحانی عظمتوں کی دلیل ہو تو پھر ایسی روحانی عظمتوں کی حامل شخصیتیں عام بازار میں ایک ڈھونڈیں تو لاکھ ملتی ہیں " آج کشمیر کی قانون ساز اسمبلی میں ایک منہ زور وزیر اعظم جماعت احمدیہ پر تبرا بازی کرتے ہوئے انہیں ملحد و کافر بنانے میں مصروف تھا تو مجھے نیاز فتح پوری صاحب کا یہ نعرہ مستانہ ثاقب صاحب کی آواز میں کشمیری وادیوں میں کچھ یوں گونجتا ہوا محسوس ہوا

میں فدائے دین ھدیٰ بھی ہوں درِ مصطفےٰ کا گدا بھی ہوں
میری فرد جرم میں درج ہو میرے سر پر ہیں یہ گناہ بھی

آزاد کشمیر کے قانون سازو یاد رکھو ہم مجرم ہیں واقعی ہم مجرم ہیں اور ہمیں اپنے اسی جرم پر ناز ہے۔ ہمیں اپنی خو مبارک اور تمہیں اپنے افعال

بعد از خدا بعشق محمد ﷺ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

مشہور اہل حدیث عالم دین جناب عبد الغفور اثری صاحب مصنف حنفیت اور مرزائیت حضرت پیر غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف کے الفاظ میں احمدی

جرائم کو یوں درج فرماتے ہیں "مرزا صاحب تمام اوقات خدا کی عبادت، نماز یا تلاوت قرآن شریف میں گزارتے ہیں۔اس نے دین کی حمایت میں کمر باندھی ہوئی ہے یہاں تک کہ اس دنیا کی ملکہ جو لندن میں رہتی ہے کو بھی دین محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت دی ہے اور روس فرانس وغیرہ کے بادشاہوں کو بھی اسلام کی دعوت دی ہے اور اس کی تمام محنت و کوشش یہی ہے کہ تثلیث اور صلیب کا عقیدہ مٹائے جو سراسر کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرے۔علماء وقت کو دیکھو کہ مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر ایسے شخص کے درپے ہوگئے ہیں جو بڑا نیک مرد اور اہل سنت وجماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت کی تلقین کرتا ہے اس پر کفر کا فتویٰ لگا رہے۔اس کا عربی کلام دیکھو جس کا مقابلہ کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور اس کی تمام کلام حقائق و معرفت و ہدایت سے بھری ہوئی ہے اور وہ اہل سنت وجماعت کے عقائد اور ضروریات دین کا ہرگز منکر نہیں ہے"۔(ارشادات فریدی حصہ سوم صفحہ 69-70 مطبوعہ اگرہ 1320ھ بحوالہ حنفیت اور مرزائیت از عبدالغفور اثری صفحہ 48-49) جرم تو ہے پھر سزا تو بنتی ہے تو ایک دوسرے مشہور دیوبندی عالم دین اور مرکزی راہنما تحفظ ختم نبوت موومنٹ جناب مولانا یوسف بنوری ایڈیٹر البینات احمدی جرائم کو یوں یاد کرتا ہے"قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں بلکہ انہوں نے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقے پر اسلام کی تبلیغ واشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا اس سے باخبر حضرات واقف ہیں۔اور خود ہندوستان میں جو تقریباً نصف صدی تک اپنے آپ مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا تحریری اور تقریری مناظرے کئے وہ بہت پرانی بات نہیں...پھر ان کلمہ...ان کی اذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان کے فقہی مسائل قریب قریب وہی پیش ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں لیکن اثنا عشریہ(شیعہ)کا یہ حال ہے کہ ان کا کلمہ الگ ہے۔ان کا وضو الگ ہے ان کی نماز اور اذان الگ ہے زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں۔نکاح اور طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں حتیٰ کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں"۔(ماہنامہ البینات کراچی جنوری فروری 1988ء صفحہ 96)

ایک شیعہ شیعہ ذاکر اور عالم دین عرفان حیدری صاحب احمدی جرائم کی روداد پر یوں سیخ پا ہے" صرف قادیانیوں کے نام مسلمانوں جیسے نہیں ہوتے ان کا کلمہ بھی مسلمانوں جیسا ہوتا ہے ☆ان کی آذان بھی مسلمانوں جیسی ہوتی ہے☆ ان کا فقہ بھی وہی جو سارے مسلمانوں کا اعظم فقہ ہے ☆ان کا طریق نماز بھی وہی ہے جو سارے مسلمانوں کا ہے ☆ان کا روزہ کھولنے کا وقت بھی وہی ہے ☆ان کی نماز بھی ویسی جو سارے مسلمانوں کا طریقہ نماز ہے ☆ان کے قرآن پڑھنے کا انداز بھی وہی جو سارے مسلمانوں کا انداز قرات☆ان کا روزے کھولنے کا وقت بھی ویسا۔جو سارے مسلمانوں کا وقت ہے ☆ان کے ارکان حج بھی وہی جو سارے مسلمانوں کے ہیں☆ان کا نصاب زکوٰۃ بھی وہی جو سارے مسلمانوں کا ہے☆ان کی توحید بھی وہی۔ان کا لا الہ الا اللہ بھی وہی جو سارے مسلمانوں کا☆ان کا خدا بھی تخت پر بیٹھتا ہے ☆ان کا خدا بھی مسکراتا ہے ان کا خدا بھی روتا ہے توجب مسئلہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے کوئی نئی فقہ نہیں دیا اسی فقہ پر چل رہا ہے وہ بھی مقلد ہے۔وہی شریعت دے رہا ہے کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔وہی طریقہ نماز دے رہا کوئی نئی طریقہ نماز نہیں لایا۔وہی قرآن پڑھ رہا ہے کوئی نیا قرآن لیکر نہیں آیا۔اسی آیت سے استدلال کر رہا ہے جس سے تمام مسلمان خاتم النبیین کا استدلال کرتے ہیں ۔اسی سورۃ سے استدلال کرتا ہے ما کان محمدا ابا احدامن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔مرزا غلام احمد یہی کہتا ہے کہ میں کب خاتم النبیین کا انکار کر رہا ہوں۔میں تو تمہارے ہی بتائے ہوئے طریقوں سے استدلال کر رہا ہوں۔ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اگر انگوٹھی ہیں اس انگوٹھی کا نگین،خاتم میرا رسول ہے وہ میں بھی مانتا ہوں"

(مولانا عرفان حیدری صاحب کی یہ ویڈیو تقریر بر موضوع"شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ضروری ہے" you tube پر Qadiyani And Non Qadiyani with Allama Irfan Haider Abidi part1,2,3 presented by shiamajlis

ہاں پھر سے کہتا ہوں کہ واقعتاً تمہیں احمدیوں کو اپنے سے ایسے ہی الگ کرنا چاہئے تھا کیونکہ عشق رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مخموروں اور قصور کے نعت خوانوں کی دنیا بھی اور ہے اور ان کے گناہ بھی اور۔کرگس کا جہاں اور ہوتا ہے اور شاہین کا اور۔جنگل میں ناچتے ہوئے مور اپنے پاوں کو دیکھ کر کیوں روتا ہے وہ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کی زبانی بھی سنئے"یہ اسلام جو تم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھلایا تھا؟کیا ہماری رفتار و گفتار کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا تھا؟یہ روزے اور نمازیں جو ہم میں سے بعض پڑھتے ہیں اس کے پڑھنے میں کتنا وقت صرف کرتے ہیں۔جو مصلے پر کھڑا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جانتا اور جو سنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سن رہے ہیں اور باقی 23 گھنٹے ہم کیا کرتے ہیں؟میں کہتا ہوں کہ

گورنری سے لیکر گداگری تک مجھے ایک ہی بات بتلائو جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہو پھر میں کمیونزم سے کیوں لڑوں؟ہمارا نظام کفر ہے قرآن کے مقابلے میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے قرآن صرف تعویذ اور قسم کھانے کے لئے ہے"۔(احراری اخبار آزاد 9 دسمبر 1949ء)

مسجد الحرام کے خطیب الشیخ محمد بن سبیل جن کے آقائوں نے جماعت احمدیہ کی عصمت و ایمان سے نمرودی خونی ہولی کھیلنے کے لئے دراہم و دینار میں ادائیگیاں کیں تھیں آج دامن پر لگے خونی دھبے دیکھ کر بیت اللہ شریف کے سایہ میں کھڑے ہو کر بڑبڑا رہے ہیں "آج اکثر بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کی کیفیت سخت الم انگیز ہے مسلمان آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی روش کا مخالف ہو چکا ہے۔ کیا اکثر مسلمان ممالک میں ہمیں ایسے لوگ نظر نہیں آتے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور اپنے تئیں مسلم کہتے ہیں اور بایں ہمہ ان کا اسلام انہیں بڑے بڑے جرائم سے نہیں روکتا۔ ان کا اسلام انہیں سود اور لوگوں کے اموال کھانے اور فجور سے نہیں روکتا ان کا اسلام انہیں کذب بیانی اور جھوٹی گواہی سے نہیں روکتا اور نہ ہی رقص گاہوں اور شراب خانوں سے منع کرتا ہے۔ نہ اُن کا اسلام انہیں مسلمانوں کے معاملات میں دھوکا چالبازی اور فریب دہی سے باز رکھتا ہے۔ نہ ان کا اسلام انہیں نماز وروزہ کے چھوڑنے سے روکتا ہے۔ وہ حق کو نفرت انگیز القاب کے ذریعہ بعض سادہ لوح لوگوں کے سامنے بد نما بتاتے ہیں۔ اُن کا اسلام قرآن اور احادیث نبویہ کو پس پشت ڈالکر خودساختہ قوانین کے فیصلہ سے بھی انہیں نہیں روکتا اور ان کا اسلام انہیں اس بات سے بھی نہیں روکتا کہ شریعت اسلامیہ کو عیوب اور نقائص کا تختہ مشق بنائیں۔ وہ اشتراکی مذہب رکھتے ہیں۔ وہ دہریوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور خدا کے دین اور خدا کے مومن بندوں سے بیگانگی اختیار کئے ہوئے ہیں"۔(اخبار العالم الاسلامی 15 شعبان 1394ھ مطابق 3 ستمبر 1974ء صفحہ 13 تا 16)

پنجابی میں کہتے ہیں روندی یاراں نوں لے کے بھرواں داناں۔ یعنی مکار عورت روتی اپنے عاشقوں کے لئے ہے لیکن دہائی اپنے بھائیوں کے نام کی دے رہی ہوتی ہے۔ آج کی تاریخ میں مولوی مخبوط الحواس نہ ہو تو کیا کرے وہ مولوی جس کی برادری، جس کی اولاد اور جس کی قوم سب ہی بقول مودودی صاحب مسلمان شرابی، مسلمان زانی، مسلمان جواری، مسلمان نمرود، مسلمان فرعون، مسلمان سودی، مسلمان ڈاکو، مسلمان سوشلسٹ اور مسلمان مشرک بن چکی ہیں۔ ایسے میں " تمام اوقات خدا کی عبادت، نماز یا تلاوت قرآن شریف میں گزارنے والا" "دین کی حمایت میں کمر باندھے ہوئے" " جس کی تمام محنت و کوشش یہی ہے کہ تثلیث اور صلیب کا عقیدہ مٹائے جو سراسر کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرے" "بڑا نیک مرد اور اہل سنت وجماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت کی تلقین کرتا ہے" ایسا شخص اور اس کی جماعت زہر نہ لگے تو اور کیا لگے۔ ایسے مخبوط الحوس لوگ قابل بحث نہیں قابل رحم ہو اکرتے ہیں۔ بات کو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور مولانا جلال الدین رومی کے اقوال سے سمیٹتا ہوں آپ نے فرمایا تھا "حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے اور باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے" اور حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کا یہ کہ "جس کے افعال شیطان اور درندوں جیسے ہوتے ہیں کریم لوگوں کے متعلق اسی کو بد گمانی ہوتی ہے" سو وزیر اعظم آزاد کشمیر صاحب آپ کو اپنی یہ بد گمانی مبارک ہو۔

جے کر دین علم وچ ہوندا تے سر نیزے کیوں چڑھدے ہو
اٹھاراں ہزار جو عالم ہے سن اوہ اگے حسین دے مردے ہو
جے کجھ ملاحظہ سرورؐ دا کردے تے خیمے تمبو کیوں سڑدے ہو
جے کر مندے بیعت رسولی تاں پانی کیوں بند کردے ہو
ہے صادق دین تساں دے باہو جیہڑے سر قربانی کردے ہو





اصلاح معاشرہ

(عبدالحمید حمیدی کینیڈا)

پاکستان کے شہر قصور میں ایک معصوم بچی زینب کے اغوا۔زیادتی اور قتل کا واقعہ پیش آیا۔یہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔اس سے پہلے بھی ایسے واقعات پیش آ چکے تھے۔ ان واقعات سے معاشرے کی بے حسی کی ایسی تصویر سامنے آئی جس سے انسانیت شرما گئی۔ہر شخص کے ذہن میں یہی سوال تھا کہ ایسا کیوں ہوا۔اس کے بعد یہ بحث چھڑ گئی۔کہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے چینی۔بے حسی۔ظلم وستم اخر کب تک جاری رہیں گے اور ان کا کیا علاج ہے۔ٹیلی ویژن کے تقریباً تمام چینلز اس واقع پر پروگرام کرتے رہے اور مذمتی بیانات کے علاوہ اصلاح معاشرہ کی مختلف تجاویز دیتے رہے۔بعض حلقوں کے نزدیک اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ بچوں کو اس بات کی تربیت دی جائے۔اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ وہ کس طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔گلی محلے۔اسکولوں اور دیگر مقامات پر اپنی حفاظت کے لئے کیا اقدامات کر سکتے ہیں۔اور یہ کہ ان کو اپنے والدین کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کسی بھی غیر محفوظ جگہ پر جانے سے گریز کرنا چاہئے،اور خطرے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔بعض حلقے یہ تجویز کر رہے ہیں کہ تعلیمی نصاب میں ایسی باتیں شامل کی جائیں جس میں بچوں کو ان کی جسمانی ساخت اور وقت کے ساتھ ان کے جسم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان سے آگاہ کیا جائے۔بعض حلقے اس کو حکومت کی نااہلی قرار دیتے ہیں کہ حکومت نے ملک میں لوگوں کی خوشحالی کے لے۔ان کے حالات زندگی بہتر بنانے کے لئے۔ان کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے۔ان کی صحت،تعلیم،اور تحفظ کے لئے کچھ نہیں کیا۔مجرموں کے لئے سزا۔جزا کا نظام انتہائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔انصاف صرف امیروں کے لئے ہے۔اور وہ پیسے سے اپنی مرضی کا انصاف خرید سکتے ہیں۔جبکہ غریب،جسکو دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔وہ عدالتوں کے چکر اور پولیس کے مطالبات پورے کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔وہ تو انصاف کے لئے کسی معجزے کی ہی توقعہ کر سکتے ہیں۔کسی بھی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔کہ بلا تفریق سب کو انصاف مہیا کرے۔مجرموں کو سزا ملے تا کہ جرم کی حوصلہ شکنی ہو۔مگر بد قسمتی سے پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا۔ایسی بے شمار مثالیں سامنے آتی ہیں۔کہ پولیس جس کا کام یہی ہے کہ عوام کی حفاظت کرے۔وہی پولیس جرائم کی سرپرستی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔کھیتی کی حفاظت کے لے باڑ لگائی جاتی ہے۔مگر باڑ ہی کھیتی کو کھا رہی ہے۔معصوم بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے جو واقعات ہوتے ہیں۔ان واقعات کی اکثریت ایسی ہوتی ہے جن کے مقدمات درج نہیں ہوتے۔ایسے بچے ساری زندگی احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں۔اگر حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے تو لوگوں کے مسائل کم ہو سکتے ہیں،ایک اہم سوال جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی وہ یہ ہے کہ کیا یہ پہلا موقع ہے کہ جب معاشرتی برائیاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ کسی کی جان ومال،عزت محفوظ نہیں رہی۔اس سے قبل دنیا میں جب بھی ایسے حالات پیدا ہوئے تو اس وقت ان کا کیا علاج کیا گیا۔کیا خدا اپنی مخلوق کے حالات سے بے خبر ہے۔؟قران کریم ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔جب بھی کوئی قوم گمراہ ہوئی اور تعلیم کو بھلا بیٹھی۔خدا سے دور ہو گئی۔تو خدا نے اس قوم کی اصلاح کے لئے اپنا مامور بھیج دیا۔قوموں کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والے مامور کی ابتدا میں شدید مخالفت ہوتی ہے مگر آخر کار خدا کی طرف سے کامیابی ملتی ہے۔جن لوگوں نے ان کو قبول کیا۔ان کی زندگیوں میں انقلاب آ گیا۔ان کی اصلاح ہو گئی۔جو شریر تھے وہ خدا کے غضب کے نیچے آ گئے۔گزشتہ اقوام میں ہر قسم کی برائیوں کی مثالیں ملتی ہیں۔شرک۔چوری۔ڈاکہ زنی۔جنسی بے راہ روی۔ہم جنس پرستی۔غرض ہر ایک مرض میں مبتلا تھیں۔ان سب معاشرتی بیماریوں کا علاج صرف اور صرف اللہ کی طرف سے آنے والے مامور ہی کر سکتے ہیں۔دنیا کی کوئی بھی حکومت چاہے کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو۔وہ لوگوں سہولیات مہیا کر سکتی ہے۔ان کے روزگار کے مسائل حل کر سکتی ہے۔مگر بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا اور ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا۔یہ تو خدا کے بھیجے ہوئے مامور کا کام ہوتا ہے۔آج کے دور میں ابلیس اپنی پوری طاقت سے حملہ آور ہے۔گمراہی کا دور دورہ ہے۔اس پر طرہ یہ کہ خدا کی طرف سے کسی بھی مصلح کے آنے کا راستہ اپنے ہاتھوں سے بند کر دیا ہے۔ایسا کرنے میں ہمارے مسلمان بھائی پیش پیش ہیں۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصلاح کا کام علماء کا کام ہے۔مگر اپنے آپ کو عالم کہلانے والوں نے اپنے اندر چھپے ہوئے گند کو اپنی زبان کی راہ سے اس طرح ظاہر کیا ہے۔کہ ہر شخص کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔**الامان والحفیظ**۔اور لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ کیا یہ ہماری رہبری اور اصلاح کریں گے؟مسلمان بھائیوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے۔اور وہ راہ تلاش کرنی چاہیے۔جو کہ ان کی آنکھوں

سے اس لئے اوجھل ہے۔ کہ ان کو نام نہاد علما کہلانے والوں نے اپنے مقاصد کے لئے چھپایا ہے۔ مسلمان قران کریم پڑھیں۔ اس پر غور کریں۔ اس کتاب کو صرف قسم کھانے کے لئے اور غلاف میں لپیٹ کر رکھنے کی بجائے۔ اس کو پڑھیں اور اس کے معانی سیکھیں ۔اپنی انکھیں کھولیں۔ تاکہ سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر آنکھیں بند ہوں یا اندھی ہوں اور دن چڑھا ہو تو ایسے شخص کے لئے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ دوستوں کے فائدہ کے لئے قران کریم سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ سورہ مومن کی آیت ۳۵ کا ترجمہ ہے۔

اور یوسفؑ اس سے پہلے دلائل کے ساتھ تمھارے پاس آ چکا ہے۔ مگر تم جو کچھ وہ تمھارے پاس لایا تھا۔ اس کے بارہ میں شک ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے (مایوسی) سے کہنا شروع کیا کہ اللہ اس بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ اس طرح اللہ ہر حد سے گزرنے والے (اور) شبہ کرنے والے کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ سورۂ جن کی آیت ۸ کا ترجمہ ہے۔ اور وہ بھی یہی گمان کرتے تھے جس طرح تم گمان کرتے ہو کہ اللہ آئندہ کسی کو مبعوث نہیں فرمائے گا۔

مسلمانوں نے گزشتہ اقوام کی بدیوں کو بھی اختیار کیا ۔اور ان کے عقائد کو بھی۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کی صف میں شامل کر چکے ہیں جو اس قدر مایوسی کا شکار تھے۔ کہ اب تو اصلاح کی کوئی صورت نہیں رہی۔ اسی لئے ختم نبوت کے معنے بھی یہی کرتے ہیں کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا۔ مگر یہ عقیدہ قران کریم کی تعلیم کے مخالف ہے۔ اللہ نے ہر نبی کو اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی۔ اور اس کی قوم پر واجب کر دیا کہ اس پر ایمان لائے۔ قران کریم میں اللہ تعالی نے نبیوں کے عہد کا ذکر فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران آیت ۸۲ کا ترجمہ

اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے (اہل کتاب سے) سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں گا۔ پھر تمھارے پاس ایسا کوئی رسول آئے۔ تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا۔ اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو۔ اور اس پر میری (طرف سے) ذمہ داری قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا اب تم گواہ رہو میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہیں۔ اور اللہ نے نبی کریم ﷺ سے بھی یہ عہد لیا۔ سورہ احزاب آیت ۸ کا ترجمہ اور (یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے ان پر عائد کردہ ایک خاص بات کا وعدہ لیا تھا۔ اور تجھ سے بھی (وعدہ لیا تھا) اور نوحؑ اور ابراھیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ سے بھی اور ہم نے ان سب سے ایک پختہ عہد لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی روشنی میں ۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو مسیح ومہدی کے آنے کی بشارت دی۔ اور اس کو سلام بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر برف کے اوپر گھسٹ کر بھی جانا پڑے تو جاؤ اور اسکو میرا اسلام پہنچاو۔ پس یہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ کہ غور وفکر کریں۔ قران کریم میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ سچائی قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خزینہء اخلاص



حضرت مرزا خورشید احمد صاحب

منورؔ احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ۔

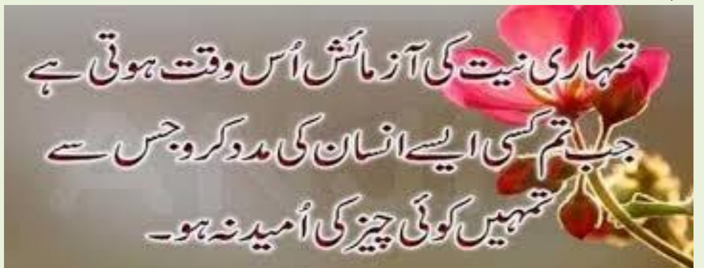
کِردار میں تھا ان کے اخلاص کا خزانہ
ہوتی رہیں اجاگر صِفّات اولیانہ
خورشیدؔ محترم تھے دل دل میں وہ بسے تھے
اہلِ خرد کی ان سے الفت تھی والہانہ
ہر لمحہ زندگی کا وقفِ صراطِ احمدؑ
عشقِ محمدیؐ میں مہدیؑ کا وہ دِوانہ
خلقِ خدا کے چاکر اہلِ جنوں کے محسِن
وہ ڈھونڈتے تھے اکثر خدمت کا ہی بہانہ
راہِ محمدیؐ کی وہ منزلوں کے راہی
دینِ متین کا وہ ، گاتے رہے ترانہ
ان کی نظر تھی جادو، ناظر تھے وہ چمن کے
آتا تھا کارِ گلشن بہتر انہیں چلانا
ہم کو ہے اب دعا میں ان کو بھی یاد رکھنا
ہم نے بھی ہے وفا کا ان سے چلن نبھانا
جنت کے گلشنوں میں ملتی رہے بلندی
اپنی یہی دعا ہے مولیٰ سے عاجزانہ
جامِ صِدیقیت کے ساقی تھے وہ منورؔ
ان کی زباں سے چھلکے اسباقِ عالمانہ

احمدی با عمل مسلمان ہیں

اے آر خان لندن

احمدی قرآن و سُنت و حدیث کے مطابق اعلیٰ با عمل مسلمان ہیں۔پانچ ارکان پر عامل ہیں۔ان کو کسی بھی ملک یا قوم کے، فتویٰ کی ضرورت نہیں۔جب قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانے چودھویں صدی کے سر پر امام مہدی آئے گا۔اور چار بار اُسے ہمارے آقا ﷺ نے نبی اللہ کے لقب سے پکارا ہے۔اُسے احمدیوں نے تسلیم کیا۔جبکہ یہ باقی بھٹکی ہوئی بے سمجھ اور بے عمل اُمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منتظر ہے۔جب وہ آئے گا تو کیا پھر ان کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں آئے گی۔ایک فرقے نے مان لیا ہے کچھ منتظر ہیں۔نبی تو آنا ہی آنا ہے مگر شریعت محمدؐیہ کے تابع۔دیکھنا یہ ہے کہ احمدی کس شریعت کو مانتے ہیں۔احمدی خدا کی قسم کہہ کر کہتا ہوں شریعت محمدیہ کے سو فی صد قائل ہیں۔ختم کا معنی عربی میں اعلیٰ کے ہیں، مہر کے ہیں، انگوٹھی کے ہیں، جس پر ہمارے آقا کی مہر لگے گی۔ وہ اوصاف نبوت سے منور ہو گا۔حضرت قاسم نانا تویؒ بانی دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں یہی فرمایا ہے آنے والا نبی ہی ہو گا۔احمدی مسلمان ہیں۔اگر آج کی جاہل اکثریت کا مقابلہ کفارِ مکہ سے کیا جائے، یا پیلاطوس کے یہودیوں سے کیا جائے ، یا یزید کی اُمت سے کیا جائے۔تو یہ انبوہِ کثیر انہی سے ملتا جلتا ہے۔بے عمل ہونے کے باوجود اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں فیصلے کرتا ہے۔جبکہ ان کے عمل، ان کے فیصلے، ان کا انتشار، ان کی جاہلیت اُن اکثریتی گھمنڈ ظالموں سے ہو بہو ملتا ہے۔جن لوگوں نے انبیاء کرام کی نفی کی، بے قدری کی، ان کو قتل کیا۔خود پسند شریعتیں بنا کر اپنے اقتدار کو طوالت دی۔ہاں امام مہدی نبوت کے مقام پر ہی ہو گا، اور شریعت محمدؐی کا قائل ہو گا اور اسی کا درس دے گا۔حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا یہی دعویٰ ہے۔یہ آزاد، مدنی، مودودی، احراری، قادری، چشتی، اشرفی، شیرانی، سب سیاسی ہیں اور مذہب کو اپنی شکم پُری کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔پاکستان کے دشمن آج پاکستان پر قابض ہو کر مادر وطن کو لوٹ رہے ہیں اور ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں اور پاکستان کا امیج تباہ کر رہے ہیں۔جو جو مولوی آج کل جماعت احمدیہ کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا ہے۔ذرا اس کا کیریکٹر اور اس کا رہن سہن دیکھیں۔پھر بات کریں۔احمدی الحمدُللہ مسلمان ہیں۔دو سو دس ممالک میں اُن کو مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔اتنے ممالک میں تو پاکستان کے سفارت خانے بھی نہیں۔احمدیہ جماعت کے پاس ہزاروں عبد السلام ہیں اور ہزاروں ظفر اللہ خان، ہزاروں ایم ایم احمد ہیں۔پاکستان کے پاس کیا ہے، زرداری، شریف، قادری ، ڈیزل، لال مسجد کا دہشت گرد، سعودی مدرسے، ہر چیز نمبر ۲ ہے۔نہ قرآن ہے نہ اسلام ہے۔سور اور سود بھی کھاتے ہیں۔بلکہ سب ایجنٹ ہیں انڈیا کے، فرنگی کے، ۔غلام ہیں۔چالیس سال سے احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے۔جبھی سے ملک پستی میں چلا گیا ہے۔مزا تو تب تھا کہ جماعت احمدیہ کے بعد اسے سنبھال لیتے۔۔کہاں ہیں صادق اور امین۔کہاں ہے عدلِ فاروقی، عدلیہ۔جسے خود نواز شریف کاذب کہہ رہا ہے۔علمائے سُو بھی کہہ رہے ہیں۔پارلیمنٹ کے ممبران کو علمائے دین بنا کر فتاویٰ لگائے گئے۔جب تمہاری اپنی باری آتی ہے تو سب ممبران کو بے عمل مسلمان کہتے ہو۔جمشید دستی پارلیمنٹس لاجز سے شراب کی بوتلیں اکٹھی کرتا ہے۔سب پر کرپشن کے مقدمات ہیں۔ملک دشمنی کے الزامات ہیں۔اور یہ سب ٹھہرے احمدیوں کے لئے مفتی۔چور اُچکا چودھری گنڈھی رَن پردھان۔۔۔یہ ہے بخاری کا پلیدستان۔۔اسلامی ریاستوں کا حال دیکھو۔تلور کے شکار میں مگن، جوئے خانے، شراب خانے بلکہ یورپ کے کنجر خانے انہوں نے سنبھال رکھے ہیں۔۔قرآن کا ترجمہ سو زبانوں میں اگر کسی نے کیا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔دُکھی انسانیت کی خدمت گار افریقہ یورپ اور ایشیا میں تو وہ جماعت احمدیہ ہے، کسی ملک و قوم سے اگر اسلام کا مقدمہ لڑا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔جرمنی میں سو مساجد بنانے والی، برطانیہ میں پچاس مساجد بنانے والی، کنیڈا اور امریکہ بلکہ ساری دنیا میں اسلام پھیلانے والی جماعت احمدیہ ہی ہے، دھڑا دھڑ لوگ احمدی ہو رہے ہیں ساری دنیا میں۔تم پاکستانی ملک میں اُن کی ووٹ بنانے سے خائف ہو۔اُن کو بنیادی انسانی حقوق نہیں دے رہے۔کیونکہ ۱۹۷۰ میں علمائے سُو کو اور نام نہاد مذہبی جماعتوں کو انتخابی جھٹکا جو دیا تھا جماعت احمدیہ نے۔اور تم احمدیوں پر نماز پڑھنے، اذان دینے، روزے رکھنے، قربانی کرنے پر توہین رسالت کے مقدمات بنا کر سزائے موت دے رہے ہو۔کیا یہ خدمت اسلام ہے؟۔اور جو ڈاکو ملک کو لوٹ رہے ہیں وہ سارے ملک میں کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔نہ نظام ہے، نہ ایمان ہے، جعلی سندات سے لے کر سب کچھ جعلی اب تو ساری نسل بھی جعلی ہو چکی۔ہر کوئی حرام خوری پر ہے۔اور بنتے ہیں مسلمان۔پاکستان کا سبز پاسپورٹ دیکھ کر ہر ملک کی امیگریشن پاکستانیوں کے چوتڑ تک چیک کرتی ہے۔یہ ہے اسلام کے قلعے کے باسیوں کی عزت۔ہیروئن سمگلر، چور، اور اوپر سے مفتی دین۔تمہاری اوقات کیا ہے ۔حیثیت کیا ہے، مقام کیا ہے۔بھیک منگے اور کشکول بردار یہودیو!۔ملک کا حال

دیکھو۔ علمائے سُو کا حال دیکھو، لیڈروں کا حال دیکھو، اداروں کا حال دیکھو۔ جعلی دواؤں کے بیوپاریو! یہ خدائی عذاب تم پر مسلط ہے۔ جماعت احمدیہ تو تم لوگوں کی سوچوں سے بھی بالا ہے، بلکہ بہت تیزی سے اپنا سفر مکمل کر رہی ہے۔ کروڑوں جانباز اپنے خلیفہ کی آنکھ کے اشارے کے منتظر کھڑے ہیں۔ دنیا میں چودہ جامعہ یونیورسٹیوں میں ان کے علمائے اسلام تیار ہو رہے ہیں۔ برّ اعظم افریقہ کے باون ممالک میں ان کے ہسپتال، سکول و کالجز، قوموں کو علم فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ سینکڑوں ہسپتال خدمت انسانیت میں مصروف ہیں۔ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کا منظم نیٹ ورک ترقی پذیر ہے۔ نئی جنریشن میں لاکھوں ڈاکٹرز، انجنئرز، ماہر قانون، فلاسفرز، کاروباری حضرات، سائنسدان، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس دین اسلام کی تبلیغ میں شب و روز مگن ہیں۔ صرف پاکستانی شکست خوردہ اور دقیانوسی جاہلیت میں پسی ہوئی قوم اس کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔ وہ قوم جو پیر پرست ہو، درباری ہو، خدا کی ماری ہو، ڈبل شاہ کے پیچھے چلنے والی ہو۔ زرداری اور نواز شریف کے دھوکے میں بار بار آتی ہو۔ تعلیم کی بجائے جعلی ڈگری کا سہارا لیتی ہو۔ مزاروں سے مرادیں مانگتی ہو۔ کرپشن کی عادی ہو۔ ایسی قوم جماعت احمدیہ کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے۔ جو جماعت اصل اسلامی فلسفے کو جانتی ہے۔ اُن کا خلیفہ وقت نباضِ وقت ہے۔ اپنی جماعت کے ہر فرد کا خیال رکھتا ہے۔ ہر شعبے میں، ہر کام میں راہنمائی کرتا ہے۔ ہر احمدی اپنی آمد کا ایک خطیر حصہ جماعت کو دے کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ تم لوگوں نے دنیا لوٹ لی مگر پیٹ ابھی تک نہیں بھرا، خدا کا خوف کرو۔ یقین باللہ اور اطاعت رسول سیکھو۔ ان علمائے سُو سے بچ جاؤ۔ یہاں ایک انقلابِ فرانس کی ضرورت ہے۔ غریب عوام سے اُن کا رزق اور ایمان تک چھینا جا رہا ہے۔ حقیقی مسائل کو پس پشت ڈال کر ہر کوئی اپنی تجوریاں بھر رہا ہے۔ ۷۰ سال سے عوام کا استحصال ہو رہا ہے۔ مذہب کے نام پر ظلم روا رکھا جا رہا ہے۔ علمائے سُو سے ملی بھگت کر کے اپنے اقتدار کو طوالت دی جا رہی ہے۔ جماعت احمدیہ صحیح، درست، صاف و شفاف بات کرتی ہے۔ اس نے اپنی جماعت کے افراد کی نگہبانی کی ہے۔ اور کرتی ہے۔



ثبوت حیات مسیح کے لئے ایک شاہکار تحریف

تحریر علی سانگلوی

تاریخ مذاہب ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کا جانتے بوجھتے انکار ایک بدروح کی طرح پیر تسمہ پابن کر چمٹ جاتا ہے۔ اور ایسے منکرین مدہوشوں کی طرح شیطانی راستوں اور ظلم کی اندھیر نگری میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تمام انبیاء کی داستانیں اُٹھالیں۔ اپنے اپنے وقت کے معصوم اور روشنی کے مینار تھے۔ احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے مگر یونہی وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھے اس زمانے کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا وہی لوگ جان کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ ابولہب بھتیجے کی پیدایش پر کتنی خوشی کا اظہار کرتا ہے پھر وہ بھتیجا اُس کی آنکھوں کے سامنے جوان ہوتا ہے۔ اُس کی لاجواب شرافت پر اسے صادق و امین کے خطاب سے نوازتے ہیں مگر دعویٰ رسالت سنتے ہی تمام حیاء کے پردے پھاڑ دیتا ہے نہ مرحوم بھائی کا حیاء کرتا ہے اور نہ یتیم بھتیجے کا لحاظ۔ اور سب سے بڑا بدلحاظ بن جاتا ہے۔ وہی رشتہ دار اور وہی مکہ کے لوگ جو کل تک حجر اسود آپ ﷺ کے ہاتھوں نصب کروا رہے تھے آج گلیوں میں کانٹے بچھا رہے تھے۔ سر پر گندہ کوڑا پھینک رہے تھے۔ اوباش بچوں سے آوازے اور گالیاں دلوا رہے تھے۔ غرض ہر ادب، لحاظ، حیاء حتیٰ کہ عقل کا ہر پیمانہ توڑ رہے تھے صرف اس لئے کہ مخالفت کرنا ہے اور کہیں اللہ کا یہ نبی کامیاب نہ ہو جائے اس لئے ہر حیلہ ظلم آزمانا ہے۔

تاریخ آگے بڑھتی ہے اور ہمارے زمانے میں بھی ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام زمیں پر اللہ کا آخری مذہب ہے اور قرآن آخری شریعت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری رسول ہیں اور اللہ نے قیامت تک کے لئے آپ ﷺ کی شریعت کی حفاظت کا دعویٰ فرمایا ہے اور اس کے لئے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان اور پروگرام جاری فرمایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر تجدید اسلام کے لئے مجدد آئیں گے اور آخری زمانے میں جب فتنے بہت بڑھ جائیں گے اور مسلمان بھی بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہوں گے اس وقت حضرت امام مہدیؑ تشریف لائیں گے اور آکر تمام مسلمانوں کو پھر سے ایک جماعت میں جمع کریں گے۔ اور ایمان کو زمیں پر قائم کریں گے۔ وہ مسلمانوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ نصاریٰ اور دیگر مذاہب کو بھی دعوت اسلام دیں گے اس لئے وہ مہدی بھی ہونگے اور عیسیٰ مسیح بھی ہونگے۔ مگر یاد رہے کہ وہ ہونگے **امامکم منکم**۔ یعنی وہ کوئی اجنبی نہیں ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں تم میں سے ہی اطاعت الرسول کی برکت سے امتی نبی بنا کر اشاعت اسلام کے لئے مبعوث کرے گا۔ چنانچہ اس آخری زمانے میں وہ برکت اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیب کی ہے۔ اور اللہ نے مجھے عشق رسول ﷺ کے

صدقے اس زمانے میں اسلام کو تمام دیگر مذاہب عالم پر غالب کرنے کے لئے امام آخر الزمان مہدی مسعود و مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔

اس اعلان کے ساتھ ہی وضاحت سے بیان کیا کہ وہ جو بعض لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں اور آخری زمانے میں اتریں گے اس کے بارے میں صدیوں سے علمائے اسلام نے لکھ چھوڑا ہے کہ یہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا جب وہ اسلام میں داخل ہوئے تو اسے بھی ساتھ لے آئے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بتایا کہ قرآن اور احادیث کے ساتھ ساتھ علمائے اسلام کی کتب بھری پڑی ہیں کہ عیسیٰؑ جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کرکے انجیل عطا کی تھی وہ فوت ہو چکے ہیں۔ مگر ہوا کیا کہ بجائے اس کے کہ علمائے دہر اس بات کو خداترسی کی نظر سے پرکھتے کہ ایک نبی جس کے بارے میں قرآن کریم کا متعدد دفعہ اعلان ہے کہ وہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہے وہ رسولاً الیٰ کافۃ الناس کیسے ہو سکے گا؟؟ کیا قرآن میں اضافہ ممکن ہے یا تحریف ممکن ہے تاکہ انجیل والی آیات کو منسوخ کرکے انبیۃ القرآن کا اضافہ کیا جا سکے؟؟ تو حسب معمول اور حسب روائت خدا خوفی کی ڈگر کو چھوڑ کر ضد کے راستے پر بھاگ نکلے۔ بحثیں شرع کیں، توجیہیں ڈھونڈیں، ادب سے بے ادبی پر اترے اور آخر کار جھوٹ کی نجاست کے ساتھ تحریف کی گلیوں میں داخل ہو گئے۔ اور یوں قرآنی آیات کی تفاسیر اور احادیث سمیت علمائے اسلام کی کتب میں مرضی کی تحریف شروع کر دی تاکہ عیسیٰؑ کو زندہ ثابت کیا جا سکے۔ میرے سامنے اس وقت پانچویں صدی ہجری کے ممتاز عالم اسلام الشیخ الامام ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسا پوری کی کتاب اسباب النزول پڑی ہوئی ہے جس میں آپ نے نجران کے عیسائی وفد کے مدینہ آنے اور آنحضور ﷺ سے مناظرے کا مکمل حال درج کیا ہے۔ دوران مناظرہ جب وہ لاجواب ہونے لگے تو پادری نے اپنے خیال میں ایک لاجواب سوال داغا اور پوچھا قالا ان لم یکن عیسیٰ ولد اللہ فمن ابوہ و خاصموہ جمیعاً فی عیسیٰ فقال لھما النبی ﷺ الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت و ان عیسیٰ اتی علیہ الفناء قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علیٰ کل شیءٍ یحفظہ و یرزقہ قالوا بلیٰ قال فھل یملک عیسیٰ من ذلک شیاء قالوا لا اب سوال بھی واضح ہے اور اس کا جواب بھی واضح ہے کہ باپ بیٹا مشابہہ ہوتے ہیں مگر عیسیٰؑ تو فوت ہو گئے پھر مشابہہ کیسے ہوئے اور اس جواب نے ان پادریوں کی بولتی بند کر دی۔ اب یہ کتاب عربی میں ہے اور عربی ممالک میں شائع ہوتی رہی مگر جب یہ کتاب ہمارے زمانے میں یعنی 1990 میں پہنچی اور مولویان کرام نے دیکھا کہ یہ تو واضح طور پر وفات مسیح کا اعلان کر رہی ہے اور یہ تو ہمیں کسی صورت قبول نہیں ورنہ جماعت احمدیہ سچی ثابت ہو جائے گی چنانچہ اس کتاب میں تحریف کرتے ہوئے کتاب کو یوں شائع کیا گیا۔ قالا ان لم یکن عیسیٰ ولد اللہ فمن ابوہ ؟ و خاصموہ جمیعا فی عیسیٰ فقال لھما النبی ﷺ الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا و یشبہ اباہ قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علیٰ کل شیءٍ یحفظہ و یرزقہ ؟ قالوا بلیٰ قال یملک عیسیٰ من ذلک شیاً ؟ قالوا لا (44 زیر تفسیر سورۃ آل عمران اب اسی واقعہ کو ہمارے بریلوی بھائیوں کے شیخ الحدیث مولوی عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب نے اپنی کتاب " عجائب القرآن مع غرائب القرآن " میں نقل فرمایا ہے جسے دعوت اسلامی کی مجلس المدینۃ العلمیہ نے مکتبہ المدینہ باب المدینہ کراچی سے شائع فرمایا ہے۔ آپ ص 76 پر " عیسائیوں کا مباہلہ سے فرار' کے عنوان کے تحت اسی مناظرے کا حال درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ابو حارثہ (عیسائی پادری):۔ آپ لوگ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں کیوں دیتے ہو؟ نبی ﷺ:۔ ہم لوگ عیسی علیہ السلام کو کیا کہتے ہیں؟ ابو حارثہ (عیسائی):۔ آپ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کو بندہ کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کے بیٹے ہیں

نبی ﷺ:۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ کلمۃ اللہ جو کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے۔ ابو حارثہ (عیسائی):۔ کیا کوئی انسان بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے؟ جب آپ لوگ یہ مانتے ہیں کہ کوئی انسان حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں تھا تو پھر آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ اُن کا باپ اللہ تعالیٰ ہے

نبی ﷺ:۔ اگر کسی کا باپ کوئی انسان نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا باپ خدا ہی ہو خدا اگر چاہے تو بغیر باپ کے بھی آدمی پیدا ہو سکتا ہے" (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص 76 تا 78) اسی لئے تو تاریخ مذاہب بار بار متنبہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کا جانتے بوجھتے انکار ایک بدروح کی طرح پیر تسمہ پا بن کر چمٹ جاتا ہے۔ اور ایسے منکرین مدہوشوں کی طرح شیطانی راستوں اور ظلم کی اندھیر نگری میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں بات زبانی انکار سے شروع ہوتی ہے اور پھر جہالت کی ہر نجاست سے لتھڑ جاتے ہیں۔ اللہ سب پر رحم فرمائے اور ہٹ دھرمی کی ان راہوں سے محفوظ فرمائے (آمین)

اچھی اور عقل کی بات کہنے سے کبھی مت ڈرو جاہل اور بیوقوف اس پر ہنسیں گے اور اس میں مزاح کے پہلو تلاش کریں گے ناعاقبت اندیش اس پر تنقید کریں گے اور عقلمند اسے پلے باندھ لیں گے

حیات عیسیٰؑ فی السماءاور پاکستانی اسمبلی کی ختم نبوت کو ماننے والوں کی مشکلات

اصغر علی بھٹی

ہم نے عمر ضائع کر دی۔۔

جماعت احمدیہ کے شدید مخالف اور مقدمہ بہاولپور میں جماعت کے خلاف نواب صاحب کی عدالت میں پیش ہونے والے مولوی انور شاہ کشمیری صاحب بڑے زور وشور سے اور سج دھج کے ساتھ قادیان میں منعقدہ احرار کانفرنس میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔رات کے اجلاس کے بعد صبح منہ اندھیرے مفتی شفیع صاحب اُن سے ملنے گئے آگے کا حال اُن کی اپنی زبانی درج ہے

" میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی خدمت میں ایک دن نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں میں نے پوچھا مزاج کیسا ہے ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہی ہے میاں۔ مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میں تمہیں صحیح کہتا ہوں کہ اپنی عمر ضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اصل بات کیا ہے ؟ فرمایا۔۔۔ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے او جھل ہو رہی ہے اور اپنے واغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک وبت پرستی چلی آرہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فروعی بحثوں میں ۔۔۔ اسی لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی" (تیری امت پہ آکے عجب وقت پڑا ہے۔ مفتی محمد شفیع کے خطبات پر مشتمل کتاب وحدت اُمت کی تلخیص ترتیب و تلخیص حافظ ناصر احمد و حافظ محمد عمر تعاون شجاع الدین و محمد نعمان قرآن اکیڈمی پاکستان)

یہ الفاظ ہیں اس کے جسے لوگ شیخ الحدیث کہتے ہیں اور جو روائت کر رہا ہے وہ مفتی پاکستان کہلواتے ہیں ۔ زندگیوں کے اخیر پر اپنی عملی جمع پونجیوں کو بے سود پاتے ہوئے افسوس سے قبول کر رہے ہیں کہ ہم فتح نصیب جرنیل کی طرح نہیں اس دنیا سے جارہے بلکہ ہم وہ ہیں جنہوں نے عمریں ضائع کر دیں فروعی بحثوں میں ،دور جہالت کی طرف لوٹ رہا ہے، شرک واپس آرہا ہے حلال و حرام اُٹھ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔یہی وہ احساسات وجذبات ہیں جو آج علماء سے لے کر ایک عام انسان تک کو نروس کر رہے ہیں لیکن اس دلدل سے نکلنے کا کیا راستہ ممکن ہے میں نے عوامی احساسات اور اس سے عہدہ برا ہونے کے لئے احمدی اور غیر احمدی حکمت عملی کو آسان الفاظ میں آمنے سامنے رکھ دیا ہے

☆ہم دور جاہلیت کی طرف لوٹ چکے ہیں...علماء کرام کا دعویٰ

اگر چھوٹے چھوٹے فتنوں کے وقت مجدد آئے تو اس بڑے فتنے کے مقابل اللہ تعالیٰ نے کسی کو کیوں نہیں بھیجا؟...جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

"اسلام کی حالت اس وقت سخت نازک ہے اور مسلمان گرتے گرتے انتہائی ذلت کو پہنچ گئے ہیں۔ اگر آج بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ترقی کا کوئی سامان نہ ہوتا تو پھر اسلام اور دوسرے مذہبوں میں فرق کیا رہ جاتا؟اس زمانہ سے پہلے بہت چھوٹے چھوٹے فتنوں کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجدد آتے رہے ہیں اور قریباً تمام مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ ان مجددوں اور ولیوں کے ذریعہ دین اسلام کی حفاظت ہوتی رہی۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی حضرت معین الدین چشتی حضرت سید احمد سرہندی رضوان اللہ علیہم اور ہزاروں لوگ ان فتنوں کے فرو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں مگر تعجب ہے اس وقت کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے جس کے مقابلے میں زمانہ ماضی کے فتنے بالکل بے حقیقت ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی شخص نہیں بھیجا گیا۔اور اگر کوئی شخص بھیجا گیا تو **نعوذ باللہ من ذلک** وہ ایک دجال اور مفتری انسان تھا اور پھر غضب یہ ہوا کہ اس نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پر ایسے نشان بھی ظاہر کر دئے جو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے زمانہ کے لئے مقرر تھے۔ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہو تو پھر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا منشاء ہے کہ مسلمان گمراہ ہوں اور دین اسلام تباہ ہو۔**نعوذ باللہ من ذلک**۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ وہ ایسا کرے پس حق یہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف (سے) مامور ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے قیام اور اس کی مضبوطی کے لئے مبعوث فرمایا ہے "۔ (دعوت علماء، انوار العلوم جلد نمبر 6 صفحہ 549،550)

☆لیکن تمام برائیوں کے باوجود بھی ہم میں نبی پیدا نہیں ہو سکتا...علماء کا دعویٰ

یہ بات فیضان محمد ﷺ کے خلاف ہے...جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

" گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا۔ اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں... مگر آنحضرت ﷺ کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اسی لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے۔ بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا "۔ (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 389)

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جگا دیئے اور محمدؐ کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے

☆. اس لئے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں... علماء کا دعویٰ

یہاں تو علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کی نوید ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

" آپؐ میں اور پہلے نبیوں میں یہ فرق ہے کہ انکے شاگرد تو محدثیت تک ہی پہنچ سکتے تھے اور نبوت کا مقام پانے کے لئے ان کو الگ تربیت کی ضرورت ہوتی تھی مگر آنحضرت ﷺ کی شاگردی میں ایک انسان نبوت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور پھر بھی آپؐ کا امتی رہتا ہے اور جس قدر بھی ترقی کرے آپؐ کی غلامی سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کے درجہ کی بلندی اسے امتی کہلانے سے آزاد نہیں کر دیتی بلکہ وہ اپنے درجہ کی بلندی کے مطابق آپکے احسان کے بار کے نیچے دبتا جاتا ہے "

(دعوت الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 362)

☆... لیکن ہمیں ایک ہادی کی شدید ضرورت ہے... علماء کا دعویٰ

یہ بالکل درست بات ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

" ہمارا عقیدہ ہے کہ جو نبی شریعت نہیں لاتے اور صرف پہلی شریعت کی تفسیر و تشریح کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں وہ ایسے زمانہ میں نازل ہوتے ہیں جب اختلافات، روحانیت سے بُعد، خدا تعالیٰ سے دوری، نیکی کا فقدان کلام شریعت کے صحیح معنیٰ کرنے کی قابلیت لوگوں سے مٹا دیتا ہے... اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نبی بھیجا جاتا ہے جو کلام الہی کی صحیح تفسیر جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے لوگوں تک پہنچا دیتا ہے "۔ (جماعت احمدیہ کے عقائد، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 50،51)

☆ کیونکہ تنفیذ دین ایک نبی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی... علماء کا دعویٰ

یہ بات تو سو فیصد درست ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

" ہمارا یقین ہے کہ وہ موعود شخص ظاہر ہو چکا اور ان کا نام مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی ہدایت اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق یقین رکھتے ہیں کہ آپ مسیح موعود تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح کرنی ہے۔ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کا کام کرنا ہے اور وہ کر رہا ہے "۔ (جماعت احمدیہ کے عقائد، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 50،51)

☆. لیکن امت میں نبی پیدا نہیں ہو سکتا... علماء کا دعویٰ

اس سے اللہ اور آپ ﷺ دونوں کی قوت قدسیہ کی ہتک ہوتی ہے جماعت احمدیہ

" مسیح ناصری علیہ السلام کے دوبارہ واپس آنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حرف آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ پر بھی حرف آتا ہے کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو ہی دوبارہ دنیا میں واپس آنا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پہلی تمام امتیں جب بگڑتی تھیں تو ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں میں سے ایک شخص کو کھڑا کر دیتا تھا مگر ہمارے آنحضرت ﷺ کی امت میں جب فساد پڑے گا تو اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ پہلے انبیاء میں سے ایک نبی کو واپس لائے گا۔ خود آپ ﷺ کی امت میں سے کوئی فرد اس کی اصلاح کی طاقت نہیں رکھے گا " (دعوت الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 351)

پاکستان کے مشہور احمدی شاعر جناب حسن روہتاسی فرماتے ہیں

فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند
جو بند کیا حق نے اسے کھول لیا ہے
نے شرکِ خفی بند ہے نے شرکِ جلی بند
القصہ ہر اک قسم کی سب راہیں کھلی ہیں
اک بند ہے ان پر تو فقط راہ نبی بند
ان سادہ مزاجوں سے کوئی اتنا تو پوچھے
فیضان خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند
جب آپ کو تسلیم ہے قرآں کی بدولت
صدیق ہیں شہداء ہیں نہ صالح نہ ولی بند
کیوں کوثر نبوی میں ہوا بند تموج
جب تشنہ لبوں کی ہی نہیں تشنہ لبی بند
کیوں مصطفوی فیض کو بند آپ ہیں کرتے
اب تک نہیں دنیا میں گر بولہبی بند
کافر پہ کشادہ ہیں اگر قہر کے کوچے
مومن پہ ہوئی کس لئے رحمت کی گلی بند
شیطان کی گر راہزنی باقی ہے اب تک

کس وقت ملائک کی ہوئی راہبری بند
مغضوب کی ضالین کی آمد ہے مسلسل
انعمت علیہم کی ہوئی کب سے لڑی بند

☆. ہاں آسکتا ہے، ضرورت بھی ہے بلکہ ضرور آئے گا مگر دوسری امت سے... علماء کا دعویٰ

یہ نبی پاک ﷺ کی صریحاً ہتک ہے... جماعت احمدیہ

"ہم کہتے ہیں کہ باہر سے کسی آدمی کے منگوانے میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے جبکہ آپ ﷺ ہی کے شاگرد اور آپ ﷺ سے ہی سے فیض یافتہ انسان امت کی اصلاح کا کام کرسکتے ہیں تو باہر سے کسی آدمی کے لانے کی کیا ضرورت ہے "(جماعت احمدیہ کے عقائد، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 53)

☆. آخری نبی کے بعد بھی نبی آئیگا مگر مسیح ناصری... علماء کا دعویٰ

یہ بات مسیحؑ کو خاتم النبین بنادیتی ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ " پھر یہی علماء روحانی لحاظ سے بھی مسیح ناصری علیہ السلام کو ہی خاتم تسلیم کر رہے ہیں ... دیگر نبیوں کے فیض تو پہلے ہی ختم ہو چکے تھے ایک مسیح ناصری زندہ تھے مگر افسوس ان کے فیض کی راہ بند نہ ہو سکی۔ یہی نہیں ان کی فیض رسانی کی قوت تو پہلے سے بھی بڑھ گئی اور اس وقت جبکہ امت محمدیہ آنحضور ﷺ کی عظیم الشان قوت قدسیہ کے باوجود خطرناک روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوگی ... تو براہ راست آنحضور ﷺ کی قوت قدسیہ تو اس امت مرحومہ کو نہ بچا سکی ہاں بنی اسرائیل کے مسیحی دموں نے اسے موت کے چنگل سے نجات دلائی اور ایک نئی زندگی دی انا للہ و انا الیہ راجعون ... غور فرمائیے کہ کیا جسمانی اور روحانی دونوں معنوں میں حضرت عیسیٰؑ کو خاتم النبیین نہیں تسلیم کیا جارہا؟ کیا یہ آنحضور ﷺ کی گستاخی نہیں؟(محضر نامہ صفحہ 29،30)

☆. پیدا ہونے کے لحاظ سے آپ ﷺ اور فوت ہونے کے لحاظ سے مسیحؑ آخری نبی ہیں... علماء کا دعویٰ

یہ آپ ﷺ کے فیضان جسمانی وروحانی دونوں کا انکار ہے... جماعت احمدیہ

" تمام مخالف فرقے یہ متضاد ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو جسمانی لحاظ سے ختم فرما سکے نہ روحانی لحاظ سے۔ آپ ﷺ کے ظہور کے وقت ایک ہی دوسرا نبی جسمانی لحاظ سے زندہ تھے مگر افسوس کہ وہ آپ ﷺ کی زندگی میں ختم نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ وفات پا گئے لیکن وہ زندہ رہا۔ اور اب تو وصال نبوی ﷺ پر چودہ سو برس گزرنے کو آئے لیکن ہنوز وہ اسرائیلی نبی زندہ چلا آرہا ہے... بتائے جب وہ نازل ہو کر اپنا مشن پورا کرنے کے بعد بالآخر فوت ہونگے تو ایک غیر جانبدار مؤرخ زمانی لحاظ سے کس کو آخری قرار دے گا"۔

☆. مسیح علیہ سلام آسمان پر جسم سمیت موجود ہیں... علماء کا دعویٰ

یہ ہتکِ خدا ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

"ہم (کیسے) اپنے خدا کی ہتک کریں؟ اور مسیحی پادریوں کو جو اسلام اور قرآن کے دشمن ہیں مدد دیں اور ان کو یہ کہنے کا موقع دیں کہ وہ جو زندہ آسمان پر بیٹھا ہے کیا وہ خدا نہیں؟ اگر وہ انسان ہوتا تو کیوں باقی انسانوں کی طرح مر نہ جاتا"(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 339)

جناب حسن رہتاسی اس صورتحال کو یوں منظوم بیان فرماتے ہیں

کہاں ہیں مدعی حب محمدؐ سامنے آئیں
سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو باریک بینوں میں
پڑا ہو آمنہ کا لال یثرب کی زمینوں میں
مگر مریم کا ہو نورِ نظر گردوں میں نشینوں میں
احمد میں جب احد ہے تو احمد اَحد میں ہے
لا گر کوئی دلیل تری اس کے رد میں ہے
بن باپ کو چڑھاتا ہے تو آسمان پر
سارے جہاں کے باپ کو کہتا ہے لحد میں ہے

☆ مسیح کو اللہ نے اپنے پاس اٹھالیا... علماء کا دعویٰ

یہ ہماری غیرت رسول ﷺ کے خلاف ہے... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

"ہمارے لئے یہ بات سمجھنا بالکل ناممکن ہے کہ حضرت مسیح ناصریکو زندہ آسمان پر چڑھادیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کو زیرِ زمین مدفون سمجھیں۔ اور ساتھ یہ بھی یقین رکھیں کہ آپ ﷺ مسیح سے افضل ہیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ نے ذرہ سا خطرہ دیکھ کر آسمان پر اٹھالیا ادنیٰ درجہ کا ہو اور وہ جس کا دور دور تک دشمنوں نے تعاقب کیا مگر خدا نے اسے ستاروں تک نہ اٹھایا"۔(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 341)

☆ مسیح علیہ السلام چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں... علماء کا دعویٰ

اگر کسی کو آسمان پر زندہ رہنے کا حق ہے تو وہ صرف محمد رسول للہ ﷺ ہیں... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

"میں جب یہ خیال کرتا ہوں کہ محمد رسول للہ ﷺ تو زیرِ زمین مدفون ہیں اور حضرت مسیح ناصریؑ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں تو میرے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں

...اگر کوئی شخص زندہ رہے اور آسمان پر جا بیٹھنے کا مستحق تھا تو وہ ہمارے نبی کریم ﷺ تھے اگر وہ فوت ہو گئے تو کل نبی فوت ہو گئے"(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد7 صفحہ 341)

☆ مسیحؑ 2000 سال سے بغیر کھائے پیئے زندہ ہیں... علماء کا دعویٰ

خدارا پادریوں کی مدد نہ کریں... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

"ہمیں کفر کے خطاب نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں بنسبت اس کے کہ ...خدا کے برابر مسیح ناصریؑ کو درجہ دیں اور یہ خیال کریں جس طرح وہ آسمانوں پر بلا کھانے اور پینے کے زندہ ہے مسیح ناصری بھی بلا حوائج انسانی کو پورا کرنے کے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں"۔

☆42،41... مسیح جنگل جا کر سؤر ماریں گے اور صلیبیں توڑیں گے.. دعویٰ علماء

سؤر بے حیائی کا سمبل ہے اور صلیب عیسائیت کا... جواب دعویٰ جماعت احمدیہ

" ایک مرسل کی شان سے بعید ہے کہ وہ محض ایک لکڑی کو توڑنے کے لئے مبعوث کیا جاوے۔ کیا صلیب کی لکڑی توڑے جانے سے مسیح پرستی مٹ سکتی ہے یا اس سے ساری دنیا کی لکڑی ختم ہو جائے گی۔ صلیب صرف اسی صورت میں مٹ سکتی ہے کہ مسیحی لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے صلیبی مذہب توڑ دیا جائے۔"

(تبلیغ ہدایت صفحہ 131)

☆ یاجوج و ماجوج اور دجال اپنے گدھے پر سوار بعینہ ایک دن ظہور کریں گے... کچھ علماء کا دعویٰ یہ سب جھوٹی احادیث اور افسانے ہیں۔

یہ سب درست احادیث مبارکہ ہیں جو مکاشفات رسول پاک ﷺ پر مبنی زبردست پیشگوئیاں ہیں...جماعت احمدیہ

☆ دجال" دجال کے معنی یہ بنے کہ ایک کثیر تعداد جماعت جو تاجر پیشہ ہو اور اپنا تجارتی سامان دنیا میں لئے پھرے۔ جو نہائیت مالدار ہو اور جو تمام دنیا کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر رہی ہو۔ اور مذہباً ایک نہائیت ہی جھوٹے عقیدہ پر قائم ہو اور یہ تمام علامات مغربی اقوام کی مسیحی اقوام کے مذہبی راہنماؤں میں موجود ہیں۔"

(تبلیغ ہدایت صفحہ 102)

☆ خرِ دجال

" ان احادیث میں دجالی اقوام کی حیرت انگیز ایجادات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ایسی تیز رفتار سواریاں ایجاد کریں گی جن میں لائٹس لگی ہونگی۔ جن پر بیٹھنے کے لئے نشستیں ہونگی۔ وہ سواریاں زمین پر بھی چلیں گی یعنی ریل گاڑیاں اور موٹریں وغیرہ اور فضا میں بھی اڑیں گی یعنی ہوائی جہاز اور سمندر میں بھی چلیں گی یعنی بحری جہاز۔ اور گدھے کے دو کانوں کے درمیان فاصلے سے مراد یہ کہ یہ قومیں ایسی ایجادات کریں گی جس سے پیغام رسانی کا کام بہت ہی کم وقت میں سرانجام دیا جا سکے گا جیسے ٹیلی فون، انٹرکام اور پیغام رسانی کی یہ تمام سہولتیں دجال کی ایجاد کردہ سواریوں میں بھی موجود ہونگی اور عملاً ایسا ہو رہا ہے"۔

☆"انکا یک چشم ہونا ان کی مادیت ہے جس نے ان کے دین کی آنکھ کو بند کر رکھا ہے"۔

☆"آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہونے سے ان کا بدیہی البطلان الوہیت مسیح کا عقیدہ مراد ہے جسے ہر سچا مومن خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ پڑھ سکتا ہے"۔

☆"ان کا زمین آسمان میں تصرفات کرنا خزانے نکالنا اور زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ ان کے علوم جدیدہ اور سائنس وغیرہ کی طاقتوں اور سیاسی غلبہ کی طرف مجازی طور پر اشارہ ہے۔ ورنہ از روئے حقیقت تو یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور انکو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے"۔

☆"دجال کے ساتھ جنت دوزخ کا ہونا یہ ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ ہو جاتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے اور ان کے مذہب کو اختیار کرتا ہے وہ ظاہراً ایک جنت میں داخل ہو جاتا ہے گو دراصل وہ دوزخ ہوتا ہے اور جو شخص ان کے بد خیالات سے الگ رہتا ہے اس کو ظاہراً ایک دوزخ برداشت کرنا پڑتا ہے گو وہ دراصل جنت ہوتی ہے"۔

☆"گدھے کے کانوں کے درمیانی فاصلے سے مراد ریل کے ڈرائیور اور گارڈ ہیں جو ریل کے انتہائی کناروں پر متعین ہوتے ہیں " (تبلیغ ہدایت، ص 103)

☆"یاجوج ماجوج سے مراد روس، انگریز اور ان کی اتحادی حکومتیں ہیں کیونکہ قرآن و حدیث میں دجال اور یاجوج و ماجوج دونوں کے غلبہ کا ایک ہی زمانہ میں ذکر ملتا ہے۔ دراصل دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ مغربی عیسائی قوموں کے مذہبی راہنماؤں کو دجال کا نام دیا گیا ہے اور ان ہی کا سیاسی و قومی نام یاجوج و ماجوج ہے"۔(تبلیغ ہدایت، ص108)

☆"آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اس سے مراد ہے کہ یاجوج ماجوج قومیں آگ سے کام لیکر علم ہئیت اور خلائی تحقیق میں بہت ترقی کریں گی اور جدید قسم کی خلائی گاڑیاں اور میزائیل وغیرہ ایجاد کر کے مختلف سیاروں پر پہنچیں گی"۔ (خلاصہ تبلیغ ہدایت، ص107 تا109)

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات برحق کے موقع

پروفیسر عبدالصمد قریشی



اپنے جذبوں سے صداقت کو امر کرتا ہوا
اک مسافر تھا اُجالوں میں سفر کرتا ہوا
جس کے ہر انداز پر بزمِ وفا کو ناز ہے
چل دیا خورشیدؔ سب کو چشم تر کرتا ہوا
ایک روشن سا ستار ا اپنی راہ کو چل دیا
ظلمتِ شب کے اندھیروں میں سحر کرتا ہوا
ایک عجزوانکساری کا حسین پیکر تھا وہ
چل دیا اک شان سے جیون بسر کرتا ہوا
اک مسافر کیا گیا محفل کو ویراں کر گیا
کون ہو گا اس کے جیسا دل میں گھر کرتا ہوا

پروفیسر عبدالقدیر کوکبؔ



یاد ہے جب میں ملا، اُن سے تھا لندن ایک بار
گفتگو میں ،پہلے جیسا ، میں نے پایااُن سے پیار
مُسکرا کر وہ ملے، جیسے ملا کرتے ہمیش
میں ہمیشہ سے ہی تھا، مُسکان پہ اُن کی نثار
وہ مرے اُستاد تھے، درجہ تھا اس سے بھی بلند
میں نے جو کچھ پایا اُن سے، وہ تو ہے اب بے شمار
جس طرح عہدِ وفا کو ،وہ نبھاتے تھے رہے
سوچ کر یہ اُن پہ، آ جاتا تھا سب لوگوں کو پیار
زندگی سادہ تھی لیکن، وہ عظیم انسان تھے
باوفاؤں میں ہمیشہ، اُن کا ہوتا ہے شمار
چل دیئے کوکبؔ ، وہ ہم سب کو بلکتا چھوڑ کر
رو رہا ہے فرد ہر اک، یاد میں زار و قطار

آؤ لو گو حضرت مسرور کی باتیں کریں

ڈاکٹر محمد جلال شمسؔ۔ کولون۔ جرمنی

جو ہمیں بخشا گیا اُس نور کی باتیں کریں
وہ خلیفہ پانچواں برحق مسیح پاکؑ کا
ہاں مداوا ہمارے دیدۂ نمناک کا
جس کی باتوں میں نظر آتا ہے نورِ زندگی
جس کے خطبے سب کو دیتے ہیں سرور زندگی
جس کی شخصیت میں ہے مشہود طاہرؔ کی جھلک
رحمت باری کا سایہ جس پہ رکھتاہے فلک
جو کہ ہے تصویر پیارے ناصر و محمود کی
جس کے دل میں محبت حضرت مسجود کی
جس کے چہرہ سے عیاں سرخی حیا کے نور کی
جس کے دل سے غیر کی حکمیت خدا نے دور کی
جس کو مولا نے کہا بے شک میں تیرے ساتھ ہوں
میں ہی تیری صبح ہوں اور میں ہی تیری رات ہوں
شاہزادہ جس کے دل میں بے کسوں کا درد ہے
ہے دعا منصورؔ کی جو بس یہی وہ مردہے
وہ امیرالمؤمنین ہے اُس کے بن جائیں غلام
اُس کی باتیں زندگی کا سب کو دیتی ہیں پیام
اُس حسیں کی آج دنیا میں نہیں کوئی نظیر
خوش خصال و خوش طبیعت مومنوں کا وہ امیر
اُس کے پاؤں کی زمیں سرمہ ہے آنکھوں کا مری
نور سے جس کے فنا ہوتی ہے ہر اِک تیرگی
شمسؔ بے مایہ ہے آقا ایک دیوانہ ترا
تجھ پہ قربان میری جاں دِل بھی مرا تجھ پر فدا

قرآن (ایک عظیم اور بے نظیر کتاب)

اے آر خان لندن

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

آج سے پندرہ سو برس پہلے سر زمین عرب سے ایک امی اٹھا کہ دنیا کے سامنے ایک کتاب پیش کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم مقابلہ کی طاقت رکھتے ہو اور تمہیں اپنے علم و فن پر ناز ہے۔ تو اس کتاب کی نظیر لے آؤ لیکن کوئی ادیب کوئی مصنف ایسا نہ نکلا کہ اس چیلنج کو قبول کرتا اور آج پندرہ سو تیس سال گزرنے کے بعد یہ چیلنج قائم ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بڑا دعوی صرف اسی کتاب کے بارہ میں کیا جا سکتا ہے۔ جو ہر لحاظ سے دوسروں سے عمدہ ہو۔ کیا بلحاظ تعلیم کیا بلحاظ زبان کی فصاحت و بلاغت اور کیا بلحاظ طرز بیان کے۔ الغرض وہ کتاب ایسی ہونی چاہیئے کہ عمدگی کی کسی صفت میں دوسروں سے ادنی نہ ہو۔ آیئے ہم قرآن کو پرکھیں کہ اس کے متعلق اتنا بڑا دعوی جو کیا گیا ہے کیا وہ صحیح ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم ایسی ہے کہ اسے دنیا کی عمدہ ترین تعلیم قرار دیا جا سکے۔ اور کیا قرآن کی زبان اس قدر فصیح اور بلیغ ہے کہ اسے معیار تسلیم کیا جا سکے۔ اور کیا قرآن کا طرز بیان اس قدر دلکش ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔؟ لیکن اگر ہم خود فیصلہ کرنے لگیں تو ممکن ہے کہ کوئی متعصب شخص یہ کہہ دے کہ مسلمان عقیدت کی وجہ سے اس کتاب کے متعلق فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس لئے آیئے ہم اس بات کو ایسے لوگوں کے پاس لے جائیں جو اسلام کے سخت دشمن ہوں اور جنہیں اسلام کے ساتھ کوئی عقیدت نہ ہو۔ اس سلسلہ میں عیسائی مستشرقین ہمیں ملتے ہیں۔ آیئے ہم دیکھیں کہ انہوں نے قرآن کے متعلق کیا کیا ریمارکس دیئے ہیں۔ ا۔ پریچنگ آف اسلام کا مصنف رقم طراز ہے:" اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں"۔

پاپولر انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔" قرآن کی اخلاقی تعلیم بالکل خالص ہے جو شخص پورے طور پر اس پر عامل ہو نیک زندگی بسر کر سکتا ہے" (جلد ۸ صفحہ ۳۲۶)

*۔ ۲۔ ایک عیسائی مستشرق ڈاکٹر موریس ماہر عربی اور فرانسیسی زبان میں ترجمہ قرآن کرتے ہوئے مخالفین قرآن کو ان الفاظ میں نصیحت کرتا ہے" قدرت کی لازوال عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں۔ ان سب میں بہترین قرآن کریم ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و گمراہی کی خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکی بجز اس آواز کے جو سر زمین عرب میں غار حرا سے آئی۔" دیکھیئے یہاں پر ایک عیسائی کس طرح اپنی شریعت کو عاجز دیکھتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسے یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ اگر کوئی شریعت واقعی ان کے درد کا درماں ہو سکتی ہے تو وہ قرآن کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ انہوں نے تو صرف اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہمیں اسلام ہی بچا سکتا ہے۔ *۔ ۳۔ مگر ڈین اسٹینلی جیسا مصنف اس سے آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ" مسیحیت پر انجیل کے قانون نے اس قدر گہرا اثر پیدا نہیں کیا جسقدر قرآن کے ضابطہ نے اثر کیا ہے" (مشرقی کلیسا صفحہ ۲۵۹) قرآن سے مسٹر گبن جیسا شخص بھی متاثر ہو کر کہہ اٹھتا ہے کہ" قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر منتج ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی"۔ ایک دائمی شریعت کے لئے لازمی ہے کہ وہ جس طرح شروع میں وہ قابل عمل تھی۔ اب زمانہ کی ترقیات کے بعد بھی قابل عمل ہو۔ قرآن کی شریعت ایک ایسی ہی شریعت ہے کہ وہ اس وقت بھی قابل عمل تھی جب دنیا میں علوم و فنون ابتدائی حالت میں تھے۔ اور اب بھی جبکہ وہ اپنے عروج کو پہنچ چکے ہیں۔ *۔ ۴۔ اس بات کا اقرار فرانس کے مشہور ڈاکٹر سوان ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔" جدید علوم کے انکشافات جن کو ہم نے اپنے زور سے حل کیا یا وہ ابھی زیر تحقیق ہیں کوئی ایسی بات نہیں جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہو۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ بنانے میں جو اب تک کوششیں کی ہیں اسلام و قرآن میں وہ پہلے سے ہی موجود ہیں"۔ ایک کامل شریعت کے لئے لازمی ہے کہ اس میں تمام پہلو آگئے ہوں۔ اور کوئی بات ایسی نہ رہے جس کے متعلق وہ اپنے پیروں کی راہنمائی نہ کر سکتی ہو۔ اس بات کو کہ قرآن ایک کامل شریعت ہے۔ *۔ ۵۔ اسے مسٹر گبن اپنے ان

الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں۔" قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ پارلیمنٹ کی روح اور قانون اساسی ہے۔ صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام وتعزیرات کے لئے بھی اور تمدن و قانون کے لئے بھی جن پر نظام عمران کا مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شاہزادہ سے لے کر فقیر و گداتک کے لئے مسائل رکھتی ہے"۔اب جبکہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ عیسائی مستشرقین قرآنی تعلیم اور شریعت کی برتری تسلیم کر چکے ہیں۔ تو آیئے ہم اس بات کو دیکھیں۔ کہ قرآن کی زبان اور اس کا طرز بیان ان لوگوں کے نزدیک کیسا ہے۔ *۔٦۔ مسٹر سیل جیسا متعصب عیسائی قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔"قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ ایک مستقل معجزہ ہے۔ جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اور تنہا یہ صحیفہ دنیا کو اپنے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔ اس میں فصیح خوبصورت اور پر معنی جملے ہیں۔ اور خصوصاً وہ آیات نہایت فصیح اور بلیغ ہیں۔ جن میں اللہ تعالی کی عظمت اور شوکت اور صفات کا تذکرہ ہے۔ قاری کو اس صحیفہ میں ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں"۔ *۔٧۔ اسی طرح مسٹر فرک مورخ جرمنی لکھتے ہیں" قرآن کی عبارت کیسی فصیح اور بلیغ اور مضامین کیسے عالی اور لطیف ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور ایک حکیم فلسفی حکمت الہی بیان کر رہا ہے"۔ جبکہ قرآن کی زبان کو فصیح و بلیغ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ تو آیئے اس بات کو دیکھیں کہ کہیں یہ تحریف و تبدل کا شکار تو نہیں ہو گی۔ جیسا کہ دوسری آسمانی کتب ان کا شکار ہو چکی ہیں۔ *۔٨۔ دیباچہ لائف آف محمد میں لکھا ہے۔" دنیا کے پردہ پر غالبا قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو پندرہ سو سال کے طویل سرصہ تک بغیر کسی تحریف و تبدیل کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو۔ ہماری اناجیل کا مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بالکل غیر محرف و مبدل چلا آتا ہے۔ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جن میں آپس میں کوئی نسبت نہیں"(دیباچہ لائف آف محمد صفحہ ٢١)یہاں پر مصنف صاف الفاظ میں قرآن کی برتری اور اناجیل کی شکست کو تسلیم کر رہا ہے۔ *۔٩۔ پھر یہی مصنف لکھتا ہے" ہمارے پاس اس بات کی اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور جسے آپ استعمال کرتے تھے"۔(دیباچہ لائف آف محمد) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جیسی مستند کتاب میں اس بات کا اقرار ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔" آج کا قرآن بعینہ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا۔ یورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں بالکل ناکام رہی ہے"(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ قرآن)*۔١٠۔williamGrahim لکھتے ہیں:۔"مذہبی اور غیر مذہبی کتب میں قرآن مجید شاید وہ واحد کتاب ہے۔ جو لاکھوں لاکھ لوگوں کے ذریعہ مکمل طور پر حفظ کی جاتی رہی"۔(Beyond the writton word ukcambridge university 1993)

*۔١١۔ امریکہ کے مشہور پروفیسر ہوورڈ نے ڈیلی نیو یارک ٹائمز میں لکھا ہے۔ ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں مگر واقعات کو سامنے رکھ کر یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے اور اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو تاریکی کے زمانہ میں عیسائیوں کے لئے شمع بنی رہی ہے اور جس نے ہمارے دماغوں کو اپنے علوم وفنون سے سیراب کر دیا ہے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن ہے جو روز اول سے اسی طرح محفوظ ہے

*۔١٢۔ غیر متعصب مفکرین یورپ میں سے باسورتھ سمتھ ایم اے لکھتے ہیں۔ قرآن مجید جو ایک غیر تعلیم یافتہ امی کی کتاب ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں منظوم بھی ہے۔ دعاؤں کی بھی کتاب ہے۔ اور بائیبل بھی ہے۔ اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کے نصف حصہ لوگوں کی آبادی کی نظر میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور معجزہ خیال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ محمد ﷺ نے اسے standing miracle قرار دیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ وہ واقعی ایک معجزہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ *١٣۔ علم تاریخ میں یہ ایک بے مثال قسم کی بات ہے کہ محمد ﷺ بیک وقت ایک قوم اور ملت کے اور ایک ایمپائر کے اور ایک مذہب کے کامیاب بانی قرار پائے۔ *۔١٤۔A.J.Arberry پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کی تعریف کی ہے۔ *۔١٥۔KenethCragg مسلم ورلڈ امریکہ کا ایڈیٹر تھا۔ اس نے "کال آف دی منرٹ" نامی کتاب لکھی ہے۔ اس نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق شہادت دی ہے اور قرآن کریم کے تعلق میں بھی عمدہ بیان دیا ہے۔ *١٦ " بائبل قرآن اور سائنس" کے نام سے موسوم کتاب فرانسیسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ جس کا مصنف موریس بوکائلے جو کہ ایک سرجن ہے لکھتا ہے۔" اب اگر ہم مسلمان مفسرین کی توضیحات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ قرآن کو بالکل ہی مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں۔ تقریباً چودہ صدی کا عرصہ ہوا۔ ماحول مکہ میں جب محمد ﷺ عالم استغراق میں تھے۔ تو آپ کو جبرائیل (علیہ السلام) کے

ذریعہ اللہ کا پہلا پیغام ملا۔ پھر پہلے پیغام کے بعد فترت وحی کا طویل عرصہ گزرنے پر مسلسل نزول وحی ہوتا رہا۔ جس کا پھیلاؤ بیس سال کی مدت پر ہے یہ وحی نہ صرف محمد ﷺ کی حیات میں ضبط تحریر میں لے آئی گئی تھی۔ بلکہ السابقون الاولون کے وہ صحابہ جن کو آپ کی محبت نصیب ہوئی زبانی اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ کی رحلت(632ء) کے بعد مختلف اجزاء کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ جس کے بعد وہ کتاب قرآن کے نام سے موسوم کی گئی۔ یہ خدا کا کلام ہے اور انسان کی جانب سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ وہ خطی نسخے جو اسلام کی پہلی صدی کے وقت سے ہماری دسترس میں ہیں۔ آج کے متن کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔ ایک خوبی جو پوری طرح قرآن کریم کیساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی بحث کی جاتی ہے تو اس میں متعدد مقامات پر تمام انواع کے قدرتی حوادث سے متعلق اظہار خیال دکھائی دیتا ہے۔ یعنی فلکیات سے لے کر انسانی توالد و تناسل کرہ ارض، عالم حیوانی و نباتاتی تک سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔

(بائبل قرآن اور سائنیس از موریس بوکائلے صفحہ 7-8 اخبار الفضل مورخہ ۱۵۔ اپریل 2011)

*۱۷۔ ایک کتاب جس کا نام History of the Intellectual Development of Europe by John William Drapper Volume 1 page334 پر لکھا ہوا ہے۔ ترجمہ۔ ”یہ مکمل طور پر غلط خیال ہے کہ عرب کی ترقی صرف تلوار کے زور پر تھی۔ تلوار قوم کے مذہب کو تو بدل سکتی ہے لیکن یہ انسان کے خیالات اور ضمیر کی آواز کو نہیں بدل سکتی“۔ آگے صفحہ 343.344 پر لکھتا ہے ”کہ قرآن کریم پڑھنے والا ایک منصف مزاج بغیر کسی شک کے اس بات پر حیران ہوتا ہے۔ کہ کس طرح بات کے مقصد کو احسن رنگ میں ادا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اعلیٰ اخلاق اور تعلیم و احکامات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی ترکیب و ترتیب ایسی واضح اور ہر لفظ اپنے اندر ایک مطلب سمیٹے ہوئے ہے۔ ہر صفحہ اپنے اندر ایسے مضامین لئے ہوئے ہے۔ جس کی تعریف کے بغیر انسان آگے نہیں جاسکتا“۔ (اخبار الفضل ۱۰ مئی ۲۰۱۱ء)

۱۸۔ بلند کردار کا حامل۔ On Heroes Hero Worship and Heroic in histoty by T Catlye p.87 تھامس کارلائل مشہور انشاء پرداز اور مصنف حضرت محمد ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے۔ کہ آپ کسی قسم کے بھی آرام و عیش کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ کا گھریلو اسباب بہت ہی معمولی تھا۔ آپ کی غذا جو کی روٹی تھی۔ بسا اوقات آپ کے گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ مسلمانوں کو بجا طور پر فخر ہے۔ کہ آپ اپنے جوتے کی خود مرمت فرما لیا کرتے تھے۔ اپنے کپڑوں پر خود پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ آپ نے زندگی محنت پسندی اور عسرت میں بسر کی۔ اگر محمد (ﷺ) کا کردار بلند نہ ہوتا تو ان کی قوم ان کو اس طرح دل سے نہ چاہتی۔ دنیا میں کسی شہنشاہ کے احکام کی بھی کبھی ایسی اطاعت نہیں کی گئی جیسی گدڑی میں لپٹی اس عظیم ہستی کی کی گئی۔ ان کا تیس سالہ دور نبوت ایک ہیرو کی تمام صفات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

۱۹۔ مشہور مستشرق نولڈ کا قول ہے کہ کہ ممکن ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں (طرز تحریر) کی ہوں۔ تو ہوں۔ لیکن جو قرآن عثمان نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ یقیناً وہی ہے جو محمد ﷺ نے پیش کیا تھا۔ گو اس کی ترتیب عجیب ہے۔ یورپی علماء کی یہ کوششیں کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں کوئی تبدیلی ہوئی بالکل ناکام ثابت ہوئی۔ (سیرت صحابہ از حافظ از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ ۹۸) *

۲۰۔ مشہور مستشرق سٹینلے پول فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ جس دن محمد ﷺ کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپ ﷺ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔ قریش نے سالہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر و تذلیل کی مصیبت آپ ﷺ پر ڈالی تھی۔ آپ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا“

* ۲۱(Speaches and table talk of the prophet Mohammad by stainley lane-pool Interoduction 1882 London الفضل ربوہ ۲۱۔ اپریل ۲۰۱۱ء)۔ (حوالہ مندرجہ بالا ص ۳۷)

۲۲* قرآن نے ساری دنیا کو زبانی لحاظ سے یکجا کیا۔ چنانچہ فلپ لکھتا ہے۔ ”شام، عرب اور مصر کی طرح عراق اور مراکش میں ہر جگہ وہی کلاسیکل عربی زبان رائج ہے جس کی تشکیل قرآن نے کی“۔ *۲۳۔ مشہور مستشرق اور رومن کیتھولک فن کیرم آرم سٹرانگ لکھتی ہیں۔ ” جب بھی کوئی آیت پیغمبر اسلام پر نازل ہوتی آپ اسے بلند آواز میں صحابہ کرام کو سناتے جو اسے یاد کر لیتے اور جو لکھنا جانتے تھے اسے لکھ لیتے“۔ *۲۴ پروفیسر کارلائل کہتا ہے۔ ” میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور

سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے۔ اور یہ بالکل کھلی اور سچی حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ (عزم نو قرآن پاک نمبر قرآن اور سائنس سیارہ ڈائجسٹ)

*۲۵۔ پادری ڈیوڈ پورٹ کہتا ہے۔" قرآن تمام عیوب سے پاک ہے"۔ *۲۶۔ پادری ریورینڈ جے ایم راڈویل کہتا ہے۔"قرآن علم و آگہی کا مخزن ہے"۔ *۲۷۔ پنپولین بوناپارٹ نے قرآن کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے۔"مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یک جا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک مثالی نظام قائم کروں گا۔ کیونکہ صرف یہی تعلقات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں"۔ *۲۸۔ ڈاکٹر موسیو جین کہتا ہے۔" قرآن مذہبی قواعد و ضوابط کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی موجود ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے بہر حال مفید ہیں"۔ *۲۹ ڈاکٹر لڈر ہف کربل نے قرآن کریم کو" وسیع جمہوری سلطنت کا قانون" قرار دیا ہے۔ *۳۰ ڈاکٹر راوڈیل نے قرآن کو" روحانی نجات کا ذریعہ اور رعایا کے حقوق کا علمبردار" کہا ہے۔ *۳۱۔ موسیو کاسٹن قرآن کو" امن و امان کا ضامن" قرار دیا ہے۔ *۳۲۔ مہاتما گاندھی نے قرآن کو" الہامی کتاب اور فطرت انسانی کے عین مطابق" قرار دیا ہے۔ *۳۳ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کہتا ہے۔"وہ وقت دور نہیں جب کہ قرآن کریم اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے اپنے اندر جذب کرے گا۔ وہ زمانہ بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہو گا"۔ *۳۴۔ لالہ لاجپت رائے نے کہا تھا۔" میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلام کی پیغمبرؐ کو دنیا کے مہاپرش سمجھتا ہوں۔ میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، اور روحانی تعلیم کا دل سے مداح ہوں۔ میں اسلام کے اس رنگ کو بہترین اسلام سمجھتا ہوں جو رنگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھا۔ *۳۵۔ جرمن شاعر اور فلسفی گوئٹے کہتا ہے۔"قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ایک تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے"۔ سکھوں کے گورونانک کیا فرماتے ہیں۔"توریت، زبور، انجیل کو ہم نے غور سے دیکھا اور ویدوں کو بھی مگر دنیا کے لئے جو کتاب ہدایت کامل کا مجموعہ ہو سکتی ہے وہ قرآن ہے۔ پھر کہا کہ" عربی کے حروف تہجی تیس ہیں اور قرآن کے پارے بھی تیس ہیں۔ قرآن لاانتہا نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔ سنو اور یقین کرو اگر کوئی کتاب ایمان ہے تو وہ قرآن کریم ہے۔" *۳۶۔ ہندو لیڈر مسز سروجنی نائیڈو نے لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔" قرآن غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس کے اصولوں کی پیروی سے دنیا خوشحال ہو سکتی ہے۔ اور دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا"۔ *۳۷۔ جان فاش اپنی کتاب" دی وزڈم آف دی قرآن" میں لکھتا ہے۔" قدیم عربی زبان میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے اس کا سٹائل بڑا جامع اور دل پذیر ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں جو کہیں کہیں شاعری کے نادر نمونے ہیں غضب کا استدلال اور مسخر کرنے والی طاقت ہے۔ اس کے مفہوم کو کسی زبان کے سانچے میں ڈھالنا کٹھن کام ہے"۔ *۳۸۔ چارلس فرانسس پورٹر نے کہا" قرآن دنیا میں سب الہامی کتب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے"۔ *۳۹ ڈاکٹر مورنس فرانسیس نے کہا۔" یہ کتاب قرآن تمام آسمانی کتب پر فوقیت رکھتی ہے"۔ *ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب" دی پریچنگ آف اسلام" میں کہا"جو احکام قرآن میں موجود ہیں وہ اپنی جگہ مکمل ہیں۔" *۴۰۔ ڈاکٹر سیموئیل جانسن نے کہا۔"قرآن کے مطالب اتنے ستھرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر مذہب اور زمانے کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے"۔ *۴۱۔ پروفیسر ہربرٹ وائل نے اپنے ایک لیکچر میں کہا۔"قرآن عالم انسانیت کا مصلح ہے"۔ *پروفیسر دوی جاداس کہتا ہے۔" قرآن ایک جامع اور روح افزا پیغام زندگی ہے کہ بندہ دھرم اور مسیحیت کی کتب اس کے مقابلے میں کوئی بیان پیش نہیں کر سکتیں"۔ *۴۲۔ ڈاکٹر سٹینلے لین پول نے اپنے لیکچر "گائیڈنس آف ہولی قرآن" میں کہا" قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصول جہاں بانی سکھائے۔ قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہیئے"۔ *۴۳ ریونڈر آربٹائے میکسوئیل کنگ نے کہا۔"قرآن الہامات کا مجموعہ ہے اس میں اسلام کے قوانین اور اخلاق کی تعلیم اور روزمرہ زندگی کی نسبت ہدایات ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت ہے کہ اس کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیز نہیں"۔ *۴۴۔ ڈاکٹر گستاولی بان نے کہا۔" قرآن ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے"۔ *۴۵۔ عمانویل ڈی اش نے کہا۔" قرآن مسیحائے عقل ہے"۔ *۴۶۔ فرانسیسی ادیب موسیو اوجین کلاکل نے کہا۔" قرآن اجتماعی احکام کا رہبر ہے"۔ *۴۷۔ جرمن ڈاکٹر فرک کہتا ہے۔"قرآن کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین لطیف و عالی ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔" *۴۸۔ پروفیسر آر اے نکلسن کہتا ہے۔"عربی زبان قرآن کی وجہ سے محترم ہے"۔ *۴۹۔ مسٹر ای ڈی ماریل کہتا ہے۔"قرآن اسلام کی قوت و طاقت ہے

۔"*۵۰۔مشہور جرمن جان جاک کہتا ہے۔"جب منکرین قرآن کو جب پیغمبرؐ کی زبان سے سنتے تھے تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر پڑتے اور مسلمان ہو جاتے تھے "۔*۵۱۔ڈاکٹر جانسن نے کہا ہے ۔" قرآن عام فہم اور قابل قبول ہے ۔"تھیوڈور نون لڈیکے نے کہا ۔" قرآن خدا کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔"*۵۲۔پادری وال ریمس ڈلی کہتا ہے۔" قرآن امن وسلامتی کا پیغمبر ہے۔"*۵۳۔گاڈفرے ہیکن کہتا ہے۔" قرآن غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے "۔*۵۴۔میجر لیونارڈ کہتا ہے۔" قرآن بہترین معلم ہے۔"*۵۵۔مشہور افسانہ نگار ایچ جی ویلز کہتا ہے۔" قرآن نے مسلمانوں کو مواخات کے بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل و رنگ اور زبان کے پابند نہیں ہیں۔"*۵۶۔کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری نے کہا۔"قرآن معجزانہ کلام ہے۔" *۵۷۔مسٹر بورس سمتھ نے کہا۔"قرآن مستقل دائمی معجزہ ہے۔"*۵۸۔سر ایڈورڈ ڈینی راس نے کہا۔" قرآن نور ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اسے یورپ کے گوشے گوشے میں اسے پھیلایا جائے۔"*۵۹۔ڈاکٹر جارٹن کہتا ہے۔"قرآن کا طرز تحریر دل آویز اور رواں ہے۔ مختصر اور جامع ہے اور خدا کا ذکر بڑے شاندار طریق پر کرتا ہے"۔*۶۰۔نیئر ایسٹ لندن کے اخبار کے خاص نمبر میں اس کے ایڈیٹر نے کہا۔" اگر ہم قرآن کی عظمت وفضیلت اور حسن وخوبی سے انکار کریں تو گویا ہم عقل ودانش سے بیگانہ ہوں گے"۔*۶۱۔مسٹر آرنلڈ وہائٹ کہتا ہے" قرآن نے مسلمانوں کو جنگ (جہاد) بھی سکھایا اور ہمدردی فیاضی اور خیرات کرنا بھی سکھایا"۔*۶۲۔ڈیون پورٹ کہتا ہے"قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری سب معاملات اس میں موجود ہیں۔ پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنادیا ہے"۔*۶۳۔ڈین اسٹینلی کہتا ہے۔" قرآن میں بائبل سے موئثر قوانین ہیں"۔*۶۴۔جو ائیکم بولف کہتا ہے۔" قرآن احکام حفظ صحت کے لحاظ سے تمام کتب سماوی پر حاوی ہے۔"*۶۵۔جان جاک ریک کہتا ہے۔" قرآن نے عظیم تہذیب و تمدن پیدا کیا"۔*۶۶۔ فرانسیسی مصنف موسیو کہتا ہے ۔"اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں سمجھا کہ جس کے اثر سے عربوں کی کایا پلٹ گئی۔" *۶۷۔پادری آر میکوئل کنگ کہتا ہے۔" قرآن الہامی کتاب ہے"۔*۶۸۔ مشہور بنگالی بابو چندر پال کہتا ہے۔"قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز نہیں ہے۔اور نہ ہی کسی کو محض خاندانی اور عالی عظمت کی بنا پر بڑا سمجھا جاتا ہے"۔*۶۹۔ایف ایف آر تھ ناٹ اپنی کتاب The cnstruction of Bible and Quran میں لکھتا ہے۔اگر چہ اس کی مثل لانے کی متعدد کوششیں ہوئیں مگر جہاں تک عظیم الشان انداز تحریر کا تعلق ہے کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ قرآن بالکل اصلی حالت میں رہا ہے۔اس میں آج تک کوئی جیالا، مترجم، محرم کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم نہیں کر سکا۔"

*۷۰۔ہیری گیلارڈ ڈارمن کہتا ہے۔"قرآن خدا کی لفظی وحی ہے جبرائیل کے ذریعے محمدؐ پر نازل ہوئی۔اس کا ہر لفظ کمال وتکمیل کا آئینہ دار ہے۔یہ ابدی معجزہ ہے جو اپنی صداقت اور محمدؐ کی حقانیت پر گواہ ہے۔"*۷۱۔ہارٹ وگ شفیلڈ کہتا ہے۔"قرآن کو سائنسوں کا سرچشمہ پاکر ہمیں حیران نہیں ہونا چاہیئے۔اسی طرح اسلام نے طبی علوم کی تحقیقات کا جوش دلایا اور عام طور پر خطا پر فطرت میں غور وخوض اور ان کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔"*۷۲۔ جرمن مفکر لوڈیکے کہتا ہے۔"یورپ کے جن مولئفین نے بہت تگ ودو سے کام لیا ہے کہ تحریف قرآن ثابت کر دیں اور وہ اپنی جدوجہد میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔"(حوالہ ۲۴ تا ۷۲ نمبر عزم نو قرآن پاک نمبر قرآن اور سائنس سیارہ ڈائجسٹ (قرآن کریم کے علوم اور معارف انسان کو مشک کی خوشبو کی طرح قابل قدر اور قابل عزت وتکریم اور فیض رساں بنا دیتے ہیں۔

ہم اُس وقت بدترین ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں جب کوئی گمراہ انسان راہ راست پر آنے کے بعد نیکی کی تلقین کرے اور ہم اُس کا ماضی لے کہ بیٹھ جائیں ۔

بیعت کرنا کیوں ضروری ہے؟

عاصی صحرائی

کئی لوگوں کی طرف سے سوال کیا جاتا ہے کہ بیعت کرنا کیوں ضروری ہے۔ جبکہ جماعت احمدیہ کا کلمہ بھی وہی ہے، جو عام مسلمانوں کا ہے، نماز بھی، قبلہ بھی، اور قرآن بھی وہی ہے تو پھر اس کے عقائد کو درست ماننے کے بعد اس میں داخل ہونے کے لئے بیعت کیوں ضروری ہے؟۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ مسلمانوں کی وہ تبلیغی جماعت ہے جو تبلیغ اسلام کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے۔ جس طرح ہر جماعت کا کوئی نظام ہوتا ہے اسی طرح اس جماعت کا بھی ایک محکم نظام ہے۔ اور اس جماعت کا ہر فرد زنجیر کے اُس حلقہ کی حیثیت رکھتا ہے جو اپنی ذات میں بھی قائم و محکم ہے۔ اور دوسرے حلقوں کے ساتھ بھی مربوط ہے۔ پس جس طرح کوئی حلقہ زنجیر سے علیٰحدہ ہو کر زنجیر کا جزو شمار نہیں ہو سکتا بعینہٖ اسی طرح وہ شخص جو جماعت احمدیہ کی صداقت کا تو قائل ہے لیکن بیعت کر کے اس جماعت میں داخل نہیں ہو جاتا وہ یقیناً اپنے وجود کو ایک عظیم خطرہ کے سامنے پیش کرتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اس شخص کا یہ سطحی ایمان (یعنی صداقت احمدیت کے قائل ہونے کا دعویٰ) کسی وقت اسے ایسی ٹھوکر لگا دے کہ وہ اس ظاہری اور سطحی ایمان سے بھی محروم ہو جائے۔ رسول مقبول ﷺ نے اسی خطرہ کے پیش نظر یہ پُر حکمت ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ''سَدِّدُوا وقاربُوا فَاِنَّمَا یُصِیبُ الذِّئبُ مِن غَنَمِ الشَّارِدَۃَ۔'' یعنی اپنے نظام جماعت اس رنگ میں اپناؤ کہ ایک فرد اور دوسرے فرد کے درمیان کوئی فاصلہ نہ رہے۔ کیونکہ جو شخص ایک نظام کو سچا سمجھ کر پھر اس میں داخل یا مدغم ہو کر اپنی حفاظت نہیں کرتا۔ اُس کے لئے ہر وقت خطرہ درپیش ہے۔ کہ اسے کوئی بہکا کر نہ لے جائے۔ جیسے کہ وہ بکری جو اپنے ریوڑ سے علیٰحدہ ہوتی ہے اس کے لئے یہ حقیقی خطرہ ہر وقت موجود ہے۔ کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'وَاعتصموا بحبل اللہ جمیعاًوَّلا تفرقوا''۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو (نظام جماعت کو) تم سب کے سب بلا استثناء اس مضبوطی سے تھامو کہ تفرقہ نظر ہی نہ آئے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''یَدُ اللہ علی جماعۃِ'' یعنی اللہ تعالیٰ (برکت) کا ہاتھ ان لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو ایک نظام جماعت میں منسلک کرتے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔ کہ۔ ''مَن شَذَّ شُذَّ فِی النارِ'' یعنی جو نظام جماعت سے علیٰحدہ ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈالتا ہے۔ پس بیعت کرنا اس لئے ضروری ہے کہ تا انسان لفظاً و معناً اُس جماعت میں داخل ہو جائے جس کی صداقت کے قائل ہونے کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ اور تا وہ حقیقی معنوں میں اس زنجیر کا ایک حلقہ بن جائے۔ جس زنجیر کو وہ اللہ تعالیٰ کی رسی سمجھتا ہے۔ پھر بیعت کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تا وہ گمراہ ہونے اور آگ میں پڑنے کے اس خطرہ سے بچ جائے۔ جس کا جماعت سے علیٰحدہ رہنے کی صورت میں مذکورہ احادیث نبویہؐ میں ذکر ہے۔ اب میں بیعت کی تاریخی حیثیت و اہمیت کو بیان کرتا ہوں۔ کیا یہ تاریخی حقیقت کسی مسلمان سے مخفی ہے کہ جب پیارے نبی ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو سب مسلمانوں نے من حیث الجماعت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بیعت کر کے خلیفہ منتخب کیا۔ اور پھر اُن کی وفات پر یہی عمل انتخاب اور بیعت کا دوبارہ حضرت عمرؓ پر دوہرایا۔ بعد ازاں اسی طرح حضرت عثمانؓ و علی کرم اللہ وجہ سے ایسا ہی کیا۔ اور ان کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ان کے بدست بیعت بھی کی اور اس کو ضروری سمجھا گیا۔ پس یہ کہنا کہ جماعت احمدیہ کا کلمہ، نماز، قبلہ، قرآن بھی وہی ہے تو پھر بیعت کیوں ضروری ہے۔ یہ صرف نفس کا دھوکہ ہے۔ اور کسی مومن کو اس دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے ورنہ یہ بتایا جائے کہ جب خلفائے راشدین کوئی نئی چیز نہ لائے تھے تو پھر ان کی بیعت کرنا کیوں ضروری سمجھا گیا تھا پس امام وقت کی بیعت کرنا نہ صرف تاریخی لحاظ سے ضروری ہوتا ہے بلکہ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ تجدید عہد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو اپنی بیعت کے لئے پیغام بھیجا تو تحریر فرمایا۔ ''اَنّہٗ یا یعنی القومُ الدین بایعُو ابابکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایَعُوھُم علیہ۔۔۔ وانھم اُناسُ اذا اجیمعوا علیٰ رجُلٍ وسمّوہُ اِماماً کانَ ذالکَ للہِ رِضاً'' (نہج البلاغہ مشھدی) کہ اے معاویہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی ہے۔ جنھوں نے ابو بکر، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنھم کی بیعت کی۔ اور یہ لوگ اس پایہ کے ہیں کہ اگر وہ کسی شخص کی بیعت کر کے اسے اپنا امام تسلیم کر لیں تو ان کا ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا موجب ہوتا ہے۔'' پس معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ بھی امام وقت کی بیعت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے اس مکتوب سے بیعت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے

فرمایا۔ ''مَن لم یعرف امامَ زمانہ فقدمات میتة الجاھلیة''جو شخص اپنے زمانے کے امام کو تسلیم نہیں کرتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔اور امام وقت کو تسلیم کرنا مستلزم ہے۔اس بات کو کہ اس کی بیعت کرکے اس کی اطاعت کے جُوئے کو اپنی گردن میں ڈالا جائے اس طرح پیارے نبی ﷺ کا وہ ارشاد بھی پورا ہو جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔''الامام جنۃ یقاتلُ من وراءِہٖ''یعنی جہاد کے لئے ضروری ہے کہ مجاہدین کسی امام کے تابع ہوں اور اس کو اپنی ڈھال بنائیں۔پس جو شخص بیعت کرکے جماعت میں شامل نہیں ہوتا اس کی ڈھال کون ہے؟۔اس طرح واضح ہو گیا کہ امام وقت یا خلیفہ وقت کی بیعت کرنا عقلی، شرعی اور تاریخی لحاظ سے ثابت ہے اور بالخصوص امام مہدی علیہ السلام کی بیعت تو اس لئے بھی ضروری ہے کہ پیارے نبی ﷺ نے بالخصوص مہدی کی بیعت کو لازمی قرار دیا ہے۔چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ وَاذا رایتُمُوہُ فبایعوہُ ولو حبواً علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی(مسلم)یعنی اگر تم کو مہدی علیہ السلام کا زمانہ ملے تو تم اس کی ضرور بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔کیونکہ وہ مہدی زمین پر اللہ تعالیٰ کا جانشین ہے۔پس اس حدیث کے ہوتے ہوئے پھر کونسا مسلمان امام مہدی کی بیعت سے انکار کر سکتا ہے۔بیعت کی اہمیت واضح کرنے کے بعد اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب بیعت کرنی ضروری ہے۔تو کیا بیعت صرف دستی ہی ہو سکتی ہے یا تحریری بھی ہو سکتی ہے۔؟تو جاننا چاہیئے کہ اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ہر سہ طریق سے ہو سکتی ہے۔جو شخص خلیفہ وقت سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تو وہ خود حاضر ہو کر بیعت کرے اگر زیادہ فاصلے پر ہے تو تحریری بیعت بھی کر سکتا ہے اور کسی شخص کو اپنا نمائندہ بنا کر بھی بھیج سکتا ہے۔بالآخر اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک اور روح پرور الفاظ میں بیعت کی ضرورت و اہمیت کو درج کیا جاتا ہے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔''بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں۔میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے۔پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے۔غفور ورحیم خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے۔اور وہ ایسا ہو جاتا ہے۔جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں''۔ پھر حضورؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے۔تا ایسے متقیوں کا ایسا گروہ دنیا پر اپنا ٹھیک اثر ڈالے۔اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو۔اور وہ بابرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک ومقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل وبخیل وبے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ اُن نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ ونااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے۔''۔ پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔'' مگر اس مدّعا کے لئے بیعت ہے یعنی حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کے لئے کوشش کرنا اس مُدّعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے۔کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی شرط ہے تو بعد اس کے بیعت کی کیا حاجت ہے۔بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ کہ جو اوّل حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور برکت توجہ صادقین وجذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے۔اور اس کا جزو بن جائے اور وہ مشکوٰتی نور دل میں پیدا ہو جائے۔کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں رُوح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بُری معلوم ہوتی ہے۔جیسی وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں بُری ومکروہ ہے اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میّسر آتا ہے بلکہ بجز خالق ومالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔سو اس نور کے پیدا ہونے کے لئے ابتدائی اتقاء جس کی طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے۔شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علّت غائی بیان کرنے میں فرمایا۔ ہے۔ھُدیً للمتقین یہ نہیں فرمایا ھُدیً للفاسقین یا ھُدیً للکافرین۔ابتدائی تقویٰ جس کے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے۔وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کو خلقت میں رکھا گیا ہے۔اور ربوبیت اولیٰ اس کی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پُورے جوڑ واتصال سے بطرز ثُم انشانٰاہُ خلقاً آخر کے پیدا ہوتا ہے۔اور یہ ربوبیت ثانیہ جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے۔اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی ملکوتی مقام تک پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔فتدبر

ربوہ

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب تنزانیہ

ربوہ جس کا رسمی نام چناب نگر ہے، جماعت احمدیہ کا صدر مقام ہے جو ضلع چنیوٹ، صوبہ پنجاب میں چنیوٹ سے قریباً 8 کلومیٹر دور دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ المسیح، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، نے 1947ء میں ہندوستان سے نقل مکانی کے بعد 20 ستمبر 1948ء اس شہر کی بنیاد رکھی۔ لفظ ربوہ عربی زبان سے لیا گیا ہے جس کے معانی اونچی جگہ کے ہیں۔ قریبا 70000 ہزار آبادی والے شہر کی آبادی کا 95 فی صد حصہ احمدیہ جماعت کے پیروکاروں سے تعلق رکھتا ہے۔ شہر کا رقبہ تقریباً 24 مربع کلومیٹر ہے۔ ربوہ کے قرب و نواح میں چنیوٹ، لالیاں اور احمد نگر واقع ہیں۔

تاریخ کہا جاتا ہے کہ ربوہ وہ جگہ ہے جہاں محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان فتح کرنے کے بعد دریائے چناب کو عبور کر کے چندروٹ کے راجہ کے خلاف جنگ کی تھی۔ چندروٹ موجودہ چنیوٹ کا قدیمی نام ہے۔ اس جنگ میں ایک سو کے قریب عرب فوجی مارے گئے۔ چنیوٹ میں شہداء کا قبرستان کے نام سے آج تک ایک قبرستان موجود ہے۔ موجودہ شہر ربوہ کی آبادی سے پہلے یہ جگہ چک ڈھگیاں کہلاتی تھی اور اسے آباد کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہو چکی تھیں۔ 1948ء میں جماعت احمدیہ کے مرکز کی قادیان، ہندوستان سے نقل مکانی کے بعد اس جگہ 1034 ایکڑ اراضی حکومت پاکستان سے بارہ ہزار روپے کے عوض مستعار لی گئی۔ یہ معاہدہ 11 جون 1948ء کو طے پایا۔ شہر کا نام ربوہ رکھا گیا کیونکہ قرآن میں اس جگہ کے لئے ربوہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جہاں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ رہتے تھے۔ ربوہ کی باقاعدہ بنیاد 20 ستمبر 1948ء کو رکھی گئی۔ اس موقع پر پانچ بکروں کی قربانی کی گئی۔ چاروں کونوں پر ایک ایک اور پانچواں شہر علاقہ کے وسط میں۔ اس موقع پر 619 افراد موجود تھے۔ وہ جگہ جہاں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے پہلی نماز پڑھائی مسجد یادگار کے نام سے محفوظ ہے۔ مسجد یادگار جہاں خلیفۃ المسیح الثانی نے ربوہ کی زمین پر پہلی نماز پڑھائی۔ آغاز میں ربوہ کی آبادی خیمہ جات میں شروع کی گئی۔ رفتہ رفتہ ان کی جگہ کچی عمارتوں اور پھر پکی عمارتوں کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمد احمد صاحب جو اس وقت تک لاہور میں قیام پزیر تھے 19 ستمبر 1949ء میں ربوہ منتقل ہو گئے۔ اس وقت ربوہ کی آبادی قریبا ایک ہزار تھی۔ اسی سال 15 تا 17 اپریل 1949ء ربوہ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا جس میں قریبا 17000 افراد شامل ہوئے۔

نام کی تبدیلی 17 نومبر 1998ء کو پنجاب اسمبلی نے یہ تجویز اپنائی کہ ربوہ کا نام تبدیل کر دیا جائے۔ اس پر اسی سال 12 دسمبر کو حکومت پنجاب نے ایک انتظامی فیصلہ کے ذریعہ شہر کا نام نواں قادیان رکھ دیا۔ پھر 14 فروری 1999ء کو دوبارہ انتظامی فیصلہ کے ذریعہ یہ نام بدل کر چناب نگر کر دیا گیا۔ نام کی تبدیلی کے لئے مقامی آبادی یا انتظامیہ سے مشورہ نہیں کیا گیا۔

جغرافیہ ربوہ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مرکزی حصہ میں دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ اس کے مشرق میں چنیوٹ، شمال میں قریبا 48 کلومیٹر پر سرگودھا، جنوب میں قریبا 46 کلومیٹر پر فیصل آباد مشہور شہر ہیں۔ شہر ارد گرد کے علاقہ کی نسبت کچھ بلند واقع ہوا ہے اور اسی لئے اس کا نام ربوہ رکھا گیا تھا جس کے معنی اونچی جگہ کے ہیں۔ اس بنا پر شہر عام طور پر دریائے چناب کے سیلاب سے محفوظ رہتا ہے۔ ربوہ کے قریب چھوٹی پہاڑیاں ہیں جو سلسلہ کوہ کرانہ کا حصہ ہیں۔ یہ سلسلہ کوہ سرگودھا سے جھنگ تک ممتد ہے۔ ربوہ کا بنجر علاقہ مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں اب ایک سرسبز و شاداب شہر میں تبدیل ہو چکا ہے۔

موسم ربوہ کا موسم خشک گرم ہے۔ اپریل سے اکتوبر تک گرمی پڑتی ہے جس میں مئی گرم ترین مہینہ ہے۔ درجہ حرارت 48 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ موسم گرما ہی میں آندھی بھی آتی ہے اور مون سون بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جون اور جولائی میں بارش کی مقدار 80 ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ نومبر سے فروری تک موسم سرما رہتا ہے۔ جنوری میں درجہ حرارت نکتہ انجماد تک گر جاتا ہے۔ موسم سرما میں دھند ہوتی ہے جس سے حد نگاہ خطرناک حد تک کم ہو جاتی ہے۔

محلے ربوہ کے قدیمی محلے یہ ہیں: دارالصدر دارالرحمت دارالبرکات دارالعلوم دار النصر دار الشکر دار الیمن باب الابواب۔ شہر کے پھیلاو کے ساتھ ساتھ ان محلوں میں اضافہ ہوا ہے اور نئے محلہ جات بنائے گئے ہیں۔ بیوت الحمد نصیر آباد فیکٹری ایریا دارالفتوح طاہر آباد ناصر آباد رحمان کالونی۔ یہ محلہ جات صرف اتنے ہی نہ ہیں بلکہ ان میں سے آگے بھی ہر محلہ کے کئی کئی حلقہ جات بن چکے ہیں۔

ذرائع آمدورفت ربوہ میں سفر کے لئے سائیکل سواری عام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ موٹر سائیکل اور رکشہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ شہر سے پاکستان بھر میں سفر کے لئے سہولت موجود ہے۔ اوردن میں کئی گاڑیاں سفر کیلئے موجود رہتی ہیں۔ ہوائی سفر کے لئے سرگودھا اور فیصل آباد میں ہوائی اڈے موجود ہیں جبکہ اکثر بین الاقوامی سفروں کے لئے لاہور کا ہوائی اڈا استعمال ہوتا ہے۔ ربوہ احمد نگر سے کالووال سڑک پر موجود مخدوم انٹر چینج کے ذریعہ قریبا 35 کلومیٹر پر قومی شاہراہ M2 سے منسلک ہے۔ اسی طرح چنیوٹ سے پنڈی بھٹیاں سڑک کے ذریعہ قریبا 43 کلومیٹر پر M2 سے بھی منسلک ہے۔

مساجد شہر کی اہم مساجد میں مسجد اقصیٰ شامل ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح مسجد یادگار تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ مسجد اس جگہ تعمیر کی گئی ہے

جہاں بانی ربوہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ربوہ کی سرزمین پر پہلی نماز پڑھائی تھی۔ مسجد مبارک میں احمدی خلفاء 1984 میں خلافت کے لندن منتقل ہونے تک پنجگانہ نمازیں پڑھاتے رہے ہیں۔

ہسپتال شہر کا بڑا ہسپتال فضل عمر ہسپتال ربوہ ہے جو شہر کے علاوہ گردو نواح کے لوگوں کی خدمت کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔150 بستروں کا یہ ہسپتال اپنی عمارت، بہترین اور جدید ترین سہولیات اور ماہر عملہ کی بدولت مشہور ہے۔ فضل عمر ہسپتال کا بیگم زبیدہ بانی ونگ خواتین کی امراض اور صحت کے لئے مخصوص ہے۔ اسی طرح ہسپتال کا طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ پاکستان میں دل کے امراض کے بہترین اداروں میں سے ایک شمار ہوتا ہے۔ طاہر ہومیوپیتھک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ علاج بالمثل کے طریق پر بیماریوں کا علاج کرنے کا کام کرتا ہے۔ اور یہاں پر دنیا بھر سے ہر طبقہ فکر کے لوگ علاج اور دوا کے حصول کے لئے آتے ہیں۔ ان تمام مریضان کو مکمل طور پر مفت علاج کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ اور بذریعہ فون بھی دوائی منگوائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ شہر میں متعدد نجی کلینک بھی کام کر رہے ہیں۔

تعلیمی ادارے ربوہ کے تعلیمی اداروں میں مردوں کے لئے گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج مشہور ہے جو جماعت احمدیہ نے جاری کیا تھا لیکن ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں قومیہ لیا گیا۔ اسی طرح خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جاری کردہ جامعہ نصرت کالج بھی قومیہ لیا گیا۔ ان کالجوں کے قومیائے جانے کے بعد جماعت احمدیہ نے نصرت جہاں اکیڈمی اور کئی دیگر ادارہ جات قائم ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کالج از سرنو جاری کر رکھے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد نجی اسکول اور ہائی اسکول بھی موجود ہیں۔ جامعہ احمدیہ ربوہ مدرستہ الحفظ کے نام سے لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن کریم حفظ کروانے کے لئے دو ادارہ جات بھی کام کر رہے ہیں۔

بہشتی مقبرہ ربوہ کے مشہور مقامات میں بہشتی مقبرہ نامی قبرستان بھی شامل ہے۔ اس قبرستان میں موصی حضرات کو دفن کیا جاتا ہے۔ عالمی سطح کی دو مشہور شخصیات ڈاکٹر عبدالسلام جو واحد پاکستانی نوبل انعام یافتہ سائنسدان ہیں، اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان، پاکستان کے سابق وزیر خارجہ اور اقوام متحدہ میں پہلے مستقل مندوب، یہاں مدفون ہیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کے حضرت بانی مرزا غلام احمد کی اہلیہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ اور ان کی اولاد اور بہت سے ساتھی بھی یہاں دفن ہیں۔ بازار، ربوہ کے دو اہم بازار یہ ہیں۔

گول بازار رحمت بازار اہم سڑکیں اقصیٰ روڑ ساہیوال روڈ کالج روڈ ریلوے روڈ راجیکی روڈ شاہراہ صدر

آج ردالفساد ہونے دو

اطہر حفیظ فراز

دل کو دل میں آباد ہونے دو
گر ہے یہ ارتداد ! ہونے دو

درس اُلفت ہزار صفحوں
جو کوئی ہوتا ہے یاد ہونے دو

ایک شاعر کی آمدن یہ ہے
جتنی ہوتی ہے داد ہونے دو

دل دکھانا بھی جرم لکھو
ماہ رکھو! انسداد ہونے دو

بغض اَبتر رہے تو بہتر ہے
اُلفتوں کی اولاد ہونے دو

عشق حد کو عبور کرتا ہے
کوئی اس کی میعاد ہونے دو

بے گناہوں کا قتل عام ہوا
کالعدم جہاد ہونے دو

ایک گل کے لئے نہیں جائز
ساری کلیاں آزار ہونے دو

اُس نے پوچھا تھا عشق کرنا ہے
میری ہاں سے مراد ہونے دو

لاکھ فتنے کئے دل نے
آج ردّ الفساد ہونے دو

گزرے وقتوں کے دُکھ اُدھورے
عشق تازہ ایجاد ہونے دو

حسن پردے میں چھپ رہا ہے فرازؔ
لفظ میرے آزاد ہونے دو

جواہرات کی تھیلی قرآن کریم

تحریر:۔ ابن لطیف

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں کہ " اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا"(ہماری تعلیم صفحہ ۹) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ پاک کلام ہے جو اپنے فضائل، روحانی حسن و جمال۔ افادیت اور پاک تاثیرات کے لحاظ سے نہ صرف تمام صحف انبیاء پر فضیلت رکھتا ہے بلکہ اپنی جامعیت اور فیض رسانی کے لحاظ سے اسقدر افضل و اعلیٰ ہے کہ اس کے پڑھنے والے اور اس کی پاک تعلیمات پر عمل کرنے وال وہ اعلیٰ رفعتیں اور اعلیٰ مقام پاتے ہیں کہ جن کا حصول دوسری کتب کے حاملین کے لئے ناممکن و محال ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا خَیرُ کُم مَن تَعلّم القرآنَ وَ علّمہُ (بخاری فضائل القرآن) کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ آنحضور ﷺ کے دل میں قرآن کریم سیکھنے اور پڑھنے والوں کی جو عزت و تکریم تھی مندرجہ ذیل احادیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ آنحضورر ﷺ نے فرمایا:۔ انَ الذی لَیسَ فی جوفہ شیءٌ کالبیتِ الخربُ (ترمذی) کہ جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ جو شخص قرآن کریم کو سیکھتا اور پڑھتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ " قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزا بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

اسی طرح آنحضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:۔ قرآن کریم سیکھو اور اسے پڑھتے رہا کرو کیونکہ جو شخص قرآن سیکھتا اور اُسے پڑھتا رہتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو نکل کر سارے مکان میں پھیل رہی ہو"۔ (ترمذی ابن ماجہ) یعنی قرآن کریم کے علوم اور معارف انسان کو مشک کی خوشبو کی طرح قابل عزت و تکریم اور فیض رساں وجود بنا دیتے تاریخ اسلام کا مشہور واقع ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک فوج بھجوائی جو آدمی اس کے لئے چنے گئے آپ نے ان سے قرآن کریم سنا۔ آخر آپ ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو ان سب سے چھوٹی عمر کا تھا اور اس سے پوچھا کی تم کو کتنا حصہ قرآن کا یاد ہے اس نے کہا فلاں فلاں سورۃ کے علاوہ سورۃ بقرہ بھی یاد ہے۔ آپ نے فرمایا سورۃ بقرہ تم کو یاد ہے پس تو تم اس لشکر کے سردار مقرر کئے جاتے ہو۔ (ترمذی بحوالہ تفسیر حوالہ جلد اول صفحہ 50) سورۃ بقرہ قرآن کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔ آنحضور ﷺ کو جب دیگر سورتوں کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی سورۃ کے یاد کئے جانے کا بتایا گیا تو قرآن کریم سے لگن کی وجہ سے چھوٹی عمر ہونے کے اس حامل قرآن کو اس فوج کا سردار مقرر فرما دیا گیا۔ جس میں بڑی عمر کے صحابہؓ بھی موجود تھے۔ آنحضور ﷺ نے جس طرح قرآن کریم سے محبت کرنے والوں کی تکریم کی اُمت محمدیہ میں سے اہل اللہ نے بھی آپ کے اُسوہ کو اپنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا محبت قرآن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔" حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ ان سے ملنے کے لئے آیا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور بادشاہ سے ملے۔ اور پھر بیٹھ گئے۔ پھر وزیر ملنے کے لئے آیا تو وہ اسی طرح بیٹھے رہے کھڑے نہیں ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کا پہریدار ملنے آیا تو پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ اور کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو کسی نے کہا آپ نے یہ کیا کیا کہ جب بادشاہ آیا تو اس کے اعزاز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وزیر آیا تو کھڑے نہ ہوئے لیکن پہریدار آیا تو پھر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ آنے پر میں اس لئے کھڑا ہوا تھا کہ بادشاہ کی اطاعت کا حکم ہے۔ وزیر آنے پر میں اس لئے کھڑا نہیں ہوا کہ وزیر کی اطاعت کا حکم نہیں۔ اس کے بعد پہریدار آیا تو میں پھر کھڑا ہو گیا مگر اس لئے کہ وہ حافظ قرآن تھا اب دیکھو یہ پہریدار ادنیٰ ملازم تھا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب کے محبوب کا کلام اس نے یاد کیا ہوا تھا اسلئے باوجود چھوٹا ہونے کے آپ کھڑے ہو گئے"۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ 201) قرآن کریم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنہٗ لَقران کریم (الواقعہ: 78) کہ یقیناً ایک عزت والا قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم عزت والا ہے اور اپنے پڑھنے والوں کو عزت و تکریم کے قابل بنا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ " جو شخص قرآن مجید پڑھے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہو گی"۔ (ابوداؤد) قرآن کریم سیکھ کر پڑھنے والوں کو اور اس پر حقیقی عمل

کرنے والوں کو رفعتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری اور معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی، اور یہ امید دی کہ اھد نا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ٥ یعنی ہمیں ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں نہ صرف نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے“۔(کشتی نوح ہماری تعلیم صفحہ 28) حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔” بے شمار نمونے موجود ہیں جنہوں نے قرآن پر عمل کر کے دنیا کی سلطنتیں بھی پائیں۔ اور آخرت میں اپنا گھر جنت الفردوس میں بنایا۔ مبارک وہ جو اس درد مند تقریر کو پڑھ کر قرآن مجید کی طرف توجہ کرے“۔(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 247)

حضور ﷺ نے اس قوم پر جو دنیا کی قوموں میں، اَن پڑھ اور جہالت کے لحاظ سے قعر مزلت میں گری ہوئی قوم سمجھی جاتی تھی۔ قرآن کریم پڑھا تو قرآن کریم پڑھنے اور اسے اپنا دستور عمل بنانے کی وجہ سے نہ صرف جہالت سے نکال کر دنیا کے معلم بنا دیئے گئے بلکہ اس قدر روحانی رفعتوں میں کمال حاصل کیا کہ آسمانِ رُوحانی کے چمکتے ہوئے ستارے ہو گئے۔ اور ان کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ صحابی ستارے کی طرح ہے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پاک اور ارفع وجودوں کی اس قدر عزت افزائی اور توقیر فرمائی کہ ان کے حق میں فرمایا کہ وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑھ کر اور کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے۔ چونکہ قرآن کا خدا زندہ خدا ہے اور زندہ خدا کا زندہ کلام ہے جس کی فیض رسانی آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ جاری رہے گی۔ چنانچہ اس کی محبت اور عشق میں محو ہو کر والہانہ طور پر اس کی محبت اور عشق میں کھو جانے کے باعث سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلا کی اس قدر عزت افزائی فرمائی کہ حضور ﷺ کا ظلِ کامل بناتے ہوئے مسیح موعود اور مہدی موعود کے مقام پر فائز فرمایا اور اپنی محبت سے پر خطابات سے آپ کو نوازا۔ فرمایا۔ یا احمد بارک اللہ فیک مرمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی پھر فرمایا انتُ مرادی کہ تو میری مراد ہے۔ اور پھر نہایت پیار سے فرمایا۔ انت منی و انَا منکَ خدا تعالیٰ نے کیوں اسقدر آپ سے محبت کا اظہار فرمایا اور ہر دم اپنے حضور رفعتوں سے نوازا اس لئے کہ قرآن کریم کے عشق میں آپ کی رُوح گداز ہو کر یہ پکارتی تھی۔ دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں۔۔ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔ یہ کوئی وقتی اظہار نہ تھا بلکہ ہر آن قرآن کریم کی محبت میں محو رہتے ہوئے اور اپنی جماعت کو بھی اس نیر کامل کی محبت کی دعوت دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ الخیرُ کُلہُ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ وہ روشنی جو پاتے ہیں اس کتاب میں۔۔ ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں ’پس ہمیں قرآن کریم سے محبت کے وہ اسلوب اختیار کرنے چاہیءں۔ جو حضور ﷺ نے سکھائے ہیں۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان پر عمل پیرا ہو کر قرآن کریم کے فیضان اور برکات سے حصہ پایا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمودہ یہ سدا بہار مژدہ ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے کہ” خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض کا ارادہ ہے۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے“۔(کشتی نوح)

⑤ لنڈن میں مسلم مفاد کے تحفظ کیلئے مسلم پولٹیکل لیگ کا قیام



حضرت امام جماعت احمدیہ نے 1927 میں امام مسجد فضل لنڈن کو لکھا کہ وہ وہاں ایک ایسی پولٹکل لیگ بنائیں جس کا مقصد ممبران پارلیمنٹ جو ہندوستان کی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں کو مسلمانوں کے مطالبات اور تحفظات سے متعلق آگاہ کیا جائے اور جیسا کہ کانگرس کی دعوت پر بعض ممبران پارلیمنٹ ہندوستان کا دورہ کرتے ہیں لیکن وہ مسلمان عمائدین سے ملے بغیر چلے جاتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں کی دعوت پر وہ ہندستان آئیں اور مسلم لیڈروں سے ملاقاتیں کریں۔ جب ڈاکٹر علامہ اقبال اور مولانا غلام رسول مہر صاحب انگلستان گئے تو مولانا نہ امام مسجد فضل لنڈن سے ملاقات کی جس کا ذکر ایک خط میں کیا جو اخبار انقلاب میں شائع ہوا کہ ”مولانا فرزند علی نہایت خوش اخلاق اور نیک طبع بزرگ ہیں۔ فرائض امامت و تبلیغ کی بجا آوری کے علاوہ مسلمانوں کے جماعتی سیاسی کاموں میں بھی کافی وقت صرف کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے یہاں کے اونچے طبقے میں بہت گہرا اثر و رسوخ پیدا کر لیا ہے“ (انقلاب 29 اکتوبر 1931)



Rah e Raast

اصل سکون خدا کی طرف آنے میں ہے، اس لئے اس خدا کو پہچانو جو واحد اور تمام قدرتوں کا مالک ہے

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

محترم حکیم حاجی حافظ نورالدین صاحب بھیروی



رانا عبدالرزاق خاں

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مرحوم نے اپنی بیاض میں اپنے دور کے حاذق اطبّا کے تذکرہ میں ہندوستان کے تین حکیموں کو علم و فن کا یکساں مظہر قرار دیا ہے۔ دہلی کے حکیم عبدالمجید خان لکھنؤ سے حکیم عبدالعزیز خان اور پنجاب سے حکیم نورالدین۔ حکیم عبدالمجید خان کے خاندان میں طب کا علم پشتوں سے چلا آرہا تھا۔ ان کے خاندان سے حکیم اجمل خان، حکیم محمد نبی خان تک شریفی خاندان کے حاذق اطبا کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ حکیم عبدالعزیز خان بھی خاندانی طبیب تھے۔ انہوں نے علم و ہنر کے گہوارے میں آنکھ کھولی اور اگر ان صاحبان کو شہرت دوام ملی تو یہ ان کا ورثہ تھا۔ کمال تو حکیم حاجی حافظ نورالدین صاحب کا ہے جو ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں بھیرہ میں ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ ماحول کی مناسبت سے ابتدائی تعلیم وہیں پائی اور سکول میں مدرس ہو گئے۔ جوانی کا یہ عالم تھا کہ طغیانی میں آئے ہوئے دریائے جہلم کو تیر کر پار کر لیتے تھے۔ ملازمت پر مطمئن ہونے کی بجائے علم کی پیاس بڑھی تو لاہور، دہلی، رامپور، بھوپال، لکھنؤ اور دکن تک گھوم پھر کر اس زمانہ کے ہر ماہر اطباء سے درس لیا۔ حج کرنے گئے۔ وہاں پر دو سال رہ کر علم حاصل کرتے رہے۔ ان دنوں میں شریفِ مکہ کے مثانہ میں پتھری تھی۔ ڈاکٹروں نے فرانس سے ایک آلہ منگوایا جس سے پتھری کو مثانہ کے اندر توڑ کر اپریشن کے بغیر نکال لیا گیا۔ طبِ جدید میں علمی اضافے دیکھے تو اس کے مطالعہ کے لئے مصر چلے گئے۔ گزر اوقات کے لئے کبھی منڈیوں میں بوجھ اٹھایا، کبھی گھریلو چیزوں کا تختہ گلے میں ڈالا اور گلی گلی پھیری لگائی۔ مگر حصولِ علم کا تسلسل جاری رکھا جب یہ حاصل کیا تو خوب کیا۔ علمی قابلیت کا معیار ہی تھا کہ ذرائع رسل و رسائل محدود ہونے کے باوجود اس زمانے میں مہاراجہ کشمیر سے اٹھارہ صد روپے ماہوار تنخواہ پائی۔ جبکہ مہاراجہ ایک متعصب ہندو تھا۔ کسی ملیچھ کو ملازم رکھنا اس کو پسند تھا نہ اس کے درباریوں کو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ اس زمانے میں نورالدین کے پائے کا کوئی طبیب پورے برّ اعظم میں موجود نہ تھا۔ انہوں نے راجہ سورج کے گردوں میں پتھری تشخیص کی دوسرے اتباع متفق نہ تھے۔ بمبئی سے ایک انگریز سرجن بلایا گیا پتھری سے اسے اختلاف نہ تھا مگر اس کی رائے میں پتھری مریض کے پتے میں تھی۔ پتھری نکالنے کے لئے پیٹ کھولا گیا تو پتہ صاف نکلا۔ مگر پتھری گردہ میں بھی نظر نہ آئی۔ اس نے حکیم صاحب کو کمرہ جراحی میں بلا کر بڑی تضحیک سے کہا کہ بتایئے وہ آپ کی پتھری کہاں ہے۔ حکیم صاحب نے بسم اللہ پڑھ کر سلائی پکڑی اور گردے میں ایک مقام پر اشارہ کرتے ہوئے سرجن سے کہا کہ وہ یہاں شگاف دے۔ پتھری وہاں موجود تھی۔ اس واقعہ کا چرچہ مدّتوں پورے ہندوستان میں رہا۔ اور وہ انگریزی سرجن دیسی حکیم کے علمِ تشخیص کی تعریف کرتے نہ تھکتا تھا۔ وہ (نورالدین) جب کسی چیز کے اچھے اثرات دیکھتے یا سنتے تو اس کی ماہیت جانے بغیر ان کو چین نہ آتا۔ جریان خون کو بند کرنے میں تخم بکائن کا اعزاز دیکھا تو اپنے ایک ماتحت پنڈت ہرنام داس سے پوری وید ک طب پڑھی جن کو علوم و فنون کی اہمیت نہ تھی۔ وہ دربار میں ہنستے کہ شاہی حکیم کا علم ابھی نامکمل ہے۔ ایک ماتحت سے سیکھتے ہیں۔ انہوں نے دربار میں بر ملا کہا کہ ہاں میں پنڈت ہرنام داس سے وید ک سیکھتا ہوں۔ کہ دنیا میں علم کا کوئی کنارہ نہیں۔ اور اگر ان سے بھی ادنیٰ درجہ کا کوئی شخص کسی اور فن سے آشنا ہوا تو میں اس سے بھی سیکھنے جاؤں گا۔ اور اسے وہی عزت دوں گا جو استاد کو ملنی چاہیئے۔ ان کی علمی فضیلت کا سب سے جامع اعتراف سر سید احمد خاں نے ایک مجلس میں یوں کیا ہے۔ ”جب کوئی جاہل علم سیکھتا رہے تو وہ عالم بن جاتا ہے جب عالم کے علم میں مزید اضافہ ہوتا رہے تو وہ حکیم بن جاتا ہے کسی نے پوچھا جب حکیم کے علم میں اضافہ ہو تو پھر وہ کیا بنتا ہے انہوں نے کہا وہ صوفی بن جاتا ہے دوسرے سوال پر فرمایا جب صوفی کو اور علم ملتا ہے تو پھر وہ حکیم نورالدین بن جاتا ہے“ حصول علم کا شوق انہیں ساری عمر رہا۔ ایک شخص غلام نبی کو مصر بھیجا کہ وہ طب جدید پر عربی کتب خرید کر لائے اسی طرح ایک صاحب کو استنبول کتب خانوں سے طبی نوادرات کو نقل کرنے پر معمور کیا۔ آخری عمر میں گُرمکھی زبان سیکھی تا کہ گرنتھ صاحب کو اس کی اصلی حالت میں پڑھ سکیں۔ ایک غریب ملازم نے جنسی کمزوری کی شکایت کی اسے اگلے روز آنے کو کہا جب آیا تو اسے ہندوستان کے مشہور اطبا اور ڈاکٹروں کے نام ذاتی خط لکھ کر دیئے کہ وہ ان کے پاس جا کر اپنی بیماری کا حال بتائے ان سے نسخہ لکھوائے اور جو فیس وہ طلب کریں وہ ان کی طرف سے ادا کر دے۔ یہ مریض ان کے مصارف پر چھ ماہ میں پچاس حکماء اور ڈاکٹروں کے مشورے لیکر واپس آیا۔ امرتسر کے انگریز سول سرجن کرنل سمتھ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپریشن کا مشورہ دیا کرنل سمتھ کے اپریشن سے جب فائدہ نہ ہوا تو ایک دیہاتی سنار سے چاندی کے اوزار بنوائے اور باقی ماندہ اپریشن خود کیا۔ مریض تندرست ہو گیا اس مریض کی روئیداد میں دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ

اسے پورا ہندوستان گھمایا ہزاروں روپیہ اپنی گرہ سے صرف کیا تا کہ وہ یہ جان سکیں کہ دوسرے طبیب اس بیماری کا کیا علاج کرتے ہیں۔ اپریشن کے دوران اوزاروں کا صاف ہونا ایک مشکل مسئلہ ہے۔ ہسپتالوں میں اس غرض کے لئے لاکھوں روپے کے آلات نصب کئے جاتے ہیں لیکن چاندی میں یہ منفرد صلاحیت ہے کہ وہ جراثیم کو خود ہلاک کر سکتی ہے اس لئے چاندی کے اوزار سے لگایا گیا زخم خراب نہیں ہوتا ان کے شاگرد حکیم محمد حسین ایک ضرورت کے لئے مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم کے پاس گئے تو "مائۃ العامل" کے مطابق حکیم صاحب ان کا ذکر سن کر خوش ہوئے کافی دیر ان کی باتیں کرتے رہے اور ان کے طبی تجارب کے بارے میں دلچسپی سے معلومات حاصل کیں جب خواجہ غلام فرید سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے مشورہ پر نواب بہاولپور نے ان کو اپنے علاج کے لئے مدعو کیا۔ شفایاب ہونے پر ان کو خواہش ہوئی کہ حکیم صاحب ریاست بہاولپور ہی میں بس جائیں تا کہ اور لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ نواب صاحب نے چاہا کہ ان کو ہزاروں ایکڑ کی ایک جاگیر دے کر فکرِ معاش سے آزاد کر دیں۔ انہوں نے کہا " اب تو آپ اپنی ضرورت کے لئے چل کر بھی میرے پاس آتے ہیں اور جب میں ریاست کا ایک ذیلی جاگیر دار ہوا تو حاضری دینا میرا فرض ہو گا۔ میں سرمائے کے بدلے وقار کا سودا کرنے سے معذور ہوں"۔ ایک مرتبہ رات کو مہاراجہ کشمیر کے پیٹ میں درد ہوا شاہی پیادہ لینے آیا تو اسی دم ایک غریب خاکروب اپنی بیوی کے ہیضہ کی خبر لایا ۔ مہاراجہ کے ملازم ہونے کے باوجود مہترانی کو دیکھنے چلے گئے۔ جب اس کو آرام آگیا تو یہ مہاراجہ کے پاس پہنچے۔ تب تک وہ ان کی رات بھر کی مصروفیت کا حال سُن چکا تھا۔ اور غصہ میں تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے راستہ میں آپ سے پہلے ایک غریب عورت کا مفت علاج اس لئے کیا ہے تا کہ اس کے دل سے نکلی ہوئی دعا بھی آپ کی تندرستی کا باعث بنے۔ دیکھ لیجئے کہ میرے آنے تک اس کی دعاؤں سے آپ کا درد جاتا رہا۔ پونچھ کے راجہ کا ولی عہد پاگل پن کی وجہ سے لاعلاج قرار دیا جا چکا تھا۔ راجہ کی گدی آئندہ خطرے میں تھی۔ مہاراجہ کشمیر کی ہدایت پر اس کا علاج کرنے گئے تو وہ لڑکا شفایاب ہو گیا۔ اس نے تحفہ میں جو کچھ دیا وہ مطبع مجتبائی دہلی کو بھیج دیا تا کہ وہ اسلام پر عیسائی پادریوں کے سوالات کے جواب میں ایک زبردست تالیف " **فصل الخطاب فی ردّ اہل الکتاب**" چار جلدوں میں طبع کر کے مفت تقسیم کے لئے تیار کرے، کشمیر کی ملازمت چھوڑنے کے بعد پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں قادیان میں مستقل سکونت اختیار کی تو صبح آٹھ بجے سے ظہر کی نماز تک مطب میں پورے عملہ کو کان کھجانے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ ہندوستان میں حکیم اجمل کے بعد انہی کا طوطی بولتا تھا۔ سیالکوٹ کے ایک ہندو صنعت کار عرصہ سے بیمار تھے۔ علاج کے لئے لکھنؤ تک ہو آئے لیکن شفاء نہ ہوئی ان کی امارت سے متاثر ہو کر نسخہ لکھا تو بازار میں اس کی قیمت ایک آنہ بتائی۔ اسے افسوس ہوا کہ حکیم صاحب کو تو مریض کی حیثیت کے مطابق نسخہ بھی نہیں لکھنا آتا۔ دل برداشتہ ہو کر چلے گئے۔ اور دوائی پھینک دی۔ تکلیف برقرار رہنے کی وجہ سے چھ ماہ بعد لوگوں کے سمجھانے پر دوبارہ آئے۔ کیفیت بیان کی اور نسخہ وصول کیا دیکھا تو پھر وہی دوائیں تھیں، جل کر پچھلی بیماری کا حال بھی سنایا اور بتایا کہ ایک آنہ کی دوائی سے بھلا کیا فائدہ ہو گا۔ جبکہ ہزاروں کی قیمت کی جواہرات سے لبریز دوائیں بیکار جا چکی ہیں۔ حکیم صاحب نے انہیں دو چار دن قیام کی ہدایت کی اور اپنے نائب حکیم فضل الرحمن صاحب کو اصول سمجھا کر ان کے سپرد کر دیا تین دن میں بیماری آدھی رہ گئی ، مدتوں بعد پہلی مرتبہ اطمینان کے ساتھ نیند آئی۔ گھبراہٹ ختم ہو گئی کمزوری البتہ باقی تھی۔ اب جو دکھانے آئے تو ان کو بتایا کہ دوائی وہی ایک آنہ والی تھی۔ نورالدین جب بھی کسی مریض کو دیکھتا ہے تو فیصلہ اس کی امارت یا غربت کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے جسم کی ضرورت کے مطابق کرتا ہے۔ ہیرے جواہرات اور سونا انسانی زندگی پر مفید اثرات نہیں رکھتے بلکہ ان کا استعمال اکثر اوقات بلڈ پریشر بڑھاتا ہے۔ حکیم نورالدین نے پچاس سال خلق خدا کی مفت خدمت کی ان کا مطب ایک کمرہ تھا جس کے فرش پر کھجور کے پتوں کی ایک چٹائی بچھی تھی ایک طرف ان کی اپنی مسند تھی جس کے لئے دری کا مصلےٰ دوہرا کر کے بچھا ہوا تھا۔ جس کے ساتھ چھوٹی میز پر قلمدان اور سفید کاغذ رہتے تھے مریض باری باری آتے اپنی کیفیت سناتے اور نسخہ لے کر چلے جاتے۔ حکیم صاحب نے کبھی توجہ نہیں کی کہ رکھنے والے نے پیسہ رکھا ہے کہ یا سو کا نوٹ اور نہ ہی کسی سے کبھی کچھ طلب کیا جاتا ۔ طب ایک فن شریف ہے۔ انسانی جانوں کی تندرستی کو قائم رکھنے کا علم کپڑے کی دوکان بنا کر بھاؤ تاؤ میں مبتلا ہونا کسی بھی صاحب علم کا مقام نہیں یہ وہ لوگ تھے جو گزر گئے اور اپنے ساتھ شاندار اخلاقی قدریں بھی لے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب لوگوں کے پاس پیسہ نہ تھا۔ مگر حکماء کا فیشن تھا کہ نسخہ میں زمرد، الماس، سچے موتی، کستوری، اور عنبر بڑے طمطراق سے لکھتے تھے۔ ایک عام مریض کے نسخے پر ماہانہ چار صد روپیہ سے کم لاگت نہ آتی تھی۔ اس پر دواسازی کی اُجرت مطب کا خرچہ اور معالج کی منافع شامل کریں تو دوائی تیس روپے یومیہ سے کم نہ پڑتی تھی۔ ایک صاحب کو سل کی شکایت ہو گئی طب جدید کا معالج اس زمانہ میں اس بیماری کے آگے عاجز تھا وہ پشاور سے سفر کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور اس زمانے کے مشہور

طبیب کے مطب میں گئے مطب کا آغاز فجر کی نماز کے بعد ہو جاتا تھا اس لئے وہ سخت سردی میں صبح چھ بجے ایک قطار میں لگ گئے تپ دق کے مریض تین گھنٹوں کے انتظار میں بے حال ہو کر خون تھوکنے لگے پیشکاروں کو ان کی حالت دیکھ کر ترس آیا اور حکیم صاحب کے روبرو کئے گئے۔ دیکھ کر پہلے تو بہت سنائیں کہ جب مرض بڑھ گیا ہے تو کیا لینے آئے ہو؟ مجمع عام میں اس شخص کی بے عزتی کرنے کے بعد جب نسخہ لکھا تو دو ماہ کی دوائی کے مطب والوں نے پندرہ سو روپے طلب کئے ان کے پاس زادِ راہ سمیت کل پانچ صد روپے تھے۔ حکیم صاحب کی خدمت میں رعایت کے طلب گار ہوئے مگر کسی قسم کی گنجائش اور شنوائی نہ ہوئی۔ دواخانہ کے پاس تین سو روپیہ جمع کروایا اور باقی ادویہ اپنے نام وی پی کروائیں۔ حکیم نورالدین نے اطباء کو پہلی مرتبہ یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ نسخہ مریض کی حیثیت کے مطابق لکھا جائے۔ کستوری کا فائدہ بطور دوائی نہیں بلکہ اس کی خوشبو متاثر کرتی ہے سچے موتی کے تمام فوائد سیپ میں ہیں زمرد اور یاقوت کے کشتے صرف صرف متاثر تو کرتے ہیں مگر معالجاتی اہمیت سے محروم ہیں۔ حکیم نورالدین کے نسخوں کا سب سے بڑا کمال ان کا مختصر، جامع اور آسان ہونا ہے۔ سوزاک کے علاج میں طب یونانی میں اگرچہ بڑے بڑے طویل و عریض نسخے ہیں مگر انہوں نے بھوپال کے ولی عہد کا علاج صرف قلمی شورہ اور آب کیلا سے کیا۔ ایک مریض کو دیدان کی پرانی تکلیف تھی مرحوم مفتی فضل الرحمن نے اس کو دیکھا اور کہا آپ کو حضرت نورالدین اعظم کا نسخہ دیتا ہوں آئندہ پیٹ میں کیڑے آپ کے لئے مسئلہ نہ ہونگے۔ کمیلہ، باؤبڑنگ اور برگ نیم چھ چھ ماشہ کوٹ کر ۳ پڑیاں بنالی گئیں ایک پڑیا دہی میں ملا کر تین تین دن کے وقفہ پر دی گئیں ناغہ والے دن مریض کو میٹھی چیزیں دی گئیں۔ یہی نسخہ آج بھی دس روپے سے زیادہ نہیں اور اس کی پہلی خوراک سے کیچوے نکل جاتے ہیں۔ دوسری تیسری خوراکیں اطمینان کے لئے ہوتی ہیں۔ کیڑے مارنے والی تمام ادویہ زہریلی ہوتی ہیں۔ حکیم نورالدین کا علم آج سے نوے سال پہلے بھی اتنا جدید اور منطقی تھا کہ وہ پیچش کے علاج میں بکن کا شیرہ، لعاب بہی دانہ، انجبار کی جڑوں کا عرق اور اسبغول کی بھوسی استعمال کرتے تھے۔ ہر گھرانے کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو جبکہ آج کل یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔ حکیم فضل الرحمان نے حکیم نورالدین کی تعلیمات کی روشنی میں ایک نسخہ ترتیب دیا۔ یہ نسخہ "اولادِ نرینہ" کے نام سے دواخانہ نورالدین سے پچھلے سو سالوں سے دیا جا رہا ہے۔ آج تک مشاہدات کے مطابق اس کے نتائج نوے فیصدی سے متجاوز ہیں اس کے فوائد کی تصدیق ملک کے مشاہیر نے اپنے شکر گزاری کے خطوط میں کی ہے۔ حکیم نورالدین کے نسخہ جات میں "تریاقِ اٹھرا" اور صندل پاؤڈر اور اکسیر شافی یادگار نسخے اب تک کار آمد اور مشہور ہیں۔ حکیم نورالدین کی وفات کے کچھ عرصے کے بعد انگلستان کی May and bayker company نے ایک دوائی آنتوں کی سوزش کے لئے ان کے بنائے ہوئے اجزاء سے بنائی ہے۔ جس کا نام essential oil mixture ہے۔ جو حرف بحرف اکسیر شافی کے اجزاء ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ روزانہ ۵۰ مریض دیکھتے تھے۔ ان کے مطب میں چھٹی کا رواج نہ تھا۔ ان کے لئے ہر مریض ایمرجنسی تھا۔ جب کوئی بھی مریض چل کر ان کے پاس آیا اس کی تیمارداری ان پر واجب ہو گئی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ شخص اتنی دور سے میرے پاس آیا ہے اس نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ اگر میں علاج نہ کروں تو میں اس کے اعتماد کو مجروح کرنے کے علاوہ بد دیانتی کا ارتکاب بھی کرتا ہوں۔ ۱۹۱۲ء میں وہ گھوڑے سے گرے ایک عرصہ صاحب فراش رہے تندرست ہونے کے بعد ذیابیطس کی بیماری نے پریشان کرنا شروع کر دیا تو فرمایا۔ مجھے ہمیشہ تپ دق اور ذیابیطس کے علاج میں اپنی دسترس پر ناز رہا۔ میرے خاندان کے متعدد افراد نے میرے علاج کے باوجود دق سے وفات پائی۔ اور میں ذیابیطس کی وجہ سے مسلسل اذیت کا شکار ہوں۔ یہ واقعات معالج کے غرور کو توڑنے اور اس امر کا ثبوت ہیں کہ شفاء طبیب کے نہیں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حکیم نورالدین کی بیماری میں جب اضافہ ہوا تو ڈاکٹر یعقوب بیگ اور سید محمد حسین شاہ نے کنگ ایڈورڈ کالج کے پرنسپل کرنل سدر لینڈ سے استدعا کی کہ وہ ان کے ایک بزرگ کو دیکھنے کے لئے سفر کریں کرنل سدر لینڈ کو متعدد امراض کے اسباب میں شہرت حاصل تھی وہ روپیہ کے لالچ میں اپنا وقت ضائع کرنے والے نہ تھے۔ کئی اور ڈاکٹروں نے اصرار بھی کیا تو ان کی خاطر حکیم نورالدین کو دیکھنے پر آمادہ ہوئے۔ دورانِ گفتگو کرنل صاحب کو معلوم ہوا کہ مریض کو علم طب میں بھی دخل ہے۔ اس وقت تک وہ یونانی طب اور اس میں خدمت کرنے والوں کو اہمیت نہ دیتا تھا۔ معائنہ کے بعد اس نے از راہِ تفنن کہا۔ "مولوی صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ حکیم ہیں" مولوی صاحب بولے "آپ نے غلط سنا۔ حکیم تو اللہ کی ذات ہے۔ میں تو البتہ دکھی انسانوں کو اَدویہ کے ذریعہ اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہوں"۔ کرنل سدر لینڈ نے تفریحاً پوچھا کہ اگر آپ کے پاس آپ جیسی علامات میں مبتلا مریض آپ کے مطب میں آجاتا تو آپ اس کو کیا تشخیص کرتے؟۔ اس گفتگو سے انہوں نے محسوس کیا کہ کرنل کا خیال ہے کہ طب یونانی کے عاملین اَن پڑھ ہوتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے جسم پر

بیماری کے اثرات کی مکمل pathology بیان کی۔ سدر لینڈ حیرت زدہ ہو گیا۔ گفتگو کے دوران چائے آگئی تو اس نے (اُنکو لاہور سے) لانے والوں ڈاکٹروں سے کہا کہ ذیابیطس کے آخری مرحلہ پر خون کی نالیاں تنگ ہو جاتی ہیں۔ دماغ کو خون نہیں جاتا اس لئے مریض مخبوط الحواس ہو جاتا ہے اور اکثر غنودگی میں رہتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس شخص میں قوت ارادی کا ایک فولادی ذخیرہ موجود ہے سارا جسم داغ داغ ہونے کے باوجود اس کے حواس بالکل صحیح ہیں اور اپنی بیماری کے متعلق ایسا مفصّل اور جامع تبصرہ کر رہا ہے کہ شاید میں بھی نہ کر سکتا۔ مریض یہ بھی جانتا ہے کہ کون کون سے طریقہ علاج کو کہاں کہاں تک دسترس حاصل ہے۔ اور اس کی موجودہ حالت علاج کی دسترس سے باہر ہے۔ اسے افسوس تھا کہ اس کے اپنے تحقیقی کام کے سلسلہ میں متعدد مسائل حل طلب ہیں کاش وہ ان سے پہلے ملا ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ ان کا علم اور سدر لینڈ کی محنت ملکر دنیائے طب میں کوئی انقلاب لاسکتے تھے۔ حکیم نورالدین نے سدر لینڈ کو سمجھایا کہ موت برحق ہے اس لئے جب تک وہ نہیں آتی ہم اس کے انتظار میں اپنے کام بند نہیں کر سکتے اس لئے جو کچھ آپ پوچھنا چاہتے ہیں بلا تکلف پوچھیں۔ وہ سدر لینڈ جو ایک دن کے سفر پر تیار نہ تھا چار دن تک ان کے ساتھ رہا۔ اس نے چھ کاپیاں نوٹس سے بھریں۔ اور جب وہ روانہ ہوا تو وہ اَشکبار تھا۔ کہ آسمانِ طب کا یہ سورج اب ڈوب جانے کو ہے۔ وہ ایک ہزار روپیہ روزانہ کی فیس طے کر کے آیا تھا مگر فیس لینے کی بجائے ان کی خدمت میں دس روپے ریشمی رومال میں رکھ کر بطور نذرانہ پیش کئے۔ واقعہ ہے کہ کہ ایک دفعہ نیلا گنبد لاہور کے ایک سائیکل مرچنٹ نے اپنا بیمار بچہ ان کو راستے میں دکھایا۔ حکیم نورالدین نے ایک مختصر نسخہ سا تجویز کیا۔ لواحقین کو خیال تھا کہ بچے کو بخار زیادہ ہو گیا ہے وہ شام کو پھر حاضر ہوئے۔ حالات تفصیل سے بتائے تو حکیم نورالدین نے فرمایا" حکیم نورالدین نے ساری عمر کسی مریض کو سرسری نظر سے نہیں دیکھا۔ آپ وہی نسخہ دیں بچہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا"۔ اور بچہ چار گھنٹے بعد ٹھیک ہو گیا۔ طبیب ہر ملک اور ہر شہر میں ہوتے ہیں کسی شخص کے پاس طب کا علم ہونا یا اس کے ہاتھ سے چند افراد کا شفایاب ہونا علمی لحاظ سے کوئی کارنامہ نہیں لیکن حکیم نورالدین طبیب نہیں بلکہ علم کا ایک سمندر تھا۔ اس نے اپنی زندگی اور شہرت سے ثابت کیا کہ انسان اگر محنت کرے تو ایک عام دیہی سکول کا مدرس کشمیر، بہاولپور، اور رامپور جیسی پُر وقار ریاستوں میں بھی شاہی طبیب کا درجہ پاسکتا ہے ان کی جسمانی وفات ان کے علم اور فن کی موت نہ تھی ان کا نام اور کارنامے ان کے نسخوں اور عظیم طبی ورثہ کی بنا پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ آفتابِ حکمت مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(حکیم طاہر عمر دہلی انڈیا)



کیا میں ایک پادری صاحب کی بات مان لوں؟؟

اصغر علی بھٹی نائیجر مغربی افریقہ

اونچے اونچے چیڑھ کے درختوں میں چھپی ٹاؤن ہال ایبٹ آباد کی لائبریری میں اس وقت شدید ٹھنڈ کا احساس ہو رہا تھا اور پھر عین اس لمحے میں دروازے کے پاس سے چوکیدار کی بھاری بھر کم آواز گونجنے لگی جو ہر روز کی طرح یہ اعلان تھا کہ وقت ختم ہو گیا ہے اور شام بھی ڈھل گئی ہے۔ مجھے لائبریری کا دروازہ بند ہونے سے پہلے پہلے باہر نکلنا تھا اسی لئے تمام نوٹس کو جلدی جلدی بیگ میں ٹھونسنا شروع ہو گیا۔ یوں آج تلاش حق کی طویل مسافت کا تھکا دینے والا سفر اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ گھر پہنچنے سے پہلے مجھے اپنے سود وزیاں کا حساب بھی کرنا تھا۔ میں جو کتنی لائبریریوں سے گزر گیا مجھے آج ایک احمدی اور غیر احمدی کے درمیان حائل اخلاقی، روحانی اور معاشرتی بُعد کے نقطہ آغاز کو پکڑنا تھا۔

لائبریری سے باہر نکل کر میں گھر جانے کی بجائے کیہال کے پہاڑی نالے کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ جھرنوں کے اس صاف شفاف پانی کو دیکھ کر دل بے اختیار وضو کے لئے بے چین ہو گیا اور یوں میں اس ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے مغرب کی نماز کے لئے اپنے مولا کے حضور سر بسجود ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو ایسے لگا جیسے وہ سینکڑوں، آندھیاں، بے تابیاں، بے یقینیاں سب ختم ہو چکیں تھیں۔ چار سال کے سفر کا خلاصہ کتنا مختصر، آسان اور سادہ سی بات لگنے لگا تھا۔ تمام امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ شریعت مکمل ہو گئی جس میں کسی تبدیلی کی کوئی صورت یا گنجائش نہیں۔ البتہ آخری زمانے میں امت شریعت پر عمل چھوڑ دے گی اور تربیتی لحاظ سے یہود و نصاریٰ جیسے کام شروع کر دے گی۔ ایسے میں ان کی اصلاح کے لئے ایک مصلح تشریف لائیں گے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یہاں تک دونوں کا اتفاق ہے۔ اختلافی نقطہ صرف یہ ہے کہ آیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے انجیل لیکر آئے تھے وہی دوبارہ آئیں گے یا کسی امتی کو تشبیہی لحاظ سے ان کا نام اور مقام دیا جائے گا۔ جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے وہ ایک خاص قوم اور ایک خاص شریعت کے ساتھ ایک خاص وقت کے لئے ظہور پذیر ہوئے۔ اور پھر اپنا مشن اور اپنی طبعی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے ہیں اور نزول مسیحؑ کی پیشگوئی ایک امتی پر پوری ہو گی۔ جبکہ غیر احمدی کہتے ہیں امتی والی بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بذات خود آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی خود آسمان سے اتر کر اصلاح امت مسلمہ کا کام کریں گے۔ یوں جماعت احمدیہ اور تحفظ ختم نبوت کی تحاریک کی 129 سالہ لڑائی وفات مسیحؑ یا حیات مسیحؑ،۔۔۔ **صعود علی السماء** یا کشمیر کی طرف ہجرت،۔۔۔ آسمان سے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے مسیح علیہ السلام کی واپسی یا مثیل مسیح کی پیدائش،۔۔۔ بندش نبوت یا فیضان نبوت ۔۔۔ اسی طرح سے آمد امام مہدیؑ علیہ السلام، مسیح دجال، قتل خنزیر، کسر صلیب، یاجوج ماجوج، کانا دجال اور خر دجال، جیسے مضامین اور ان کی تفاسیر سے مزین و معنون ہے۔ یوں ایک صدی پر پھیلی، اس لڑائی میں مندرجہ ذیل نعروں کی بازگشت بار بار سنائی دیتی ہے۔ امت مسلمہ بگڑ جائے گی... ــــ امت بگڑ چکی ہے... ــــ ایک مصلح کی ضرورت ہے... ــــ ایک مصلح ضرور آنا چاہیے... ــــ صرف آنا نہیں چاہیے بلکہ قرآن و حدیث کے مطابق وہ ضرور آئے گا ــــ ...اے اللہ اس کو جلد بھیج ... ــــ موعود مصلح آسمان سے لٹکتا ہوا اترے گا... موعود مصلح امت میں پیدا ہو گا... نہیں، امت مسلمہ کا مصلح بنی اسرائیل سے آئیگا... نہیں، امت مسلمہ کا مصلح امت میں ہی پیدا ہو گا بلکہ پیدا ہو چکا اور جماعت احمدیہ اسی کی جماعت ہے... ــــ ہمیں مصلح کی ضرورت تو ہے۔... نہیں، ہمیں کسی کی ضرورت ہی نہیں ــــ... نہیں، ہمیں ضرورت ہے... نہیں، جو مصلح ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج اور جیل جائے گا۔

☆ دوستو یوں میرے لئے سوال یہ بن گیا کہ امت مسلمہ کے بگڑنے پر ان کی اصلاح بذریعہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام ہو گی یا محمدی مسیح علیہ السلام؟ ☆ اسرائیلی مسیح علیہ السلام کو زندگی کیسے ملے گی؟ ☆ آسمان کیا ہوتا ہے اور اس میں زندہ رہنا اور پھر کیسے واپسی ہو گی؟ ☆ ان سب کے درمیان میں ختم نبوت کی مختلف تفاسیر کی دیوار کیسے قائم رہے گی؟ ☆ مسیح علیہ السلام کو مقام نبوت سے معزول کرنے یا منسوب کرنے کی کہانی کیسے سلجھے گی؟ ☆ مسیح علیہ السلام کس شریعت کے مطابق کام کریں گے؟ اور پرانی شریعت سے معزول کیسے ہونگے؟ اور نئی سے بہرہ مند کیسے ہونگے؟ ☆ وہ جنت دوزخ کیسی ہو گی جو دجال لئے پھر رہا ہو گا؟ ☆ وہ دجال کا گدھا کتنا بڑا ہو گا جو سمندر میں داخل ہو گا تو پانی اس کے گھٹنے گھٹنے آئے گا؟ ☆ سینکڑوں ہزاروں فرقے، اور لاکھوں ان کے تضادات کا حل آخر کیسے ہو گا؟ ☆ دوستو! میں نے سورہ بنی اسرائیل ع ۱۱ میں آپ ﷺ سے کفار کی آسمان پر چڑھنے والی demand اور اس کے جواب کو بھی چھوڑ دیا۔ ☆ سورہ سبا

:25 آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے لئے وماارسلنٰک الا کافة للناس، اور وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین کا عظیم ٹائٹل اور اسی کے ساتھ ساتھ —— سورہ مائدہ: 47 و سورہ حدید:28 حضرت مسیحؑ کی شریعت انجیل اور— سورہ صف وسورہ آل عمران:50 —بنی اسرائیل ان کی قوم۔ ا——کی بھی توجیہات ڈھونڈنا شروع کردیں تاکہ آخری زمانے کی امت مسلمہ کی گمراہی کے دور میں جب ایمان ثریاستارے پر چلاجائے گا——اسلام کا صرف نام اور قرآن کے صرف حروف رہ جائیں گے،—— علماء دنیا کے بدترین مخلوق اور فتنوں کے بانی مبانی قرار پاجائیں گے—— مساجد خوبصورت اور ہدایت سے خالی ہو جائیں گی تا وہ حضرت مسیحؑ جو صدیوں سے زندہ آسمان پر بیٹھے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اتر سکیں—میں مولانا کی یہ بات مان جاتا لیکن ایک پادری صاحب کی للکار نے مجھے اس غیر اسلامی، غیر حقیقی، غیر سائنسی غیر تاریخی اور غیر فطری سمجھوتے سے روک دیا۔ میری دینی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ شاہ جہاں، فخر کائنات، تاجدار حرم، سرکار دو عالم، رحمت للعالمین، صاحب طٰہٰ اور یٰسین، خاتم النبیین "پیوند خاک" قرار دیئے جائیں، "مردہ" اعلان کئے جائیں اور "زندہ و جاوید ابدی زندگی" مسیحؑ کے حصے میں آئے۔ کیا میں یہ سمجھوتا کرلوں؟ کیا میں پادری صاحب کی بات مان لوں؟ حیات مسیحؑ کے عقیدے نے مجھ سے ایک قربانی مانگی۔ ایک سوال کیا۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ اپنے ایمان اور ضمیر کے ساتھ ساتھ اپنی غیرت کو پکارا۔ سوال کو دہرایا۔ بار بار دہرایا۔ اپنے آپ سے بار بار پوچھا کہ مسلمان ہوتے ہوئے، حب مصطفیٰ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا دعویٰ ہوتے ہوئے بھی کیا میں پادری صاحب کے اس دعویٰ کو قبول کر سکتا ہوں جواب ہر بار نفی میں ملا۔ مکرم پادری اسلم صاحب "مسیح کی شان از روئے قرآن" نامی اپنی کتاب میں اپنا دعویٰ اور دلیل یوں پیش کرتے ہیں : "باقی سب پیوند خاک ہو گئے۔ مگر وہ زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔ اہل اسلام کے مسلمات کی بناء پر وہی ایک زندہ جاوید ہے۔ اور قرآن کہتا ہے— وما یستوی الاحیاء والاموات یعنی زندہ اور مردے برابر نہیں پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے... اس کے سوا جی کر آسمانوں پر بلند کوئی نہیں ہوا اور اس کے سوا کوئی نہیں جو زندہ آسمان پر رہتا ہو"۔ (اخوت اندریاسیہ پنجاب لاہور مکتبہ جدید پریس، اپریل 1980)

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہوں آسماں پر
مدفون ہوں زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

دوستو! میں اس سمجھوتے سے انکار کرتا ہوں

شہسوارِ شمس و قمر ملکِ عدم کے راہی

آدم چغتائی

خموشی لب پہ تیرے موجہء گفتار بن جائے
محبت کی کرن آئینہء افکار بن جائے
تمہیں کہہ دو تمہارے چاہنے والے کہاں جائیں
جو مرگِ ناگہانی راہ کی دیوار بن جائے
بچھڑنا جسمِ خاکی کا بھی یک گونہ قیامت ہے
خصوصاً جب محبت یاد کا شہکا ر بن جائے
رہائی قیدِ ہستی سے اصل میں زندگانی ہے
ہر اک نیکی تمہارے حق میں پہلودار بن جاسئے
دواں جنت کے جلووں میں تیرا مسکن ہو جنت میں
تمہارا جاودانی گھر دُرِّ شہوار بن جائے
زبانِ صدق پر توحید کی ہر دم غنایت ہو
طلب جو دید کی ہے مرکزِ دیدار بن جائے
مزاجِ خاک سے اُبھریں جو ایسے نقش خدمت کے
تو خاروں سے سلگتا دشت بھی گلزار بن جائے
دعا ہے جنتِ علیّین میں تیرا بنے مسکن
غلامِؑ ساقی کوثرؐ تیرا غمخوار بن جائے
برادر پر ترے ہردم رہے سایہ فگن مولا
تیری اولاد میں طارق کوئی طیارؓ بن جائے
اگر پلکوں میں اشکوں کو ذرا تو تھام لے آدمؔ
تو یہ گریہ تیرے افکار کا شہکار بن جائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام

رانا عبدالرزاق خان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اِک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن"

ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کیا تھا۔ کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ اسلام کے خلاف ایک طرف بیرونی دُشمن دجال اور یاجوج ماجوج کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہو گا۔ اور دوسری طرف اندرونی طور پر خود مسلمانوں کی حالت ایسی ہو گی کہ دین دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ کہ یعنی اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کو مسلمان مہجور کی طرح چھوڑ دیں گے۔ جہاں رسول پاک ﷺ نے اس فسادِ عظیم کا ذکر کیا وہاں یہ تسلی بھی دی کہ ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں امام مہدی کو مبعوث کرے گا۔ جو دین کو ثریا سے پھر واپس زمین پر لائے گا اور پھر دین اسلام کو زندہ کرے گا۔ آج ہم اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی بنا کر خدمت اسلام کے لئے مبعوث کیا۔ آپ علیہ السلام ایسے زمانہ میں آئے جبکہ انگریزی دور حکومت پورے عروج پر تھا۔ اور عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ عیسائیت میں مشغول تھے۔ ان کی ترقی کی رفتار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف تیس سال کے عرصہ میں ہندوستان میں چار لاکھ عیسائیوں کا اضافہ ہو گیا۔ اور ہر جگہ خداوند یسوع مسیح کی صدا گونجنے لگی تھی۔ دوسرے طرف مسلمان الہامِ الٰہی کے منکر ہو رہے تھے۔ اور علماء کا گروہ آپس میں تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اسلام کی بے بسی اور بے کسی کا نقشہ ایک شاعر نے یوں کھینچا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ان تاریکیوں میں جبکہ دنیا بزبان حال ایک مصلح ربانی کا مطالبہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کے حال پر رحم فرما کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اُن خاص طاقتوں کے ساتھ بھیجا جو اس زمانہ کے روحانی مصلح کے لئے ضروری تھیں۔ آپ اسلام کے وہ قمر تھے جس نے سراجِ منیر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے روشنی لے کر اسے ساری دنیا میں پھیلایا۔ دنیا میں ایک ضلالت کا طوفان برپا تھا مگر زمین و آسمان کے خدا نے طوفان زدوں کی دُعا کو سنا۔ آج سے ۱۲۹ سال قبل ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو ۴۰ افراد حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان بمقام لدھیانہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کشتی میں سوار ہوئے اس کے بعد یہ تعداد بڑھتی چلی گئی اور آج اس کشتی پر سوار جماعت احمدیہ کے لاکھوں افراد اعلاء کلمہ اسلام کا کام سر انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں۔ بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ میں اُس کا (خدا کا) اور اس کے رسول ﷺ کا جلال ظاہر کروں"۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۵۱۹) آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے مسلمانوں کو ایک بار پھر زندہ خدا پر یقین عطا کیا اور اپنے وجود کو پیش کر کے ثابت کیا کہ۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

حدیث مبارکہ ہے کہ ابن مریم نازل ہو گا وہ اس قدر مال تقسیم کرے گا کہ کوئی اُسے قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے آپ نے خدمت اسلام میں اردو، فارسی اور فصیح و بلیغ عربی زبان میں اسّی ۸۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ جن سے آسمانی رُوح بولتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔" جو مجھے دیا گیا وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں۔ جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔" (، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۵۶۶)

چنانچہ آپ نے اسلام کا محبوبانہ اور دلرُبا چہرہ دکھانے کے لئے علم و عرفان کے خزائن پانی کی طرح بہا دیئے اور کیا ہی خوب فرمایا" : وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امید وار

آپ نے قرآن مجید کے معانی بیان کرنے اور ان کے اصولوں کے بیان کرنے کے علاوہ اور بھی ہر ممکن ذریعہ سے قرآن کی خدمت کی ہے مثلاً آپ نے عربی زبان کو ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی ہے عربی زبان کو اُمّ الالسنہ ہونا ثابت فرمایا۔اپنی جماعت کو عربی پڑھنے کی تلقین عمر بھر کرتے رہے۔جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک کی زبان یعنی عربی زبان کامل زبان ہے۔بلکہ اُم الالسنہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں؛" کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اُترنا ضروری تھا۔کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا۔لہذا قرآن شریف عربی زبان میں اُترا۔جو اپنے ہر ایک پہلو کے رُو سے کامل ہے"(آریہ دھرم ص ۸ حاشیہ)سبحان الّذی جعل العربیة اُمّ الالسنة کما جعل مکّة اُمّ القریٰ و جعل رسولنا خاتم النبیین"(انجام آتھم ص۲۵۸)

چنانچہ عربی دان پیدا کرنے کے لئے آپ نے قادیان میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا۔اسی طرح آپ نے قرآن کریم کی خدمت اس رنگ میں بھی کی ہے کہ ایک ایسی جماعت قائم فرمائی ہے جس کا کام ہی یہ ہے کہ اوّل۔وہ خود قرآن کے مطالب سمجھیں۔دوم۔ان پر عمل کریں۔سوم دوسروں کو اس کے مطالب سمجھائیں۔چہارم۔دوسروں سے بھی قرآنی احکام پر عمل کروائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے متعلق اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی۔"قرآن مجید کو مہجور کی طرح نہ چھوڑدو۔تمہاری اس میں زندگی ہے۔جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا"۔(کشتی نوح)پس جماعت احمدیہ آج اسلام کی جو خدمت کر رہی ہے۔یہ کام دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی شروع کیا ہوا ہے۔اور اس پودے کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی لگایا ہوا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم سے حقیقی عشق تھا۔پس اسی وجہ سے آپ ہر وقت قرآن ہی کا ذکر زبان پر رکھتے تھے۔آپ کی تحریرات اور آپ کی تقاریر اس بات کی شاہد ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے اپنی نظمیں بھی قرآن کریم کی مدح میں لکھی ہیں یہ امر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مسلمانوں میں ہزاراہا شاعر گزرے ہیں لیکن آج تک کسی کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ قرآن کریم کی مدح میں کوئی نظم لکھیں اور بیسیوں اشعار قرآن کریم کی مدح میں لکھے۔جن میں سے ایک شعر پیش کرتا ہوں۔

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے۔

آپ آئے اور سب کچھ کر دکھایا جو وعدوں میں مذکور تھا۔آپ نے دنیا کو حقیقی اسلام دیا،زندہ خدا دیا،زندہ رسول سے روشناس کروایا اور زندہ کتاب پر زندہ یقین عطا کیا۔صلیبی فتنہ کی تمام تر ترقی کو یکسر روک دیا۔آپؑ نے حضرت عیسیٰ کی وفات نہ صرف قرآن و حدیث سے بلکہ عہد نامہ قدیم،عہد نامہ جدید، تاریخی اور طبی کتب سے ثابت کر کے عیسائیت کی بنیاد اُکھیڑ ڈالی۔عیسائی دنیا کو بتایا کہ جس کو تم خدا مانتے ہو وہ سرینگر کشمیر کے محلہ خانیار میں مدفون ہے۔آپؑ نے عیسائی عقائد کا اس زور سے مقابلہ کیا کہ آپ کے مخالفین بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ مرزا صاحب نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔پھر آپ نے مسلمانوں کے بہت سے غلط عقائد کی اصلاح کی۔اپنی سیرت سے ثابت کیا کہ دعا محض عبادت نہیں بلکہ ایک زندہ اور زبردست طاقت ہے اور اہل اسلام کو الہام،جہاد اور جنت و دوزخ کی حقیقت سے آگاہ کیا۔آپؑ نے آسمانی نشانات سے دکھلایا کہ الہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے ورنہ اسلام بھی ایک مردہ مذہب ہے۔قرآن مجید کی جس آیت یا مقام پر مخالفین نے اعتراض کیا ان سب کا آپ نے ایسا خوب صورت اور لطیف جواب دیا کہ معترض کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ رہا۔بلکہ ہر اعتراض ایک طمانچہ بن کر اس کے منہ پر پڑا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں۔زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔مگر قرآن کریم کا کوئی حکم اور آیت ٹل نہیں سکتی۔مسلمانوں میں پائے جانے والے اس خوفناک گمان کی تردید کی کہ ایک خونی مہدی آئے گا اور کافروں کے قتل سے دین کو آگے بڑھائے گا۔فرمایا۔'

بہت 'اے غافلو!یہ باتیں سراسر دروغ ہیں

ان ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

فرما چکے سید کونین مصطفےٰ

عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التو

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا۔

جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا۔

پھر آپ نے لاہور میں ہونے والے جلسہ اعظم مذاہب میں اسلام کی تمام ادیان پر برتری ثابت کی۔ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کے لئے سب سے بڑی خدمت آپ کی دن رات کی پُر درد دُعائیں تھیں۔اور اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیئے کہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے متعلق یہ الہام کیا کہ" میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"اور آپ کو بشارت دی کہ آج سے تین صدیاں نہیں گزریں گی کہ ساری دنیا کی اکثریت احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرلے گی۔(تذکرۃ الشہادتین،ص ۶۴۔۶۵) حضرت محمد ﷺ کے عاشق صادق کی خدمت اسلام کا فیض آپ کے بعد بھی برابر جاری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا بابرکت نظام دوبارہ جاری ہوا۔اور اس طرح پھر سے مسلمانوں کو خلافت کے نظام کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع کیا گیا اور اب تا قیامت مسلمانوں کی ترقی کا سامان ہوا۔افسوس کہ مسلمانوں نے جس امام مہدی کو حضرت رسول اکرم ﷺ کا سلام پہنچانا تھا اس کا انکار کر دیا۔اور مسلسل کرتے چلے جارہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا حضرت رسول اکرم ﷺ کے عاشق صادق سے یہ وعدہ ہے کہ" دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا،لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی اتنی خدمت کی تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج بھی اسلام کی اس قدر نازک حالت ہے۔اس کا جواب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا۔فرمایا:۔ایسا آدمی سخت جاہل ہو گا جو مسیح موعود کی وفات کے وقت اعتراض کرے کہ وہ کیا کر گیا۔اگرچہ ایک دفعہ نہیں مگر انجام کار وہ تمام بیج جو مسیح موعود نے بویا تدریجی طور پر بڑھنا شروع کرے گا اور دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور یہاں تک کہ ایک دائرہ کی طرح دنیا میں پھیل جائے گا"۔(ایام الصلح،روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۲۹۵) دراصل نبی کے سپرد جو عظیم کام ہوتا ہے۔وہ اس کی زندگی میں پورا نہیں ہو سکتا۔کیونکہ انسان کی محدود زندگی ہوتی ہے۔نبی تو کام کا آغاز کرنے آتا ہے۔ایک تخم بونے آتا ہے جو پھر اس کے جانشینوں کے ذریعہ بڑھتا اور پھولتا ہے اور ساری دنیا پر محیط ہو جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تکمیل اشاعت کا کام شروع ہوا اس کو خلافت کے سائے تلے آج ہم نے آگے بڑھاتے چلے جانا ہے۔یہ کام مشکل ہونے کے باوجود آسان بھی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے۔یہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی ہے کہ اسلام نے دنیا پر غالب آنا ہے اور ضرور آنا ہے۔۔قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا۔آج ہم نے آپ کی اس خواہش کو پورا کرنا ہے کہ" دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اُٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں"۔(مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۳۶۸) حضرت اقدس مسیح موعود ہمیں وہ ہتھیار دے گئے ہیں جن کی ہمیں ضرورت تھی اور ان خزائن سے اپنی جیبیں بھرنے کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کو مالا مال کرنا ہے اور اس پیشگوئی کا مصداق بننا ہے۔"میرے فرقہ کے لوگ اسقدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے"۔(تجلیات الٰہیہ،روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۴۰۹)اسلام کی فتح کے لئے ہمیں یادرکھنا ہو گا کہ ہماری فتح کی کلید ہمارا خدا ہے ہم میں اور دوسروں میں طرہ امتیاز ہمارا خدا سے تعلق ہے اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام کے کام کو جاری رکھنا ہے تو ہمیں بھی خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرنا ہو گا۔اس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں ذکر کیا۔فرماتے ہیں:۔اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اس طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلی خالی ہو جائیں۔اور کوئی بُت،اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے۔اور بکلّی مرضیاتِ الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فناء کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے ۔ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے۔اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے۔یہی فتح حقیقی ہے۔جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالمات الٰہیہ بھی ہے۔اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔خدا تعالیٰ یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف بندوں کا آموزگار ہو گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۱۸۷)

سارے جہاں کے باپ کو کہتا ہے لحد میں ہے

اصغر علی بھٹی نائیجر مغربی افریقہ

رنگا رنگ قصے۔۔

مسیحؑ کو آسمان پر اٹھائے جانے والے واقعہ کی جزئیات و تفصیلات دیکھئے۔ اتنے اہم اور بنیادی عقیدے میں ہر عالم دین کی معلومات اور تفسیر ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہے۔ 1۔ مسیحؑ آسمان پر اور رومی سپاہی کی شکل مسیحؑ جیسی بن گئی چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔

مولانا شیخ محمود الحسن اور جناب شبیر عثمانی والا عکسی قرآن مجید سامنے ہے فرماتے ہیں: ”جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیحؑ کی صورت کے مشابہہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں گھس آئے تو اس کو مسیحؑ سمجھ کر قتل کر دیا“۔ (زیر آیت **و لکن شبہ لھم** سورۃ النساء شائع کردہ پاک قرآن پبلشرز پوسٹ بکس 561، ریلوے روڈ، لاہور، صفحہ 132)

2۔ رومی سپاہی کو نہیں بلکہ ایک یہودی کو شکل دی گئی اور اسے مصلوب کیا گیا۔

تفسیر ماجدی کے مطابق اوپر درج کہانی غلط ہے اصل میں یہ واقعہ یوں ہوا تھا: ”جیل کے رومی سپاہیوں کے لئے سب یہودی اجنبی ہی تھے انہیں ایک اسرائیلی (یسوع مسیح ناصری) اور دوسرے اسرائیلی (شمون کرینی) کے درمیان کوئی نمایاں فرق ہی نہیں نظر آ سکتا تھا۔ شمعون نے یقیناً واویلا مچایا ہوگا لیکن ادھر مجمع کا شور ہنگامہ ادھر جیل کے سپاہیوں کی اسرائیلوں کی زبان سے ناواقفیت اور پھر سولی پر لٹکا دینے کی جلدی اسی افراتفری کے عالم میں اسی شمعون کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا گیا اور وہ چیختا چلاتا رہا۔ حضرت مسیح قدرتاً اسی ہڑبونگ میں دشمنوں کے ہاتھوں سے رہا ہو گئے“۔ (شائع کردہ تاج کمپنی صفحہ 228)

3۔ نہ معلوم وہ کون شخص تھا جسے پھانسی دی گئی اور نہ معلوم اسے کیوں پھانسی دے دی گئی۔

مولانا مودودی صاحب کے مطابق اوپر والی دونوں تفاسیر من گھڑت ہیں اصل بات یہ ہے کہ: ”پیلاطوس کی عدالت میں تو پیشی آپؑ ہی کی ہوئی مگر جب وہ سزائے موت کا فیصلہ سنا چکا تب اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھا لیا بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات مقدس نہ تھی بلکہ کوئی اور شخص جس کو نہ معلوم کسی وجہ سے ان لوگوں نے عیسیٰ بن مریم سمجھ لیا“۔ (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 419)

4۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے کر پھر ان کی نعش آسمان پر اٹھالے گیا اور سزا کے طور پر یہوداا سکریوطی کی شکل مسیح جیسی بنا دی جسے یہود نے پھانسی دے دی... مولانا جاوید الغامدی اس دور میں روشن خیال عالم دین اور جدید علوم سے بہرہ ور ہونے کے دعویدار گنے جاتے ہیں۔ دوسرے علماء کے برعکس ننگے سر ہر ٹی وی پروگرام میں مذہب سمجھا رہے ہوتے ہیں۔ آپ کو قرآن و حدیث میں کہیں بھی مسیح علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے کا ذکر تو نہیں ملتا لیکن آپ جماعت احمدیہ کے موٴقف کو بھی درست نہیں ماننا چاہتے۔ پھر آپ نے اس کا حل کیا نکالا ہے؟ آیئے سنتے ہیں انہی کی زبانی۔

”پہلی بات تو یہ کہ ان کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی کوئی صراحت قرآن مجید میں موجود نہیں۔ بلکہ جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو کسی بھی شخص کی وفات کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے پوری بات کی ہے اور کہا ہے کہ **انی متوفیک و رافعک الی** میں تجھے وفات دوں گا۔ پھر اپنی طرف اٹھالے جاؤں گا۔ اب ظاہر ہے کہ وفات کے بعد اپنی طرف اٹھالے جاؤں گا کے الفاظ ان کے جسم کے لئے ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے کیونکہ یہود نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان کی توہین کریں گے تو بظاہر جو بائیبل سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ جب یہوداا سکریوطی نے ان کی نشان دہی کی کہ وہ کوہ زیتون میں کہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت ان کو پکڑنے کے لئے ایک ہجوم حملہ آور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو یہ سزا دی سیدنا مسیح علیہ السلام کو فرشتے لے گئے لیکن اس کی شبیہ بالکل سیدنا مسیح علیہ السلام کی سی ہو گئی۔ اسی کو قرآن بیان کرتا ہے **و لکن شبہ لھم** ان کو تو یہی خیال ہوا کہ انہوں نے معاذاللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی چڑھایا ہے لیکن قرآن نے اعلان کیا کہ **ما قتلوہ و ماصلبوہ**۔ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا نہ صلیب دی۔ تو اس وجہ سے جب قرآن نے **متوفیک** کے بعد جب یہ الفاظ استعمال کئے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عام قانون کے مطابق کسی اور کو تو ہاتھ نہیں لگانے دیئے گئے لیکن اللہ کے فرشتوں نے ان کو وفات دی اور اس کے بعد ان کو اٹھالے گئے۔ اب فرض کر لیجئے کوئی شخص اس بات کو ایسے نہیں مانتا تو تب بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس بات کو وہ مان رہا ہے کہ زندہ اٹھالئے گئے اس

کے لئے بھی قران میں کوئی صراحت موجود نہیں۔ خالی ہے قرآن اس سے۔ موجود ہی نہیں ہے۔ اچھا بالکل یہی معاملہ ہے حدیث کا۔ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں کوئی اس طرح کی صراحت ہو یعنی رسول اللہ نے یہ بات بیان فرمائی ہو۔ حدیث کے پورے ذخیرے کو دیکھ لیجئے اس میں کوئی ایسی بات نہیں" (یہ تقریر you tube پر ویڈیو کی شکل میں dr israr/javeed al ghamadi کے نام سے موجود ہے) یقیناً جب قرآن و حدیث جیسے مآخذ اسلام میں جس واقعہ کا ذکر نہ ہو تو اس کی تفاصیل میں وہی کچھ ہو گا جو مذکورہ واقعہ میں ہو رہا ہے۔ ہر کوئی اپنی طرف سے اپنی مرضی سے نئی تفصیل روایت کر رہا ہے میں نہ مانوں۔۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں زندہ جسم سمیت آسمانوں پر جانے کا تو ذکر نہیں مگر قرآن مجید کے ایک لفظ سے اٹھائے جانے کا ذکر نکل سکتا ہے جیسے آپؑ کے لئے توفی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب "پورا پورا لے لیا" یعنی " آسمان پر اٹھالیا " یعنی "وفات دینا نہیں ہے" میں نے قرآن مجید اور احادیث سے اس لفظ کو ڈھونڈا تو اس کا استعمال اور اسکی تفسیر ایک انوکھا سوال بن کر میرے سامنے آ گئی ایک انوکھا سوال جو مجھ سے حل نہ ہو سکا۔۔۔

☆حضرت مسیح ؑ کی نسبت 2 دفعہ توفی کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ☆ یہ لفظ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے حق میں بھی قرآن کریم میں آیا ہے۔ ☆ ایسا ہی حضرت یوسفؑ کی دعا میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ☆ آنحضور ﷺ کے ملفوظات مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی صحابہ یا آپ کے عزیزوں میں سے فوت ہو تا تو آپ توفی کے لفظ سے ہی اس کی وفات ظاہر کرتے۔ ☆ جب آنجناب ﷺ نے وفات پائی تو صحابہؓ نے بھی توفی کے لفظ سے ہی آپ کی وفات ظاہر کی۔ ☆ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کی وفات حضرت عمرؓ کی وفات غرض تمام صحابہ کی وفات توفی کے لفظ سے ہی تقریراً تحریراً بیان ہوئی۔ ☆ پھر مسلمانوں کی وفات کے لئے یہ لفظ ایک عزت قرار پا گیا۔ ☆ احادیث مبارکہ میں 346 مرتبہ یہ لفظ آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ اور اولاد نبی پاک ﷺ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں 23 دفعہ یہ لفظ استعمال ہوا۔ تو پھر۔۔۔ جب یہی لفظ مسیحؑ پر وارد ہوا تو کیوں اس کے معنیٰ وفات نہیں لئے جاتے بلکہ آسمان پر زندہ جسم سمیت اٹھالئے جانے پر اصرار کیا جاتا ہے؟ یہ غیر مساویانہ سلوک کیوں؟ حُبِّ رسول ﷺ کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ یہ ناجائز اصرار کیوں؟ ایک ناقابل تردید حقیقت کا بچگانہ جواب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یعیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ** کہ عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور تیرے درجات اپنے حضور بلند کروں گا۔ میری چوتھی مشکل عربی کا ایک مسلّمہ ناقابل تردید قاعدہ ہے جو چیلنج کی شکل میں جماعت احمدیہ 100 سال سے زائد عرصہ سے شائع کر رہی ہے جس کا جواب کبھی کسی سے نہیں بن سکا آیئے وہ قاعدہ بھی دیکھیں اور اس قاعدے کو توڑنے کی جو کوشش کی گئی اس کو بھی دیکھتے ہیں: "اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو اور باب تفعّل سے ہو۔ سوائے قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنوں پر بھی اطلاق پا گیا ہے (ماسوائے نیند یارات کا قرینہ ساتھ ہو تو معنی نیند ہو گا) تو ایسے شخص کے لئے 1000 روپیہ انعام"۔ (ملخص ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 603)

ایک احمدی شاعر اس کو منظوم انداز سے یوں بیان کرتا ہے:

احمد ﷺ میں جب احد ہے تو احمد اَحد میں ہے
لا گر کوئی دلیل تری اس کے رد میں ہے
بن باپ کو چڑھاتا ہے تو آسمان پر
سارے جہاں کے باپ کو کہتا ہے لحد میں ہے

اس کے باوجود بھی اصرار ہے کہ نہیں مسیح ؑ کے لئے استعمال ہو تو معنی وفات نہیں ہوتے۔ جناب مودودی صاحب نے مندرجہ بالا چیلنج کو قبول کر کے جو شاندار جواب دیا ہے وہ بھی سنہری لفظوں سے لکھنے کے قابل ہے آپ فرماتے ہیں: "بعض لوگ جن کو مسیحؑ کی طبعی موت کا حکم لگانے پر اصرار ہے سوال کرتے ہیں کہ توفی کا لفظ قبض روح و جسم پر استعمال ہونے کی کوئی اور نظیر بھی ہے؟ لیکن جبکہ قبض روح و جسم کا واقعہ تمام نوع انسانی کی تاریخ میں پیش ہی ایک مرتبہ آیا ہو تو اس معنی پر اس لفظ کی نظیر پوچھنا محض ایک بے معنی بات ہے "۔ (تفہیم القرآن جلد اول حاشیہ نمبر 195 صفحہ 412 آخری پیراگراف)

یقیناً اس چیلنج کا جواب ان کی علمی کمزوری کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے

یاجوج ماجوج کی آخری جنگ..... قرآن مجید کی واضح پیشگوئی

اے آر خان

قرآن مجید اور پیشگوئیاں۔ قرآن مجید ایک کامل صحیفہ ہے جو نسل انسانی کی دائمی ہدایت اور راہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس میں اعلیٰ احکام اور جامع تعلیمات بھی ہیں ان احکام کا فلسفہ اور ان تعلیمات کی حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں تزکیہ نفس کے طریق بھی بتائے گئے ہیں۔ اور ان پر چلنے کے ذرائع بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان کے ایمان کو ہر زمانہ میں تازہ رکھنے کے لئے قران پاک میں اہم پیشگوئیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔ تا ان کے ظہور پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے علیم و خبیر ہونے پر زندہ دلیل قائم ہو جائے۔ قران مجید کی یہ پیشگوئیاں مستقبل قریب اور مستقبل بعید کے متعلق بھی ہیں حتیٰ کہ بعض پیشگوئیاں اس وقت سے بھی تعلق رکھتی ہیں جب قیامت قائم ہو گی، اور نسل انسانی اپنے اعمال کی کامل جزا و سزا پائے گی یہ سب پیشگوئیاں قرآن مجید کے زندہ خدا کا تازہ کلام ہونے پر واضح دلیل ہیں۔

آخری زمانہ کے بارہ میں قرآنی خبریں قرآن مجید میں۔ ہمارا زمانہ دو الہامی کتابوں کی رُو سے آخری زمانہ ہے۔ ان میں بہت سی پیشگوئیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ تا کمزور ایمان انسانوں کے لئے تقویت ایمان کا باعث ہو اور سچے مومنوں کو ازدیادِ ایمان حاصل ہو آخری زمانہ کے متعلق قرآن کریم کی پیشگوئیاں بکثرت ہیں۔ ان میں سے جو اس موضوع سے متعلق ہے۔ اس کا ذکر کرتا ہوں۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ آخری زمانہ میں جب لوگوں کی ایمانی حالت کمزور ہو جائیگی اور طاغوتی طاقتیں ہر طرف سے ایمان کے قلعہ پر حملہ آور ہونگی۔ اور دنیا مادّیت کے مردار پر گِدھوں کی طرح گر رہی ہو گی ایمان ثریا پر جا چکا ہو گا رُوحانیت عنقا ہو چکی ہو گی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک فرستادہ کو بھیجے گا۔ اور اس کے لئے ہیبت ناک نشان دکھائے گا، تا لوگ سمجھیں۔ کہ زندہ خدا موجود ہے۔ اور دین اسلام کامل دین ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موعود جس کی بعثت در حقیقت آنحضرت ﷺ کی رُوحانیت کا پر تو ہو گی۔ لوگوں کو پاک کرے گا اور بہت سے لوگ اس کے ہاتھ پر نئی رُوحانی زندگی پائیں گے۔ لیکن دنیا کی بیشتر آبادی اسی ڈگر پر چلتی رہے گی۔ جس پر پہلے سے گامزن تھی۔ وہ اس مامور کی آواز پر کان نہ دھرے گی اور اس کی آسمانی باتوں کی شنوائی نہ ہو گی۔ بلکہ اس کی وحی پر استہزاء کرے گی اور خدا کی باتوں کو ٹھٹھوں میں اُڑانے کی کوشش کرے گی۔ جب تاریکی کے فرزندوں کی یہ روش انتہا کو پہنچ جائے گی تب خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکے گا اور زمین پر ہولناک تباہی آئیگی۔ شہر اور دیار ملیامیٹ ہو جائینگے اور انسانوں کو جائے فرار نہ ملے گی مگر چونکہ خدا غضب میں دھیما ہے اس کی رحمت جس طرح تقاضا کرتی ہے کہ عذاب سے پہلے رسول مبعوث فرمائے نذیر کو بھیجے۔ فرمایا۔ **وماکنا معذبین حتی نبعث الرسول** (الاسراء۔۱۵) ترجمہ کہ ہم عذاب دینے سے پہلے ضرور رسول بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اس کی رحمت مقتضی ہے کہ انسانوں کو یکدم گرفت میں نہ لائے ملکہ آہستہ آہستہ عذاب دے تا کہ جو ان میں سے توبہ کر کے بچنا چاہیں وہ بچ جائیں۔ ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ یاجوج وماجوج کے خروج کی خبر۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ آخری زمانے میں دو بڑی قومیں دنیا پر غالب آجائیں گی۔ وہ زمین پر رُوحانی موت وارد کرنے کا موجب بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **حتیٰ اذافتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلونo واقترب الوعدا لحق فا اذاھی شا خصة ابصار الذین کفرو ایاویلنا قد کنا فی غفلة من ھذا بل کناظالمین** (الانبیاء۹۷،۹٦) ترجمہ۔ کہ ایک وقت آئے گا جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر چوٹی اور بلند جگہ پر دوڑتے ہوئے چھا جائینگے تب سچے وعدہ کے ظہور کا موقع پیدا ہو جائے گا۔ اس پر کافروں کی نظریں ششدر رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہم تو اس سے غافل ہی رہے۔ بلکہ ہم ظالم تھے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قالوایا ذا ا لقرنین ان یاجوج وماجوج یفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا** (الکھف۹۴) ترجمہ۔ کہ لوگ اس وقت کے ذوالقرنین کے پاس آکر کہیں گے کہ یاجوج ماجوج نے زمین پر فساد برپا کر رکھا ہے کیا آپ ہمارے اور ان کے درمیان روک بنا کر ہمیں ان سے بچائیں گے؟ اور ہم آپ کو ٹیکس ادا کرتے رہیں گے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ آخری زمانے میں یاجوج ماجوج کا غلبہ زمین پر ہونے والا ہے۔ اور وہ زمین پر فساد برپا کرنے والے ہیں اور اس دن وعدا لحق کے ظہور کا موقع ہو گا۔ احادیث نبویہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ آخری زمانہ میں جب مسیح

موعود کا ظہور ہو گا تو اس وقت یوں ہو گا۔ اذا اوحی اللہ الی عیسی انی قد
اخرجت عبادالی لابدان لاحد بقتالھم فحرزعبادی الی
الطور ویبعث اللہ یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب
ینسلون (رواہ مسلم مشکوۃ المصابیح باب ذکر الدجال ص ۴۷۴) کہ اللہ تعالی مسیح موعود پر
وحی کرے گا۔ اور اسے بتائیگا کہ میں نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جن سے
جنگ کرنے کی اور لوگوں کو طاقت نہیں۔ تو میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا
اور اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو برپا کرے گا۔ اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے پھریں
گے۔ پیشگوئیوں میں استعارات ضروری ہیں۔ اسی لئے مسلم شریف کی اس
حدیث میں بہت سے استعارے ہیں۔ مگر یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح
طور پر بیان کی گئی ہے۔ کہ مسیح موعود کے ظہور اور یاجوج ماجوج کے خروج کا
ایک ہی زمانہ ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ جس دجال کے فتنہ سے ہر نبی ڈراتا
آیا ہے۔ وہ ان ہی یاجوج و ماجوج میں ہے۔ کیونکہ ایک وقت میں یاجوج ماجوج
کے غلبہ کے ساتھ ساتھ دجال کا علیحدہ غلبہ تصور میں نہیں آسکتا۔ اسلئے ماننا
پڑے گا کہ در حقیقت دجال یاجوج ماجوج کا ہی اعتباری اور صفاتی نام ہے۔
یاجوج ماجوج کون ہیں۔ اب یہ سوال ہے کہ یاجوج ماجوج کون مراد ہیں، سو یاد
رکھنا چاہیئے کہ یاجوج وماجوج کا ماخذ اجیج ہے۔ اجیج آگ کے شعلوں کو کہتے ہیں
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں المفردات ترجمہ۔ ''کہ یاجوج وماجوج کو یہن
اماس لئے دیا گیا ہے۔ کہ انہیں بھڑکتی ہوئی آگ اور موجیں مارنے والے
پانیوں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ کثرت سے اِدھر اُدھر پھریں گے''۔ امام ملا
علی قاری لکھتے ہیں ''یاجوج و ماجوج ھما قبلیتان من ولد
یافث بن نوح'' ترجمہ ''کہ یافث بن نوح کی اولاد سے دو قبیلے یاجوج و
ماجوج ہیں۔'' بائیبل سے یاجوج و ماجوج کے مقامات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ لکھا
ہے ''اے جوج! روس اور مسک اور توبال کے سردار۔ اور میں تجھے پلٹ دوں
گا۔ اور تجھے لئے پھروں گا اور ایسا کروں گا کہ تو اتر کی اطراف سے چڑھ آئے
اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا۔ اور میں ماجوج پر اور ان پر جو
جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور جانیں
گے کہ میں خداوند ہوں'' (حزقیل ۲۹۔۱۔۶) اس حوالہ سے ثابت ہے کی
یاجوج اور ماجوج روسی ہیں اور ماجوج جزائر کے بسنے والے انگریز اور ان کی قوم
کے منتشر گروہ امریکن وغیرہم ہیں۔ یہ قومیں آگ سے غیر معمولی کام لینے
کی وجہ سے یاجوج وماجوج ہیں اور اس لحاظ سے کہ ان کے پادری دنیا بھر میں
حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے عقیدہ کو پھیلاتے پھرتے ہیں۔ کہ قریب
ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں یعنی
دنیا پر کامل تباہی آجائے کیونکہ ان لوگوں نے خدا کو بیٹا قرار دیا ہے مسیح موعود
کی آمد اس صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے کے لئے مقدر تھی اسی لئے فرمایا ہے
کہ یاجوج وماجوج سے اس کا مقابلہ ہو گا پہلے عیسائیت دلائل سے مغلوب ہو گی
اور پھر ان کی مادی شان وشوکت جاتی رہے گی جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے
پس یہ امر روز روشن کی طرح متعین ہو گیا کہ یاجوج وماجوج دو قومیں ہیں اور
ان سے مراد روس اور انگریز ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر
میں کہ یاجوج وماجوج کون ہیں؟

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبکہ ایک طرف بائیبل سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ
یورپ کے عیسائی فرقے ہی یاجوج و ماجوج ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید
نے یاجوج وماجوج کی وہ علامتیں مقرر کی ہیں جو صرف یورپ کی سلطنتوں پر ہی
صادق آتی ہیں۔ جیسا کہ یہ لکھا ہے وہ ہر بلندی سے دوڑیں گے یعنی سب
طاقتوں پر غالب ہو جاویں گے اور ہر ایک پہلو سے دنیا کا عروج ان کو مل جائے
گا اور حدیثوں میں بھی یہ بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ کسی سلطنت کو ان کے ساتھ
تاب مقابلہ نہ ہو گی۔ پس یہ تو قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ یہی قومیں یاجوج و
ماجوج ہیں اور اس سے انکار کرنا تحکم اور خدا تعالی کے فرمودہ کی مخالفت ہے
اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی کے قول کے مطابق اور
آنحضرت ﷺ کے فرمودہ کے موافق یہی قومیں ہیں جو اپنی دنیاوی طاقت
میں تمام قوموں پر طاقت لے گئی ہیں جنگ اور لڑائی کے داؤ پیچ اور ملک تدابیر
کے امور میں دنیا میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا اور انہی کی کلوں اور ایجادوں
نے کیا لڑائیوں میں اور کیا کئی قسم کے دنیا کے آرام کے سامانوں میں ایک نیا
نقشہ دنیا کا ظاہر کر دیا ہے اور انسان کی تمدنی حالت کو ایک حیرت انگیز انقلاب
میں ڈال دیا ہے اور تدبیر امور سیاست اور درستی سامان رزم بزم میں وہ ید طولی
دکھلایا ہے کہ جب دنیا پیدا ہوئی ہے کسی زمانہ میں اس کی نظیر پائی نہیں
جاتی۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۷۵) نہر سویز کے متعلق قرآنی پیشگوئی۔ نزول
قرآن مجید کے وقت بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم بالکل الگ الگ تھے۔ اللہ تعالی
قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ (الرحمن۔ ۱۴۔ ۲۴) ترجمہ۔ اللہ تعالی نے انسان کو
پختہ آواز دینے والی مٹی سے بنایا ہے۔ اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔
تم دونوں اپنے رَب کی کس وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ اللہ ہی دونوں مشرقوں

کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب ہے۔ تم دونوں اپنے رب کی کس وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ اللہ ہی ان دونوں سمندروں کو چھوڑے گا۔ تاکہ ایک دوسرے سے مل جائیں۔ اس وقت ان کے درمیان خشکی کی روک ہے۔وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرسکتے۔ تم اپنے رب کی کس وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگا نکلتے ہیں"۔ ان آیات میں اللہ تعالی نے عربوں کے لئے ان دو معروف سمندروں کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں سے موتی اور مونگا نکلتا تھا۔ یہ سمندر بحرہ قلزم اور بحیرہ روم تھے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس وقت تو ان کے درمیاں خشکی کی روک ہی مگر وقت آتا ہے جب یہ دونوں سمندر آزادانہ طور پر مل جائیں گے۔ کتنی واضح اور صاف پیشگوئی ہے اور کس طرح قریباً ایک ہزار سال بعد نہر سویز بننے سے پوری ہوئی۔ جبکہ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو ملایا گیا۔ اور اس کے ملانے میں یاجوج وماجوج کا ہاتھ تھا۔ یہودیوں کا فلسطین میں اجتماع۔ یہودی قوم اپنے اعمال کی وجہ سے فلسطین سے منتشر کی گئی۔ اور جیسا کہ بائیبل سے ثابت ہے۔ یہ لوگ دور دراز علاقوں میں پھیلا دیئے گئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے **وقلنا من بعد ھی لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاخرۃ جعنا بکملفیضا** کہ موسوی زمانہ کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین کے مختلف حصوں میں رہائش اختیار کرو۔ جب دوسرا وعدہ یا آخری زمانے کا وعدہ آئے گا تو ہم تمہیں اکٹھا کردیں گے۔ بائیبل میں بھی ایسے اشارے موجود ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں فلسطین میں جمع کردیا جانا ایک تقدیر الہی ہے۔ ان کا یہ اجتماع ان کے لئے آخری امتحان کے طور پر ہے اور یہ درحقیقت موعود کل ادیان کے ظہور کے لیئے بطور علامت ہے اللہ تعالی نے سورۃ الانبیاء میں یاجوج ماجوج کے خروج کے ذکر پر بھی فرمایا ہے واقتراب وعد الحق اور اس جگہ یہود کے اجتماع کے سلسلے میں فرمایا ہی فاذا جاء وعد الاخرۃ۔ پس معلوم ہوا کہ الوعد الحق اور وعد الاخرۃ ایک ہی چیز ہے جس طرح آخری زمانے میں یاجوج ماجوج کا خروج مقدر ہے۔ اسی طرح فلسطین میں یہود کا اجتماع بھی مقدر ہے۔ اور ان دونوں کا باہم ایک تعلق ہے۔ نیز یہ دونوں امور اس بات کی علامت ہیں کہ آخری وعدہ ظاہر ہوچکا ہے اور قرآنی موعود مبعوث ہوگیا ہے۔

یاجوج وماجوج کی آخری جنگ کا مرکز۔ آسمانی نوشتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کی باہم ایک ہولناک جنگ ہوگی اور جن اسلحہ کے دبدبہ سے انہوں نے سارے ممالک کو مرعوب کررکھا تھا وہ خود اس کا شکار ہو جائیں گے اور ان کی جنگی تیاریاں ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوں گی یاجوج وماجوج پر آسمانی حجت پورا ہونے کے بعد ایسے سامان پیدا ہو جائیں گے کہ وہ دونوں باہم لڑیں گے اور یہ لڑائی درحقیقت دونوں کی تباہی کا موجب ہوگی۔ مگر ان میں سے غالب فریق بھی بعد ازاں آسمانی عذابوں کا شکار ہوجائیگا یہ سب کچھ اسی صورت میں ہوگا جب یہ سب اقوام اسلام قبول کرنے سے انکار پر مصر رہیں گی۔ یاجوج وماجوج کی یہ جنگ کس علاقے میں ہوگی اور کون سی سرزمیں اس کا مرکز ہوگی۔ اور آیا نہر سویز سے اس کا کوئی تعلق ہوگا؟۔ اس سوال کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

نمبرا۔ اے آدم زاد جوج کے برخلاف نبوت کراؤ۔ بول کر خداوند یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں۔ اے جوج روس اور مسک اور توبال کے سردار میں تجھے پلٹ دوں گا۔ اور تجھے لئے پھروں گا۔ کہ تو اتر کی اطراف سے چڑھ آئے۔ اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا۔ اور تیری کمان جو تیرے ہاتھ میں ہے گرادوں گا (حزقیل ۳۹۔۱۔۲)

نمبر ۲۔ اور آخر کے وقت نے جنوب کا بادشاہ اس پر ریلے گا اور شاہ شمال رتھ اور سوار اور بہت جہاد لیکر گردباد کی مانند اس پر چڑھ آئے گا اور ان سرزمینوں میں داخل ہوگا اور اُمڈے گا اور گزرے گا اور سرزمین جلیل میں بھی داخل ہوگا اور بہت گرائے جائیں گے مگر ادوھم اور سد آب اور بنی عموم کے خاص لوگ اس کے ہاتھ سے بچیں گے اور وہ اپنا ہاتھ ملکوں پر چلائے گا۔ اور ملک مصر بھی رہائی نہ پائے گا پر وہ سونے چاندی کے خزانوں اور مصر کی ساری نفیس چیزوں پر قابض ہوگا اور بولی اور کوشی اس کی پیروی کریں گے لیکن پورب کی اور اُتر کی اطراف سے افواہیں اسے حیران کریں گی اس لئے وہ بڑے غضب سے نکلے گا کہ نہتوں کو نیست ونابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ پر اپنی گلال باڑی کو سمندروں کے درمیان برپا کرے گا۔ پر وہ اپنی اجر کو پہنچیں گے اور اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا (دانیال ۱۱۔۴۰۔۴۵) نمبر ۳۔ قرآن مجید کی سورۃ رحمن میں ان آیات کے بعد جو ہم اوپر نہر سویز کی پیشگوئی کے سلسلہ میں درج کر آئے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ (سورہ رحمن ۳۱۔۳۶)

ترجمہ۔ اے جن وانس یا اے یاجوج وماجوج دنیا کی دو بوجھل یعنی بڑی طاقتو! ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہونگے۔ تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ اے جن وانسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے حدود سے تجاوز کرسکتے ہو تو ایسا کرکے دکھاؤ یاد رکھو کہ تم ہمارے غلبہ سے باہر نہیں جاسکتے تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ تم پر آگ

کے شعلے اور پیتل برسایا جائے گا۔ تم ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔ تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ ان آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کا نہر سویز سے تعلق ہے۔ اور ان کی بڑی جنگ میں اس کا دخل ہے۔ دونوں قومیں اپنے اپنے اقتدار اور اپنے اثر ورُسوخ کو بڑھانے کے درپے ہونگی۔ اور ایک دوسری پر غالب آنے کی کوشش کریں گی۔ اسی دوران میں شعلہ باری اور شدید بمباری ان کی تباہی کا موجب بن جائیں گی۔ اور یہ اپنی روش نہ بدلیں گی تو خدا کے قہر کا نشانہ بن جائیں گی۔

نمبر ۴۔ احادیث نبویہ میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج شام اور فلسطین کے علاقے ہو گا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ **اوحی اللہ الی عیسی انی قداخرجت عباداً لا یدان لاحدٍ بقتا لھم فحرز عبادی الی الطور و یبعث اللہ یاجوج و ماجوج وھم من کل حدبٍ ینسلون فیمر اوا ئلھم علی بحیرۃ طبریھف یشربون مافیھاویمر آخرھم فی قول لقدکانب ھذامرۃماءثمی سیرونحتی ینتھوالاجب لالخمروھجبل بیت المقدس**(''مشکوۃ۴۷۴) یہ لمبی حدیث کا ایک حصہ ہے۔ حدیث استعارات سے پر ہے مگر اس سے یہ بات بالبداہت ثابت ہے کہ یاجوج و ماجوج کی آخری آویزش کیلئے ان کا تعلق شام اور فلسطین سے ہو گا نمبر ۵۔ دجال کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے **تصرف الملا ئکۃ وجھہ قبل شام وھنالک یھلک** کہ فرشتے اسکارُخ ملک شام کی طرف پھیریں گے۔ اور وہ وہاں پر ہلاک ہو جائیگا۔ ان حوالہ جات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کا معرکہ شام فلسطین اور مصر کے ممالک سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان ہی سر زمینوں سے ایک ہولناک جنگ کا آغاز ہو گا۔ یہود اور مسلمانوں کی جنگ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک پہلو اَخفاء کا ضرور ہوتا ہے۔ تا ایمان بالغیب قائم رہے۔ لیکن یاجوج وماجوج کے اس آخری معرکہ کے بارے میں آسمانی نوشتوں میں بہت صراحت موجود ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ قرآن اور بائیبل کی رو سے آخری زمانہ میں یہود کا فلسطین میں جمع ہونا الٰہی تقدیر ہے ہم بتا چکے ہیں کہ روس اپنے لشکروں سمیت ''اسرائیل کے پہاڑوں'' میں آئے گا۔ اور مصر تک اس کا نفوذ ہو گا۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نہر سویز کے سلسلے میں یاجوج وماجوج کی ایک ہولناک جنگ ہو گی یہ بھی اشارات موجود ہیں یہ عارضی وقت تک دجالی طاقتوں کو غلبہ ہو گا۔ یاجوج اور ماجوج یعنی روس اور انگریزوں کی جنگ میں یاجوج کے آخری طور پر تباہ ہو جانے کی بھی خبر موجود ہے۔ اس وقت ماجوج یعنی انگریز قوم یہود سمیت قبلہ حق یعنی اسلام کے خلاف ایک آخری فیصلہ کن جنگ یا معرکہ کے لئے میدان میں آجائینگے۔ اس موقع کے متعلق حدیث نبوی ؐ میں وارد ہوا ہے۔ **یتبع الدجال یھوداصفھانس بعون الفاًعلیھم الطیالسۃ**(رواہ مسلم مشکوۃ المصابیح صف۴۷۵) کہ ستر ہزار جبہ پوش یہودی دّجال کے ساتھ ہونگے یہ جنگ جس شکل میں میں بھی ہو سچے مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہو گی اور یہود اس موقع پر دجال اور یاجوج وماجوج کے آلہء کار ہونگے۔ حقیقی مسلمانوں کے آخری غلبہ کی پیشگوئی۔ اس معرکہ کا انجام کیا ہو گا اس کے لئے بائیبل اور قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے۔ بائیبل میں لکھا ہے۔ '' میں یاجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے رہتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں''(حزقیل ۳۹۔۷) قرآن مجید فرماتا ہی **یرسل علیکما شراظ من فارٍ و نحاسف لاننتصران**۔ کہ تم دونوں قوموں پر آگ کے شعلے برسائے جائینگے۔ اور پیتل بموں کی صورت میں گرے گا۔ اور تم ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے۔ **لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکران الارض یرثھا عبادی الصالحون**(سورہ الانبیاء) کہ زبور میں ہمارے نوشتہ کے مطابق اس سرزمین کے وارث آخر کار ہمارے نیک بندے ہونگے یہ وعدہ الٰہی مختلف رنگوں میں پورا ہوتا رہا ہے۔ اور سورہ انبیاء میں اس کا یاجوج وماجوج کی تباہی کی خبر کے بعد ذکر کرنا متعین کر دیتا ہے کہ یہ آخری زمانہ کے عباد للہ الصالحون کے متعلق ہے جن کے بارے میں مسیح موعودؑ پر وحی ہو گی **حرز عبادی الی الطور** (مشکوۃ) کہ اے مسیح موعودؑ! میرے بندوں کو طور پر جمع کر۔ یہی عباد ہیں۔ جن کے آخری غلبے کی خبر **یرثہ اعبادی الصالحون** میں دی گئی ہے حدیث بوی میں حضرت محمد ﷺ نے اسی جنگ کے متعلق فرمایا ہے۔ **لا تقوم الساعۃحتی یقاتل المسلمون الیھود یقتلھم المسلمون حتی نجتبی الیھود یمنورا ماالحجر والشجر فیقولالحجر والشجر یامسلمی اعبد اللہ ھذایھود یخلفی فتعال فاقتلہ الاالغرقدفانہ من شجرالیھود رواہاالمسلم**(مشکوۃ)

ترجمہ۔ قیامت نہیں آئیگی جبتک آخری مرتبہ مسلمانوں اوریہودیوں کی جنگیں ہولے۔ مسلمان یہود کو شکست دے کر تسلی کریں گے یہاں تک کہ جو یہودی درختوں یاپتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے ہونگے انکے بارے میں درخت اور پتھر کہیں گے کہ اے عبد اللہ اے سچے مسلمان! یہ یہودی چھپا ہوا ہے آ، اسے قتل کر دے ہاں غرقد کا درخت ایسا نہ کرے گا۔ وہ یہود کا درخت ہے'' اس حدیث میں حجر و شجر سے مراد یہود کی جائے پناہ قومیں ہیں۔ اس زمانے میں سب قومیں یہود سے بیزار ہو نگی اور انہیں کسی جگہ

پناہ نہ ملے گی صرف دجال اور شجر یہود ہی ان کا ملجا ہو گا مگر وہ خود آخر کار **یذوب کما یذوب الملح فی الماء** جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آخری خوشخبری۔ یہ پیشگوئیوں کا ایک مکمل خاکہ ہے چونکہ یہ آئندہ کے واقعات ہیں اس لئے سوائے خدائے علام الغیوب کے ان کی آخری صورت کو اور کوئی نہیں بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق اب وہ وقت آنے والا ہے۔ جب توحید کو غلبہ ہو گا اور اسلام دنیا پر غالب آئیگا۔ اور سچے مسلمانوں کو عزت و عظمت نصیب ہو گی۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے اس کے لئے کس قدر تیاری کی ہے۔ ابھی ہمیں کثرت سے وہ قومیں تیار کرنی ہیں۔ جو اطاعت کے معراج کو سمجھتے **ہوئے اللھم لبیک** کا نعرہ لگاتے ہوئے امام وقت کے اشارے پر تن من دھن کی قربانی کے لئے ہمہ وقت منتظر کھڑی ہوں۔ اس میدان کارزار میں کودنے سے قبل خدائی منشا کے مطابق ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بلند معیار قائم کرنے ہونگے۔ ساری دنیا میں امن، عدل و انصاف کی فراہمی، بھوک و ننگ کا خاتمہ، ظلم و بربریت کا خاتمہ، عالمی لیول تک ناہمواری کا اختتام ہمارا مطمع نظر ہو۔ ابھی تو ہم شریک سفر ہوئے ہیں۔ کاروان تیاری میں ہے۔ لکھو کھہا چیلنجز سر راہ ہمارے سامنے منہ کھولے کھڑے ہیں۔ قوموں کی اصلاحِ، نظاموں سے مڈ بھیڑ، مخالف آندھیوں اور باطل نظریات کا مقابلہ، بد تہذیب اور مشرکانہ کلچرز کا خاتمہ، بے محل مغرور قوموں کی نام نہاد احساس برتری کا، اپنی پختہ کرداری سے خاتمہ، پھر ان کی تربیت و اصلاح بڑی مستقل مزاجی اور دل گردے کا کام ہے۔ ظاہر ہے یہ کام جتنا عظیم ہے اتنے ہی اس رب العلمین کے وعدے بھی عظیم ہیں۔ اور اسی لئے اس نے ایک عظیم مرد حقؑ کو آخرین میں مبعوث کیا۔ اور پھر اس کی مطیع جماعت دی اور اس کو نظام خلافت اور اولوالعزم خلفائے کرام سے نوازا۔ جو اس آنے والے وقت کے لئے اپنی راہنمائی میں ایک جماعت مومنین تیار کرواتے چلے جارہے ہیں۔ جس میں ہر قوم اپنا اپنا حصہ ڈال رہی ہے۔ ہاں اے مومن سلیم اس مضبوط رسی سے بندھ جا۔ اور اطاعت کے معراج کو پالے۔ بے خطر اس کاروان خلافت میں شامل ہو کر مالی و جانی قربانی سے اس کی رضا سے اپنے تمام جام و سبو بھر لے۔ اور یقین محکم سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہ۔ پھر دیکھ کہ منزل بہت جلد خلافت کے سائے میں تیرے قدموں کو چوم لے گی۔ انشاء اللہ

یومِ بشارت ہے

(ارشاد عرشی ملک)

دلوں میں کوڑھ نفرت کا ہے، لہجوں میں حقارت ہے
تمہارے نفس اور شیطاں کی یہ سانجھی شرارت ہے
جبھی تو چین پاکستان کا، برسوں سے غارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

سند تم کو مسلمانی کی اب، مُلا سے لینی ہے
وہاں ختمِ نبوت کی گواہی روز دینی ہے
اگر عہدے کی چاہت ہے، تمنائے وزارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

جلائی سَن چوہتر میں جو تم نے آگ نادانو!
پکی ہے دیگ یہ اُس پر، جو دانا ہو تو پہچانو!
یہ قدرت کی طرف سے آپ کی خاطر مدارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

بھلے روزے رکھو، پڑھو نمازیں، حج کر آؤ
یہ سب کافی نہیں، ختمِ نبوت کی قسم کھاؤ
مُسلمانی کا دعویٰ ہے تو یہ شقِ طہارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

تمہارے فیصلے، نوحہ ہیں مستقبل کا سُن رکھو
بھلے اندون خانہ، سازشوں کے جال بُن رکھو
فلک پر عدل کی بھی غافلو، قائم نظارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

کرو سَو مکر، خیرُ الماکریں کی، سب نظر میں ہے
ذرا دم لو کہ ہر سَریا لگی گردن پکڑ میں ہے
جو پڑھ پاؤ تو یہ دیوار پر لکھی، عبارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

جو چاہو تم ستم ڈھاؤ، ہمیں اللہ کافی ہے
علاوہ اس کے جو کچھ بھی ہے، وافر ہے، اضافی ہے
سمجھ سکتے نہیں تم جس کو، یہ ایسی بُجھارت ہے
ہمارے واسطے ہر یوم، پر یومِ بشارت ہے

عقیدہ حیات مسیحؑ رکھنے والوں کی جھنجھلاہٹیں



اصغر علی بھٹی نائیجر مغربی افریقہ

مولانا مودودی صاحب دور حاضر کے ممتاز علماء دین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت میں گزاری لیکن عقیدہ حیات مسیح رکھنے کے نتیجے میں انہیں کتنی بے قراریوں سے گزرنا پڑا۔ اسے پڑھ کر ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ عقیدہ کتنا "Base Less" ہے۔

مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ پہلا بیان "پیلاطوس کی عدالت میں پیشی تو آپؑ ہی کی ہوئی مگر جب وہ سزائے موت کا فیصلہ سنا چکا تب اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھالیا (آسمان) بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات مقدس نہ تھی"۔ (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 419)

مسیحؑ بالکل آسمان پر نہیں گئے قرآن مجید میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرا بیان آپ نے 28 مارچ 1951ء کو اچھرہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "حیات مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا"۔ (ماخوذ از آئینہ مودودیت مصنفہ مفتی محمد فیض اویسی رضوی بہاولپور) ختم نبوت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ تمام انبیاء کا فوت ہونا ہی ختم نبوت ہے۔

" پیغمبر روز روز پیدا نہیں ہوتے اور نہ ضروری ہے کہ ہر قوم کے لئے ہر وقت ایک پیغمبر موجود ہو.... پچھلے پیغمبر مر گئے کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی دنیا نے اس کو بدل ڈالا۔ جو کتابیں لائے ان میں سے ایک بھی آج اصلی صورت میں موجود نہیں ... یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس زمانے میں پیدا ہوئے ؟ کہاں پیدا ہوئے؟ کیا کام کئے ؟ کس طرح زندگی بسر کی ؟ کن باتوں کی تعلیم دی اور کن باتوں سے روکا ؟ یہی ان کی موت ہے ۔" (کتاب دینیات، مؤلف مولوی مودودی صاحب صفحہ 73،72 مطبع ڈے ٹائم پرنٹر لاہور، ناشر ادارہ ترجمان القرآن غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور طبع اول 1937)

قرآن مجید سے نہ مسیح کی حیات کا ذکر ملتا ہے نہ وفات کا۔ 11 سال بعد تیسرا بیان

1962ء میں یعنی 11 سال بعد آپ کی طرف سے تیسرا اعلان سامنے آیا:

"قرآن کی رو سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرز عمل رکھتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح سے بھی ...اس کی کفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جائے جس طرح خود خدا نے مجمل چھوڑ دیا ہے"۔ (مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ مصنفہ مولوی محمد یوسف حصہ اول صفحہ 169)

ان تین بیانات کے مطالعہ کے بعد آگے چلئے چندماہ بعد 1962ء میں ہی وطن عزیز میں الیکشن آنے والے ہیں۔ جماعت اسلامی بھرپور طریقے سے حصہ لے رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ووٹ لینے کے لئے اور خود کو سچی مذہبی جماعت اور جماعت احمدیہ کو دشمن اسلام ثابت کرنے کے لئے، اس سیاسی ماحول میں مولانا مودودی صاحب ایک رسالہ "ختم نبوت" تحریر کرتے ہیں اور اسے شہر شہر گاؤں گاؤں پھیلا دیتے ہیں۔

گویا تیسرے بیان کے ایک ماہ بعد چوتھا بیان منظر عام پر آتا ہے یاد رہے کہ اب کی بار روئے مبارک خالصتاً جماعت احمدیہ کی طرف ہے۔

2 ہزار سال پہلے والے مسیحؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں ضرور نازل ہونگے۔ چوتھا بیان "یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں اُن عیسیٰؑ کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں جو اب سے 2000 ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے"۔ (ختم نبوت صفحہ 13)

پھر مزید دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں: "اس مسیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اُس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے"۔

(ختم نبوت، طبع ڈے ٹائم پرنٹر لاہور، ناشر ادارہ ترجمان القرآن، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور صفحہ نمبر 73)

حیرانگیوں کا سفر جاری ہے ابھی ختم نہیں ہوا کیونکہ عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔ الیکشن کا ہوا ہو گزر کر نعرہ بازی کی گرد بیٹھ چکی ہے چنانچہ اس گرد کے بیٹھتے ہی آپ کو قرآن و حدیث میں حیات مسیح کا عقیدہ نظر آنا بند ہو گیا چنانچہ اس پس منظر کے ساتھ آپ کا اگلا اور پانچواں اعلان ملاحظہ ہو۔

قرآن مجید میں مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا کوئی ذکر نہیں۔ پانچواں بیان "میرے اعتقاد میں کوئی ابہام نہیں میں نے صرف یہ کہا ہے کہ زندہ آسمان کی طرف

اٹھائے جانے کی صراحت قرآن مجید میں نہیں"۔(ہفت روزہ ایشیا صفحہ 5 مورخہ 21اپریل1962ء)

حیات مسیح کی بحث فرسودہ عقیدہ ہے۔مولانا مودودی صاحب کے بعد جماعت احمدیہ کے شدید مخالف مولانا غلام جیلانی برق صاحب سے ملتے ہیں۔آپ بیسوں کتب کے مصنف ہیں۔"دو اسلام"اور اس کے بعد"دو قرآن"جیسی کتب نے بہت شہرت حاصل کی۔اس کے بعد جماعت احمدیہ کے خلاف ایک ضخیم کتاب "حرف محرمانہ" کے نام سے لکھی جس میں گویا تمام اعتراضات کو نچوڑ کے پیش کر دیا۔کتاب نے کافی شہرت حاصل کی۔جناب حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری جو جماعت احمدیہ کے جید عالم دین اور ناظر اصلاح و ارشاد تھے نے اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ کو مورخہ 22 ستمبر 1964ء کو خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا:

"اولین فرصت میں ان دو باتوں کا جواب دے کر ممنون فرمائیں

اول: کیا آپ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ دوم:کیا آپ نزول مسیح کی احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔"

جناب برق صاحب نے اس کے جواب میں جو چھٹی بھیجی وہی میری ساتویں مشکل بلکہ ساتویں پریشانی بن گئی ہے۔

مسیحؑ آجائیں تو بھی ٹھیک ہے نہ آئیں تو بھی، ہمارا کام تو چل ہی رہا ہے

"محترم السلام علیکم

1 - یاد آوری کا شکریہ احادیث پر مفصل رائے میری تصنیف"دو اسلام"میں ملاحظہ فرمائیں۔

2-حضرت مسیح بن مریم کی وفات وحیات کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔اگر مسیحؑ نے آنا ہے تو مسیح ہی آئے گا نہ کہ مثیل مسیح اگر نہیں آنا تو کام چل رہا ہے...حیات مسیح کی بحث بہت فرسودہ ہو چکی ہے اور اس کا کچھ حاصل نہیں۔

مخلص برق"

مولانا برق صاحب کا فرمان کہ"کام تو چل رہا ہے" یہ ان کی بے رخی کو ظاہر کرتا ہو یا ان کی بے بسی کو۔مگر ان کے راہ فرار حاصل کرنے کی کوشش کی ضرور نشاندہی کرتا ہے اور حیات مسیح کے لئے دلائل کی یہی بے کسی جماعت احمدیہ کی سچائی کا ببانگ دہل اعلان ہے۔

حیات مسیح،نزول مسیح سب جھوٹے قصے ہیں جسے دوسرے مذاہب کو دیکھ کر گھڑا گیا ہے----

جناب غلام احمد پرویز صاحب اس دور کا ایک اور ایسا نام جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔جماعت احمدیہ کی افقی بلندیوں نے آنجناب کی توجہ بھی اپنی طرف مبذول کروائی چنانچہ آپ نے بھی ایک ضخیم کتاب نامے نامی"ختم نبوت اور تحریک احمدیہ" لکھی۔یہ کتاب کیا ہے؟اک حرف آخر؟نہیں بلکہ آپ کے خیال میں ساٹھ ستر سال سے ہونے والی جنگ کا آخری باب۔اسی لئے آپ اپنی تعریف خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"چونکہ میں اس مسئلہ پر قرآنِ خالص کی روشنی میں گفتگو کرتا ہوں۔روایات میں نہیں الجھتا اس لئے فریق مخالف (جماعت احمدیہ) کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہیں ہوتا"(ختم نبوت صفحہ 15 طلوع اسلام اگست 1973ء صفحہ 48)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ اپنے ہی دعویٰ کی مزید پذیرائی کرتے ہوئے فرمایا:

"ساٹھ ستر برس سے میرزائیوں کے ساتھ مناظرے اور مباحثے ہو رہے ہیں لیکن یہ مسئلہ گرداب میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح اپنے مقام سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا۔اگر اس مسئلہ پر خالص قرآن کی روشنی میں بحث کی جاتی تو سارا قصہ چند منٹ میں طے ہو جاتا لیکن ہمارے ملاں قرآن خالص کو اس لئے نہیں سامنے لاتے کہ اس کی رو سے اگر مرزائیت ختم ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ملائیت بھی ختم ہو جاتی ہے"

وہ کون سے دلائل ہیں جن کا جماعت احمدیہ کے پاس کوئی جواب نہیں؟وہ کون سا حربہ جس نے ساٹھ ستر سال سے جاری اس جنگ کا اچانک پانسہ پلٹ کر رکھ دیا؟آپ نے اپنی اس شاہکار کتاب میں " آنے والے کا عقیدہ اور اس کی پیشگوئی "کے نام سے ایک ذیلی عنوان جمایا ہے اور اس کے تحت جو گل افشانی کی ہے وہ بھی دیکھنے اور سننے کے لائق ہے

حیات ونزول مسیح کی بحث ایمان تو کجا یہ عقیدہ ہی ہم نے پارسیوں اور یہودیوں کو دیکھ کر گھڑ لیا ہے...غلام احمد پرویز صاحب

آپ فرماتے ہیں:

"یہودیوں نے کہا کہ ایک مسیحا آئے گا جو ان کی تمام مصیبتوں کو حل کر دے گا۔عیسائیوں نے کہا کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر موجود ہیں وہ آخری زمانے میں آئیں گے...ہندو آخری زمانے میں کلکی اوتار کے منتظر ہیں۔بدھ مت کے پیرو میتا بدھ کے منتظر۔مجوسی بھی عیسائیوں کی طرح اپنے نبی متھرا کو زندہ آسمان پر تصور کرتے ہیں اور آخری زمانے میں اس کی آمد کے منتظر ہیں"۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ان مذاہب کی دیکھا دیکھی ہم نے بھی ایک عقیدہ گھڑ لیا چنانچہ ان کا بیان خود پڑھیئے۔

لیکن ہم نے دوسرے مذاہب کی طرح اپنے ہاں بھی آنے والے کا عقیدہ وضع کر لیا۔ ہر صدی کے آخر ایک مجدد آخری زمانہ میں امام مہدی اور ان کے ساتھ آسمان سے نازل ہونے والے حضرت عیسیٰؑ۔

جماعت احمدیہ کے خلاف یہ آخری دلیل کیسی ہے؟ جس کے لئے 1500 سو سالہ اسلامی لٹریچر کا یکسر انکار ضروری ہے

دوستو! اک نظر خدا کے لئے

دوستوں! یہاں کچھ دیر کے لئے رک کر اگر جماعت احمدیہ کے مخالف کیمپ کے موقف کو دوبارہ پڑھ لیا جائے تو اس کیمپ سے بھاگنے والوں کی جھنجھلاہٹ کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

"حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ... نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی طرح متواتر اور قطعی ہے اس لئے اس کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے"۔(تعلیم القرآن نومبر 1966ء صفحہ 21)

ساتھ ہی ساتھ اس فتویٰ کو بھی پڑھ لیں تا کہ انتظامات کرنے میں آسانی ہو سکے کہ ہم نے اپنے ہی کیمپ کے کتنے ممتاز علماء اور کتنے کروڑوں مسلمانوں کو قتل کرنا ہے۔" ایسے شخص سے قرآن و سنت کے دلائل واضح کرنے کے بعد توبہ کا مطالبہ کرنا ضروری ہے اگر توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے"

جماعۃ المسلمین کا طنزیہ چیلنج۔۔۔

مولوی مسعود احمد جو فرقہ جماعۃ المسلمین کے سربراہ ہیں۔ کسی زمانے میں غیر مقلدین کے فرقے غرباء اہل حدیث کے ممبر ہوا کرتے تھے اسی زمانے میں دو کتابیں تلاش حق اور التحقیق فی جواب التقلید لکھیں۔ شہرت ملنے پر 1395ھ میں اپنا علیحدہ فرقہ بنایا اور اس کا نام جماعۃ المسلمین رکھا۔ آپ نے تمام فرقوں کو جو مقلدین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں غیر اسلامی قرار دے دیا۔ چنانچہ آپ نے دوسرے علماء کو 100 سوالوں کا ایک چیلنج دیا اور اس میں حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے یہ دو مشکل مطالبے بھی شامل کر دیئے۔

مطالبہ نمبر ۳ "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لانے کے بعد نزول من اللہ دین اسلام کی پیروی کریں گے یا مذاہب خمسہ میں سے کسی ایک کی۔"

مطالبہ نمبر ۴ "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لا کر مسلم کہلائیں گے یا اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، دیوبندی، بریلوی، سنی، شیعہ وغیرہ"(فرقہ جماعۃ المسلمین کا تحقیقی جائزہ غیر مقلدیت کا نیا روپ صفحہ62 مؤلف مولوی الیاس گھمن ،ناشر مکتبہ اھل السنۃ والجماعۃ 87جنوبی لاھور روڈ سرگودھا)



انصاف کے خونی

عامر حسنی.

انصاف کے خونی کا یہ قصہ ہی جدا ہے
فرعون کی اِک نسل کو موقع جو ملا ہے
اک عقل سے پیدل لئے انصاف کی سیڑھی
دیکھو سگِ دنیا کی طرح بھونک رہاہے
اس جیسے بہت آئے بہت بیت گئے
فرعونوں کا ہامانوں کا انجام جداہے
خالق کے پیاروں کو کبھی جس نے ستایا
اللہ کی عدالت سے بری وہ نہ ہوا ہے
اے قہرِ الٰہی کے لئے دعوتِ نمرود
تو بچ نہیں پائے گا ہوئی ایسی خطا ہے
انجام بھیانک ہے جو اللہ سے لڑے تو
اے قوم سمجھ اب بھی سمجھ تیرا بھلاہے
اس دنیا کے کیڑوں کے لئے ایک گواہی
مرزا کے غلاموں کی نسل، مثلِ وفا ہے
بکھریں گے تکبر سے بھرے صورتِ خاشاک
احمد کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خد ایک خدا ہے
ظالم کے مقابل پہ یہ عامرؔ تنِ تنہا
مظلوم کے کندھے سے ملا کندھا کھڑا ہے

منکرین حیات مسیح فی السماء منکرین ختم نبوت کیسے قرار دے دیئے گئے؟

اصغر علی بھٹی نائیجر مغربی افریقہ

میں تمہیں ایسی دلدل میں پھنساؤں گا کہ یاد کرو گے

مولوی عبد اللہ مرحوم لال مسجد اسلام آباد کے امام اور مولوی عبد العزیز المعروف مولانا برقعہ پوش کے والد ماجد تھے۔ بلاشبہ دیوبندی حضرات میں ان کا بڑا نمایاں مقام تھا۔ جبکہ دوسری طرف مولوی محمد موسیٰ بھٹو سکہ بند دیوبندی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عدد ماہنامہ "بیداری" کے اڈیٹر بھی تھے۔ دونوں میں ایک بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مولانا عبد اللہ کو اس مسئلہ میں ہار محسوس ہوئی تو آپ نے ایک حیرت انگیز دھمکی لگادی۔ آیئے دیکھتے ہیں وہ لڑائی کیا تھی اور اسپر دھمکی کیا تھی؟ مولانا محمد موسیٰ بھٹو اس دلچسپ لڑائی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مولانا محمد عبد اللہ صاحب خطیب لال مسجد مرحوم ہمیشہ یزید کی حمایت کرتے اور اہل بیت کی تنقیص کیا کرتے تھے۔ وہ کراچی اور لاہور سے ناصبیوں اور یزیدیوں کی کتب منگوا کر تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہ آں مرحوم پر الزام نہیں بلکہ مولانا مرحوم کا یزیدی ہونا خود انہیں کے خطوط اور تحریرات سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے ماہنامہ حق چار یار میں حتمی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ اسی طرح محمد عظیم الدین صدیقی نے ایک کتاب بنام... "سیدنا یزید رحمۃ اللہ علیہ" ... شائع کی اور مولانا کو بھیجی۔ کتاب ملنے پر آپ نے انکو درج ذیل خط لکھا جو تقریظ کی صورت میں اس کتاب میں شامل ہے۔

محترم السید الاستاد المکرم محمد عظیم الدین صدیقی صاحب سلام مسنون

خط ملا۔ آج ہی شیخ القرآن (مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی) سے بات کی کتاب حیات سیدنا یزید ان کو ابھی تک نہیں ملی۔ تبصرہ اور رائے کی درخواست بھی کی۔ انہوں نے قبول فرمالیا۔ ویسے بھی وہ حضرت امیر یزیدؒ کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمارا ہے۔ لیکن وہ بھی میری ہی طرح برملا اظہار بوجوہ نہیں کرتے... نہ معلوم ہماری کب چلے گی؟ کوئی آنے والا نہیں ورنہ دستی کتب منگواتا۔ والسلام محمد عبد اللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد"

یہ تھا وہ اختلاف اور جھگڑا... ان دو بلند قامت دیوبندی علماء کے درمیان۔ اب مولوی عبد اللہ صاحب امام لال مسجد نے اپنے آپ کو دبتے دیکھا تو انہوں نے ایک انوکھا داؤ لگایا اور پینترا بدل کر اس ساری بازی کو پلٹ کر رکھ دیا۔ مولانا محمد موسیٰ خود اس کشتی کا حال سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قصہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد عبد اللہ کو ان کے موقف (یعنی یزید) کے ناحق ہونے کے دلائل پیش کئے تو وہ ناراض ہو گئے اور آں مرحوم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی دلدل میں پھنساؤں گا کہ قیامت تک یاد کرو گے۔ اور پھر واقعی مولانا عبد اللہ نے مولانا بھٹو کو اس دلدل میں پھنسا دیا۔ کس طرح پھنسایا؟ ان پر احمدی ہونے کا الزام لگا دیا۔" بس اس کے بعد جہاں میرا ذکر ہوتا تو فرماتے میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ شخص قادیانی ہے البتہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ قادیانی ہے۔" اور "کبھی کبھی یہ کہتے کہ بھئی لوگ کہتے ہیں ان کے قادیانیوں سے تعلقات ہیں" اور پھر کیا تھا مولوی محمد موسیٰ صاحب بیچارے کو اپنی ہی پڑ گئی۔ ہر محفل میں وضاحتیں کرتے نظر آتے کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ میں الحمدللہ یہ ہوں۔ میں الحمدللہ وہ ہوں۔ یوں پھر یزید کے خلاف بات کیا کرنا تھی اپنے ہی مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے تڑپتے نظر آنے لگے۔" (ماہنامہ بیداری ص 52 شمارہ مئی 2010 مضمون نگار محمد موسیٰ بھٹو لاہور)

منکرین حیات مسیح فی السماء منکرین ختم نبوت کیسے ہو گئے؟؟

یہی وہ کہانی ہے جو ذرا سے کردار بدل کر مجھے وفات مسیحؑ کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال میں نظر آتی ہے۔ مسئلہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو وہ بعینہ تشریف لائیں گے اور فوت ہو گئے ہیں تو کوئی معنوی طور پر آئے گا۔ مگر کردار پلٹ دیئے گئے منکرین حیات مسیح فی السماء کو منکرین ختم نبوت کا نام دے دیا گیا۔ حامیان فیضان نبوت کو گستاخ رسول اور منکرین لانبی بعدی بنا دیا گیا۔ اگر آمد امام مہدیؑ ہو گی (ویسے تو تیسری ترمیم کی موجودگی میں ہمیں ضرورت نہیں) تو ایک جدید لیڈر کی صورت میں ہو گی جسے خود بھی نہ پتہ ہو گا کہ وہ امام مہدی ہے اور یوں کہانی کا عنوان محافظین ختم نبوت اور منکرین ختم نبوت قرار پا گیا۔ اس طرح وفات وحیات مسیحؑ سے شروع ہونے والی کہانی تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر آئی اور پھر قومی اسمبلی کی طرف موڑ دی گئی۔ اس ہاری ہوئی کہانی کا حال ایک دیوبندی مولانا کی زبانی سنئے

ہمارے شدید مقابلے کے باوجود قادیانیت مستحکم اور وسیع ہو گئی

جماعت احمدیہ کے شدید مخالف عالم مولانا عبد الرحیم صاحب اشرف مدیر المنیر لائل پور کی زبانی ان لمحوں کی کہانی سنیے۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام ترصلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع تر ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین دہلوی، مولانا انور شاہ دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امر تسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفر لہم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر ورسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم اشخاص ایسے ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں...اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے...لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (**نور اللہ مراقدھم ومضا جعھم**) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس، امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنس دان ربوہ آتے ہیں...اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم ترہنگامے کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 1956-57ء کا بجٹ 25لاکھ روپیہ کا ہو۔ 1953 کے وسیع ترین فسادات کے بعد جن لوگوں کو یہ وہم لاحق ہو گیا ہے کہ قادیانیت ختم ہو گئی یا اس کی ترقی رک گئی انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ بلدیاتی اداروں میں بلکہ (بعض اطلاعات کی بناء پر) مغربی پاکستان اسمبلی میں قادیانی ممبر منتخب کئے گئے ہیں"۔ (المنیر 23 فروری 1956ء صفحہ 10) پہاڑوں جیسے علماء ہونے کے باوجود ہم ہار گئے

آخری حل ہاں اب ہم مذہبی دلائل کی بجائے سیاسی مار ماریں گے

90 سال بعد جماعت احمدیہ کی حیرت انگیز ترقیات، وسیع ترین تبلیغی نظام، خدا کی راہ میں بے تحاشا خرچ کرنے والے نفوس، مضبوط ترین دلائل اور بے لوث کارکنان کے آگے بند باندھنا بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ تب اس وقت کے علماء دہرنے وطن عزیز کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مجبور کر دیا کہ احمدی جماعت کو دائرہ اسلام سے ہی خارج قرار دے دیا جائے گویا "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کے نعرے کے ساتھ ہی جو پہلی ہڈی گلے میں اٹکتی محسوس ہوئی کہ آخر کس بات کو بنیاد بنایا جائے؟ قرآن وسنت وحدیث، ایمان مجمل اور ایمان مفصّل سمیت جماعت احمدیہ اسلام کی ہر ہر جزئیات پر پورے صدق دل سے ایمان رکھتی ہے اور عمل پیرا ہے اور ختم نبوت کے معانی و تشریح میں بھی امت مسلمہ کے مسلمہ بزرگان کے مسلک پر ہے تو پھر آخر کیا کیا جائے؟ شاید زندگی میں ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے۔ تو آخر کیا کیا جائے؟۔ "آخر کیا کیا جائے" اور وقت کی کمی نے ایک نیا فلسفہ ضرورت پیدا کیا ٹھیک اسی لمحے علم کلام نے ایک نیا موڑ لیا۔ روشیں بدل دی گئیں اور نیا اسلحہ زیب تن کر کے جنگ کو بالکل نئے محاذ کی طرف موڑ دیا گیا۔ تاریخ کے ایسے ہی نازک لمحوں کی کہانی اس تنظیم کے اپنے آرگن کی زبانی سنیے: "جب حجۃ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امر تسری وغیرہ ہم رحمہم اللہ کے علمی اسلحہ فرنگی کی اس کاشتہ و داشتہ نبوت کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے تو مجلس احرار اسلام کے مفکر اکابر نے جنگ کا رخ بدل دیا۔ نئے ہتھیار لئے اور علمی بحث و نظر کے میدان سے ہٹ کر سیاست کی راہ سے فرنگی سیاست کے شاہکار پر حملہ آور ہو گئے۔" (اخبار آزاد 30 اپریل 1951ء صفحہ 17)

علمی بحث و نظر کے میدان میں بازی ہار کر جماعت احمدیہ پر سیاست کی راہ سے حملہ کر دیا گیا۔ اور سیاسی حملہ کے سیاسی پروگرام میں مسلمان کی بھی ایک نئی اور سیاسی تعریف تیار کی گئی یوں قانون پاکستان میں دفعہ نمبر 260 میں ایک نئی شق نمبر 2 کے نام سے اضافہ کر دیا گیا جسے عرف عام میں آئین کی تیسری ترمیم کا نام دیا گیا ہے۔ نظریہ ضرورت کے تحت مذکورہ ترمیم کے ذریعہ مسلمان کی مندرجہ ذیل سیاسی تعریف منصہ شہود پر لائی گئی۔

"کوئی شخص جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔ جو خدا کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کو تسلیم کرے یا مذہبی مصلح مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لئے مسلمان نہیں ہے"۔ کیا معلوم ہوا یہی ناں کہ آنحضور ﷺ کے بعد ☆کسی بھی معنوں میں ☆کسی بھی مفہوم میں ☆کسی بھی پیرائے میں ☆کسی بھی تعریف کے مطابق کوئی بھی نبی نہیں ہے۔ ☆نہ امتی نبی ☆نہ تابع نبی ☆نہ ریٹائرڈ نبی ☆نہ معزول نبی ☆یہی

نہیں بلکہ کوئی مذہبی مصلح ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا اور جو "ایسی گستاخی کرے" وہ قانون کی اغراض کے لئے غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گا ۔شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ "وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا ذریعہ بناتا ہے وہ میرے نزدیک لعنتی ہے" چنانچہ ہاری ہوئی علماء کی اس ٹیم نے جماعت احمدیہ کی دشمنی میں سیاسی پروپیگنڈہ کرتے ہوئے ہر لعنت کو گلے کا ہار بنالیا مگر جماعت احمدیہ کی ترقی نہ روک سکے۔



قرآنِ شریف کی وہ تیس آیات جن سے مسیح ابنِ مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے

نمبر شمار	سورۃ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر	سپارہ نمبر	تفسیر صغیر کا صفحہ نمبر
1	2	البقرۃ	37	1	14
2	2	البقرہ	135	1	37
3	3	آل عمران	56	3	108
4	3	آل عمران	145	4	123
5	4	النساء	79	5	153
6	4	النساء	159	6	171
7	4	النساء	160	6	171
8	5	المائدہ	76	6	196
9	5	المائدہ	118	7	207
10	10	یونس	25	11	333
11	16	النحل	21-22	14	432
12	16	النحل	44	14	436
13	17	بنی اسرائیل	94	15	469
14	19	مریم	32	16	499
15	19	مریم	34	16	499
16	21	الانبیاء	9	17	528
17	21	الانبیاء	35	17	531
18	21	الانبیاء	102 - 103	17	541
19	22	الحج	6	17	543
20	23	المؤمنون	16	18	558
21	25	الفرقان	21	19	587
22	30	الروم	41	21	669
23	30	الروم	55	21	671
24	33	الاحزاب	41	22	695
25	36	یٰسین	69	23	733
26	39	الزمر	22	23	765
27	54	القمر	55-56	27	888
28	55	الرحمٰن	27-28	27	891
29	59	الحشر	8	28	918
30	89	الفجر	28-31	30	1036

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین غیروں کی نظر میں

اے آر خان

ٹالسٹائی روس کا مشہور مورخ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں یوں رَطب اللسان ہے۔ حضرت محمد ﷺ خلیق، متواضع، روشن خیال اور صاحب بصیرت تھے۔ آپ لوگوں سے عمدہ برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت اصلاح اور دینی مباحثات کی طرف شروع ہی سے مائل تھی۔

۲۔ موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے۔ اسلام درحقیقت ایک اجتماعی مذہب ہے یہ ایک مقبول مذہب ہے اس میں تمام وہ چیزیں موجود ہیں جن سے ہمارے اس زمانہ کا تمدن بنا ہے۔

۳۔ امریکہ کے مشہور پروفیسر ہوورڈ نے ڈیل نیویارک ٹائمز میں لکھا ہے۔ ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں مگر واقعات کو سامنے رکھ کر یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو تاریکی کے زمانہ میں عیسائیوں کے لئے شمع بنی رہی۔ اور جس نے ہمارے دماغوں کو اپنے علوم و فنون سے سیراب کر دیا ہے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن ہے جو روزِ اوّل سے اس طرح محفوظ ہے۔

۴۔ پروفیسر ایڈورڈ مونٹے کا یورپ کی مسلمہ شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی تحقیق اور صاف گوئی ضرب المثل ہے۔ آپ نے اسلام کا بخوبی مطالعہ کیا ہے۔ آپ اپنی کتاب "تبلیغ عیسائیت" اور مخالف اسلام میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر لکھتے ہیں کہ " یہ سچ ہے کہ حضرت محمد ﷺ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے مجموعہ تھے۔ آپ کا دل اسلام کی روشنی سے منور تھا۔ اور آپ نے اس نور کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر دیا تھا۔

۵۔ مسٹر اسٹینل جو ایک بہت بڑا عالم اور مصنف ہے۔ Speeches of Mohammad میں لکھتا ہے۔ "حضرت محمد ﷺ کی شخصیت رحم و شجاعت کا حیرت انگیز مجموعہ ہے۔ آپ کئی سال عربوں کی مخالفت کا تن تنہا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ اتنے خوش خلق تھے کہ ہر ادنی و اعلیٰ سے محبت سے پیش آتے۔ غیروں کے ساتھ شفقت کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عظیم الشان فیاضی، بہادری و استقلال اور بے غرضانہ محبت بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ اور آپ پر عیش پسندی، ظلم وغیرہ کے جو اتہامات لگائے جاتے ہیں ہم تحقیق کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ سب بے بنیاد ہیں"۔

۶۔ انگلینڈ کے مشہور رائٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب Hero and hero worship میں لکھتے ہیں۔ یعنی میں آپ کو سچا تو یقین کرتا ہوں لیکن آپ سب انبیاء سے سچے ہیں۔ کارلائل نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر ایک مقالہ لکھا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں "محمد نہ غلطی خوردہ ہے نہ مفتری بلکہ وہ اپنے دعویٰ میں راستباز اور صادق تھے"۔

۸۔ غیر متعصب مفکرین یورپ میں سے باسورتھ سمتھ ایم اے لکھتے ہیں۔ قرآن مجید جو ایک غیر تعلیم یافتہ امی کی کتاب ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں منظوم بھی ہے۔ دعاؤں کی بھی کتاب ہے۔ اور بائیبل بھی ہے۔ اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کے نصف حصہ لوگوں کی آبادی کی نظر میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور معجزہ خیال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے Standing Miracle قرار دیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ وہ واقعی ایک معجزہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ علم تاریخ میں یہ ایک بے مثال قسم کی بات ہے کہ حضرت محمد ﷺ بیک وقت ایک قوم اور ملت کے اور ایک ایمپائر کے اور ایک مذہب کے کامیاب بانی قرار پائے۔

۹۔ جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں۔ کہ حضرت محمد ﷺ کو انسانوں کا نجات دہندہ کہنا چاہیئے۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس جیسے شخص کو اس زمانہ میں متمدن دنیا کی ڈکٹیٹر شپ سونپی جائے تو وہ اسکی بہت سی مشکلات کے حل میں ایسے طریق پر کامیاب ہو جائے گا۔ جس سے مطلوبہ امن اور سلامتی حاصل ہو جائے۔

۱۰۔ ایک یورپین مشہور محقق PierrsCrailitles لکھتے ہیں تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ جب سے حضرت محمد ﷺ نے مسلمان ماؤں، اور بیویوں اور لڑکیوں کو وہ درجہ اور وہ حرمت اور عزت مرتبہ دیا ہے جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورتوں کو عام طور پر نہیں دیا گیا۔

۱۱۔ W. Montgomsry Watt نے دو کتابیں سیرت حضرت محمد ﷺ پر شائع کی ہیں۔ نمبر ا محمد ایٹ مکہ۔ نمبر ۲۔ محمد ایٹ مدینہ۔ ان ہر دو کتابوں میں اس نے آپ حضرت محمد ﷺ پر سب نام نہاد لگائے گئے الزامات کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے جواب دیا ہے۔ ۱۲۔ A.J.Arberry پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم اور حضرت حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کی تعریف کی ہے۔

۱۳۔ KenethCragg مسلم ورلڈ امریکہ کا ایڈیٹر تھا۔ اس نے "کال آف دی منرٹ" نامی کتاب لکھی ہے۔ اس نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق شہادت دی ہے اور قرآن کریم کے، تعلق بھی عمدہ بیان دیا ہے۔

۱۴۔ اطالوی خاتون نوگ لی ایری جو نیپلز یونیورسٹی میں عربی کی پروفیسر تھی۔ اس نے کتاب اپالوجی آف اسلام لکھی ہے۔ جس کا انگلش ترجمہ انٹروڈکشن آف اسلام ہے۔ یہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے عشق میں ڈوبی ہوئی کتاب ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت اس رنگ میں پیش کی گئی ہے کہ اس شخص کی زندگی قرآن کا نمونہ ہے۔

(ملخص از تقریر چوہدری ظفر اللہ خاں)

۱۵۔ لالہ کنور سنگھ چیف جسٹس کشمیر نے ۲۴ جون ۱۹۳۴ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔" حضرت محمد ﷺ سچے نبی تھے آپ کی سیرت کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ توحید اور مساوات آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

۱۶۔ پروفیسر شانتارام۔ ایم اے اندرا کالج بمبئی نے لکھا ہے" محمد صاحب ایسے مہاپرش تھے کہ ان کے مقابلہ کا او تار روئے زمین کی تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ حضرت محمد ﷺ بہت بڑے ریفارمر ہیں۔ آپ نے ہی اخلاق، محبت و مساوات کی روشنی پھیلائی۔ اور غریبوں کی مظلومیت کا خاتمہ کر دیا"۔ اہم ہستیوں میں حضرت محمد ﷺ کا نام سب سے بلند ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے اہم اور بڑے لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کو ہمیشہ تعریفی کلمات سے یاد کیا ہے۔ ہندوستان میں مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، سروجنی نائیڈو، مسٹر مارکس ڈاڈ، سر ٹیگور، پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت بمبئی۔ لالہ رام چند ایسے سینکڑوں لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی عمدہ سیرت لکھی ہے۔ ۱۷۔ مشہور مستشرق ڈی کچی لکھتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں گونا گوں اوصاف حسنہ کے جامع نظر آتے ہیں۔ ان میں ہم وہ فہم و ذکا پاتے ہیں۔ جو قریش کی امتیازی خصوصیت تھے۔ سلیقہ، میانہ روی اور ضبط نفس کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اور وہ یہ اوصاف ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

(برگزیدہ رسول غیروں کی نظر میں صفحہ ۳۲/ الفضل یکم فروری ۲۰۱۱ء)۔

۱۸۔ بائبل قرآن اور سائنس" کے نام سے موسوم کتاب اصل میں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی تھی۔ جس کا مصنف موریس بوکائیے جو کہ ایک سرجن ہے لکھتا ہے۔" اب اگر ہم مسلمان مفسرین کی توضیحات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ قرآن کو بالکل ہی مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں۔ تقریباً چودہ صدی کا عرصہ ہوا۔ ماحولِ مکہ میں جب حضرت محمد ﷺ عالم استغراق میں تھے۔ تو آپ کو جبرائیل (علیہ السلام) کے ذریعہ اللہ کا پہلا پیغام ملا۔ پھر پہلے پیغام کے بعد فترت وحی کا طویل عرصہ گزرنے پر مسلسل نزول وحی ہوتا رہا۔ جس کا پھیلاؤ بیس سال کی مدت پر ہے، یہ وحی نہ صرف حضرت محمد ﷺ کی حیات میں ضبط تحریر میں لے آئی گئی تھی۔ بلکہ السابقون الاولون کے وہ صحابہ جن کو آپ کی محبت نصیب ہوئی۔ زبانی اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ کی رحلت (632ء) کے بعد مختلف اجزاء کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ جس کے بعد وہ کتاب قرآن کے نام سے موسوم کی گئی۔ یہ خدا کا کلام ہے اور انسان کی جانب سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ وہ خطی نسخے جو اسلام کی پہلی صدی کے وقت سے ہماری دسترس میں ہیں۔ آج کے متن کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔ ایک خوبی جو پوری طرح قرآن کریم کیساتھ مخصوص ہے۔ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی بحث کی جاتی ہے تو اس میں متعدد مقامات پر تمام انواع کے قدرتی حوادث سے متعلق اظہار خیال دکھائی دیتا ہے۔ یعنی فلکیات سے لے کر انسانی توالد و تناسل کرہء ارض، عالم حیوانی و نباتاتی تک سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ (بائبل قرآن اور سائنس از موریس بوکائیے صفحہ 7-8/ الفضل مورخہ ۱۵/ اپریل 2011ء)۔

۱۹۔ حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے ماتحت انصار اور مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادت تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے ہم کو گندم کی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوریں کھا کر پڑے رہتے تھے۔ اس لئے (میور صاحب لکھتے ہیں) ہم کو یہ معلوم کر کے تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا........ جو قیدی اسلام نہیں لائے ان پر بھی اس نیک سلوک کا اثر ہوا"۔

(Life of Mohamat by sir william muir1978 page242 London. (الفضل ربوہ ۲۱/ اپریل ۲۰۱۱ء)

۲۰: مشہور مستشرق سٹینلے پول فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ جس دن محمد ﷺ کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپ ﷺ کی اپنے نفس

پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔ قریش نے سالہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر و تذلیل کی مصیبت آپ ﷺ کی پر ڈالی تھی۔ آپ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا

("Speaches and table talk of the prophet Mohammad by stainley lane-pool Interoduction 1882 London الفضل ربوہ ۲۱ اپریل ۲۰۱۱ء)۔

۲۱۔ جارج سیل لکھتا ہے " محمد ﷺ کی کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے۔ شکل میں نہایت خوبصورت، فہیم، اور دُور رَس عقل والے، پسندیدہ و خوش اطوار، غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحب استقلال و شجاعت، سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا نہایت ادب و احترام کرنے والے تھے۔ جھوٹی قسم کھانے والوں، زانیوں، سفاکوں، جھوٹی تہمت لگانے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔ بُردباری، صدقہ و خیرات، رحم و کرم،، شکر گزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد و تعریف میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے "

(The Quran by George Sale,Gent, fifth edition.Philadelphia J.B Lippincott and co 1860 page 4 .7 از ماہنامہ انصاراللہ اگست ستمبر ۲۰۱۴ ناموس رسالت نمبر)

۲۲۔ سٹینلے لین پول لکھتا ہے۔" محمد ﷺ کی جب اپنے آبائی شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ تو ان سب کو معاف کر دیا یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

[" The speeches and Tablets of the prophet,Mohammad by StainleyLane Poole,Macmillan and co 1882.]

۲۳۔ پروفیسر ایچ جی ویلز۔ The outline of history کے مصنف ہیں۔ کہتے ہیں کہ " پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔.... حضرت محمد ﷺ کی ہر گز جھوٹے نبی نہ تھے۔..... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں....... پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفاکی کا خاتمہ کیا گیا "The outline of history by H.G.Wells,part2 ڈی لیسی اولیرے۔ پھر De Lacy O L eary اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز میں لکھتا ہے کہ :۔ تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا اس دنیا پر فتح پالینا اور تلوار کی نوک پر مقبوضہ اقوام میں اسلام نافذ کر دینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے "۔ یعنی جو مورّخین لکھتے ہیں کہ اسلام نے تلوار کی نوک پر فتح پائی یہ فضول ترین قصے ہیں۔

" Islam at the Cross Roads by De Lacy O Leary, London 1923 page8

۲۴۔ مہاتما گاندھی:۔ لکھتے ہیں کہ:۔ میں اس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ کہنا چاہتا تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی۔ اس کی زندگی کے بارہ میں مطالعہ کر کے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا ہے۔ کہ اسلام نے اس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی بلکہ اس پیغمبر کی سادگی، اپنے کام میں مگن رہنے کی عادت، انتہائی باریکیوں کے ساتھ اپنے عہدوں کو پورا کرنا اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھنا، بے باک و بے خوف ہونا، اور خدا کی ذات اور اپنے مشن پر کامل یقین ہونا، اُس کی یہی باتیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا، جو سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب میں نے اس پیغمبر کی سیرت کے متعلق دوسری جلد بھی پڑھ لی تو اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مجھ پر اُداسی چھا گئی

"Mahatma Ghandhi Statement Published in, Young - India,1924. Sir John Begot Glub لکھتے ہیں :۔ اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے روحانی تجربات اپنے اندر پرانے اور نئے عہد ناموں کے قصوں اور عیسائی بزرگوں کے روحانی تجربات سے حیران کُن حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے ماننے والے افراد کے ان گنت رؤیا اور کشوف سے بھی مشابہت رکھتے ہوں۔ مزید یہ کہ اکثر اوقات ایسے تجربات تقدس و فضیلت والی زندگی کے آغاز کی علامت ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات کو نفسانی دھوکہ قرار دینا کوئی موزوں وضاحت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ واقعات تو بہت سے لوگوں میں مشترک رہے ہیں۔ ایسے لوگ جن کے درمیان ہزاروں سالوں کا فرق اور ہزاروں میلوں کے فاصلے تھے

۔ جنہوں نے ایک دوسرے کے متعلق سنا تک نہ ہو گا لیکن اس کے باوجود ان کے واقعات میں ایک غیر معمولی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ رائے معقول نہیں کہ ان تمام افراد نے حیران کُن حد تک مشابہ رؤیا و کشوف اپنے طور پر ہی بنا لئے ہوں۔ باوجو دیکہ یہ افراد ایک دوسرے کے وجود ہی سے نابلد تھے۔ The life of Mohammad میں جان ولیم ڈریپر John William Draper لکھتے ہیں۔ Justiman کی وفات کے چار سال بعد ۵۶۹ عیسوی میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیات میں سب سے زیادہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا۔ اور وہ شخص حضرت محمد ﷺ ہے۔ جسے بعض یورپین لوگ جھوٹا کہتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کے اندر ایسی خوبیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے کئی قوموں کی قسمتوں کے فیصلے ہوئے۔ وہ ایک تبلیغ کرنے والے سپاہی تھے۔ وہ جب تقریر کے میدان میں اُترتے تو فصیح ہوتے اور جب میدان جنگ میں آتے تو بہادر ہوتے۔ ان کا مذہب یہی تھا کہ ایک خدا ہے۔ اس سچائی کو بیان کرنے کے لئے انہوں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے ماننے والوں کو صفائی، نماز، روزہ جیسے اُمور کی تعلیم دیتے ہوئے ان کی معاشرتی حالتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا۔ اس شخص نے صدقہ خیرات کو باقی تمام کاموں پر فوقیت دی۔

" History of the intellectual Depelopement of europebyJohn William Draper MD,LL.D Newyork Harper and brothers 1863 page 244

ولیم منٹگمری۔ لکھتے ہیں کہ: حضرت محمد ﷺ کی اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں اتنا ہی آپ کی کامیابیوں کی وُسعت کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اُس وقت کے حالات نے آپ کو ایک ایسا موقع فراہم کیا جو کم لوگوں کو ملتا ہے گویا آپ اُس زمانے کے لئے موزوں ترین انسان تھے۔ اگر آپ کے پاس دور اندیشی، حکومت کرنے کی انتظامی صلاحیتیں، توکل علی اللہ، اور اس بات پر یقین کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے نہ ہوتا تو انسانی تاریخ میں ایک اہم باب رقم ہوتے سے رہ جاتا۔

William Montgumry Watt, Mohammad of Madina,Oxford at the Clerendon Press 1956,pp335.

باسورتھ سمتھ مشہور عیسائی مورّخ لکھتا ہے:۔ مذہب اور حکومت کے راہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد ﷺ کے وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے۔ مگر اس کی طرح ظاہر داریوں سے پاک۔ آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ و حشمت سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے باقاعدہ فوج کے بغیر، محل شاہی کے بغیر، اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن اور انتظام قائم رکھا تو وہ صرف حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ کو اس سازوسامان کے بغیر ہی سب طاقتیں حاصل تھیں"۔ پھر صفحہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں:۔ یہ کہنا کہ عرب کو انقلاب کی ضرورت تھی ۔ بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہئے کہ پیغمبر کے ظہور کا وقت آگیا تھا۔ اگر ایسا ہی تھا تو حضرت محمد ﷺ ہی وہ پیغمبر کیوں نہ ہوں؟ اس زمانے میں موجودہ زمانے کے مصنف سپر نگر نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی آمد سے سالہا سال قبل ایک پیغمبر کے ظہور کی توقع بھی تھی اور پیشگوئی بھی تھی"۔ پھر آگے بیان کرتے ہیں" مجموعی طور پر مجھے حیرانی نہیں کہ حضرت محمد ﷺ مختلف حالات میں کتنے بدل گئے تھے۔ بلکہ تعجب تو یہ ہے آپ کی شخصیت میں کتنی تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ صحرائی گلہ بانی کے ایّام میں، شامی تاجر کے طور پر، غارِ حرا کی خلوت گزینی کے ایّام میں، اقلیتی جماعت کے مصلح کے طور پر (مکہ میں) مدینہ میں جلاوطنی کے ایام میں، ایک مسلمہ فاتح کے طور پر، یونانی بادشاہوں اور ایرانی ہرقلوں کے ہم مرتبہ ہونے کی حالت میں، ہم آپ کی حیثیت میں ایک غیر متزلزل استقلال کا مشاہدہ کرسکتے ہیں..... مجھے نہیں لگتا کہ اگر کسی اور آدمی کے خارجی حالات اس قدر زیادہ بدل جاتے تو کبھی اُس کی ذات میں اس قدر کم تبدیلی رُونما ہوتی۔ حضرت محمد ﷺ کے خارجی حالات تو تبدیل ہوتے رہے ۔ مگر ان تمام حالتوں میں مجھے اُن کی ذات کا جوہر ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے "۔ صفحہ ۱۳۳۔ واشنگٹن ارونگ اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے کہ:۔ آپؐ کی فتوحات نے نہ تو حضرت محمد ﷺ کے اندر نہ تو تکبر پیدا کیا، نہ کوئی غرور، اور نہ کسی قسم کی مصنوعی شان و شوکت پیدا کی۔ اگر ان فتوحات میں ذاتی اغراض ہوتیں تو ضرور ایسا کرتے۔ اپنی طاقت کے جوبن پر بھی اپنی عادات اور حلیہ میں وہی سادگی بر قرار رکھی، جو آپ کے اندر مشکل ترین حالات میں تھی۔ یہاں تک کہ اپنی شاہانہ زندگی میں بھی اگر کوئی آپ کے کمرہ میں داخل ہوتے وقت غیر ضروری تعظیم کا اظہار کرتا تو آپ اُسے ناپسند فرماتے۔

Life of Mohomet by William Irving Leipzig Bernhard Touchritz 1850 pp272,273]۔

سر ولیم میور لکھتا ہے:۔ حضرت محمد ﷺ اپنا ہر ایک کام کرتے اور جس کام کو بھی ہاتھ میں لیتے جب تک اسے ختم نہ کر لیتے اُسے نہ چھوڑتے۔ معاشرتی میل

جول میں بھی آپ کا یہی طریق رہتا۔ جب آپ کسی کے ساتھ بات کرنے کے لئے اپنا رُخ موڑتے تو آپ آدھا نہ مڑتے بلکہ پورا چہرہ، پورا جسم اُس شخص کی طرف پھیر لیتے۔ کسی سے مصافحہ کرتے وقت آپ اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔ اسی طرح کسی اجنبی سے گفتگو کرتے ہوئے درمیان میں نہ چھوڑتے اور اگلے شخص کی بات پوری سنتے۔ آپ کی زندگی پر آپ کی خاندانی سادگی غالب تھی۔ آپ کو ہر کام خود کرنے کی عادت تھی۔ جب بھی آپ صدقہ دیتے تو سوالی کو اپنے ہاتھ سے دیتے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔۔۔۔" پھر لکھتا ہے:۔ آپ تک ہر کس و ناکس کی پہنچ ہوتی جیسے دریا کی پہنچ کناروں تک ہوتی ہے۔ باہر سے آئے ہوئے وفود کو عزت و احترام سے خوش آمدید کہتے ان وفود کی آمد اور دیگر حکومتی معاملات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اندر ایک قابل حکمران کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

" The life of Mohammad byWilliumMiur .vol 4 London .Smith.Elder and Co 65 Cornhill,1861 pp510.13

پھر لکھتا ہے:۔ ایک اہم خوبی وہ خوش خلقی اور وہ خیال تھا جو آپ اپنے معمولی سے معمولی پیروکار کا رکھا کرتے۔ حیاء، شفقت، سخاوت، صبر، عاجزی، آپ کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے۔ اور ان کے باعث آپ اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے۔ انکار کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ اگر کسی سوالی کی فریاد پوری نہ کر پاتے تو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے۔ کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی کی دعوت ردّ کی ہو۔ خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کا پیش کیا ہوا تحفہ ردّ کر دیا ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آپ کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے اگر آپ کسی کو اپنی کامیابی پر خوش پاتے تو گرم جوشی سے اس سے مصافحہ کرتے اور گلے لگاتے۔ اور محروموں اور تکلیف میں گھر کے افراد سے بڑی نرمی سے ہمدردی کا اظہار کرتے۔ بچوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ اور راہ کھیلتے بچوں کو سلام کرنے میں عار نہ سمجھتے۔ پھر لکھتا ہے کہ اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے۔ آپ اپنے ان دشمنوں سے بھی نرمی میں ذرا کمی نہ کرتے۔ جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول نہ کر لیتے۔ مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذا رسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہئیے تھیں کہ فتح مکہ اپنے غیظ و غضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا لیکن حضرت محمد ﷺ نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ ان کے تمام استہزاء، گستاخیوں اور ظلم و ستم کے باوجود، آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا۔ مدینہ میں عبد اللہ اور دیگر منحرف ساتھی (جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکمیت میں مزاحم ہوتے رہے ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے ان قبائل سے برتی جو آپؐ کے سامنے سرنگوں تھے اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے۔ ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا۔ پھر لکھتا ہے کہ "یہ حضرت محمد ﷺ کی سچائی کے لئے ایک تائیدی نشان تھا" (کئی جگہ پر مخالفت میں بھی اور قرآن کے بارے میں بھی لکھتا ہے) کہ " یہ حضرت محمد ﷺ کی سچائی کے لئے ایک تائیدی نشان ہے۔ کہ جو آپؐ پر اوّل اوّل ایمان لائے وہ اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ بلکہ آپ کے قریبی دوست تھے اور گھر کے افراد بھی جو کہ آپ کی ذاتی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے آپؐ کے کردار میں وہ خامیاں نہ دیکھ سکے جو عام طور پر ایک منافق، دھوکہ باز کے گھریلو تعلق اور باہر کے روّیہ میں ہوتی ہیں۔" صفحہ نمبر ۹۷۔۹۸۔ سر تھامس کارلائل Sir Thomas Carlyle حضرت محمد ﷺ کے اُمی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔ ایک اور بات ہمیں بھولنی نہیں چاہئے کہ اس وقت کسی مدرسے کی تعلیم میسّر نہ تھی۔ اس چیز کو جسے ہم سکول لرننگ کہتے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھنے کا فن تو عرب میں بالکل نیا تھا۔ یہ رائے بالکل سچی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کبھی خود نہ لکھ سکے۔ اس کی تمام تعلیم صحرا کی بودوباش اور اس کے گرد گھومتی ہے۔ اس لا محدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے۔؟ مزید حیرت ہوتی ہے جب دیکھا جائے کہ کتب بھی میسر نہ تھیں۔ عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ وہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے۔ وہ حکمت کی باتیں جو آپؐ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقے میں موجود تھیں ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپؐ کے لئے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان سے براہ راست مکالمہ نہیں کیا۔ وہ اس بیابان میں تن تنہا تھے اور یوں ہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھے۔" پھر آپ کی شادی کے بارے میں اور گھریلو تعلقات کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ کیسے خدیجہ کا ساتھی بنا؟ کیسے ایک امیر بیوہ کے کاروباری اُمور کا مہتمم

بنا؟ اور سفر کر کے شام کے میلوں میں شرکت کی؟۔ اُس نے یہ سب کچھ کیسے کر لیا؟ ہر ایک کو پتہ ہے کہ یہ اس نے انتہائی خوبی اور مہارت سے کر لیا۔ خدیجہؓ کے دل میں ان کا احترام اور ان کی کے لئے شکر کے جذبات کیونکر پیدا ہوئے؟ ان دونوں کی شادی کی داستان، جیسا کہ عرب کے مصنّفین نے ذکر کیا ہے، بڑی دلکش اور قابلِ فہم ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ پھر لکھتا ہے کہ " معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس محسنہ کے ساتھ انتہائی پیار بھری، پر سکون اور بھرپور زندگی بسر کی۔ وہ خدیجہؓ سے حقیقی پیار کرتے تھے۔ صرف اُسی کے تھے اس کو جھوٹا نبی کہنے میں یہ حقیقت روک ہے کہ آپ نے یہ زندگی کا یہ دور اس انداز سے گزارا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہ دور انتہائی سادہ اور پر سکون تھا یہاں تک کہ آپؐ کی جوانی کے دن گزر گئے۔"

پھر لکھتا ہے کہ "ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے حضرت محمد ﷺ ایک پر فن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعوے دار نبوت تھے۔ اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے۔ اب یہ باتیں لوگوں کے قریب غلط ٹھہرتی چلی جا رہی ہیں۔" پھر کہتا ہے کہ جو جھوٹ متعصب عیسائیوں نے اس انسان یعنی حضرت محمد ﷺ کی نسبت بنائے تھے اب وہ الزامات قطعاً ہماری رُوسیاہی کا باعث ہیں اور جو باتیں اس انسان (حضرت محمد ﷺ) نے منہ سے نکالی تھیں، بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں اس وقت جتنے لوگ حضرت محمد ﷺ پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے زیادہ کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔ کہ ایک جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا۔(یہ بالکل غلط ہے Six Lectures on Heroes,) Heroes Worship and the Heroe in the History by Thomas Carlyle]

لامارٹین (Lamartine) پھر ایک فرنچ فلاسفر اپنی کتاب (ہسٹری آف ٹرکی) میں لکھتا ہے:۔ اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کے لئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں۔ آج کون ایسا شخص ملے گا جو حضرت محمد ﷺ سے مقابلے کی جسارت کر سکے۔ دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔ اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا۔ اور ان میں سے بھی بعض طاقتیں ان کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں مگر حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف دنیا کی فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا مزید بر آں اُس نے قربان گاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ حضرت محمد ﷺ کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی۔ جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک روحانی تشخص سے نوازا"۔ پھر لکھتا ہے :۔ حضرت محمد ﷺ ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانون دان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا بیسیوں روحانی اور ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں ۔ کیا حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی عظیم شخص پیدا ہوا۔؟

History Of Turkey by A. DeLamartine ,Newyork ;D.Appleton and Company ,346.348 Braodway ,1855,vol.1pp154.155.۔

جان ڈیون مارٹ (John Devonport) لکھتا ہے:۔ کیا یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ جس شخص نے حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے، جس میں اُس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے۔، خدائے واحد کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں۔ کیا وہ جھوٹا نبی تھا؟ کیا ہم اس سر گرم اور پر جوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کاروائیاں مکر پر مبنی تھیں۔ نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بے شک حضرت محمد ﷺ بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر دم اُن کے پاس رہتے تھے وہ جو اُن سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے۔ ان کو بھی کبھی آپ پر ریاکاری کا شبہ نہ ہوا۔" پھر لکھتا ہے کہ :۔ یہ بات یقینی طور پر سچائی سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر مغربی شہزادے مسلمان مجاہدین اور ترکوں کی جگہ ایشیا کے حکمران ہو گئے ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ اس مذہبی رواداری کا سلوک نہ کرتے جو مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ کیونکہ عیسائیت نے تو اپنے ان ہم مذہبوں کو نہایت تعصب اور ظلم کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جن کے ساتھ اُن کے مذہبی اختلافات تھے۔"

کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) لکھتی ہے :۔ حضرت محمد ﷺ کو بنیادی توحید پر مبنی رُوحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز

کرنا پڑا۔ جب آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا، عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی وہ لوگ ابھی اس اعلیٰ معیار کے نظریہ (توحید) کے قابل نہ ہوئے تھے۔ درحقیقت اس متشدد اور خوفناک معاشرے میں اس نظریے کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا۔ اور حضرت محمد ﷺ بہت ہی خوش قسمت ہوتے اگر اپنی زندگی کو بچا پاتے۔ درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی جان اکثر خطرات میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا مگر حضرت محمد ﷺ کامیاب ہوئے۔ اپنی زندگی کے اختتام تک حضرت محمد ﷺ نے قبائلی تشدد کی پرانی روایت کا قلع قمع کر دیا اور عرب معاشرے کے لئے لادینیت کوئی مسئلہ نہ رہا۔ اب عرب قوم اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی۔" پھر لکھتی ہیں:۔ آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام، جس نے مذہبی مباحثات پر پابندی لگائی۔ صلیبی جنگوں کے وقت تو یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ یورپ دوسروں کے نظریات دبانے کی آرزو میں جنونی ہو چکا تھا اور جس جوش سے اس نے اپنے مخالفین کو سزائیں دی ہیں۔ مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلاف رائے کرنے والوں پر مظالم، پروٹسٹنٹ کے کیتھولک پر مظالم اور اسی طرح کیتھولک کے پروٹسٹنٹ پر مظالم کی بنیاد ان پیچیدہ مذہبی عقائد پر تھی۔ جن کی اجازت یہودیت اور اسلام نے ذاتی معاملات میں اختیاری طور پر دی ہے عیسائی ملحدانہ عقائد کا یہودیت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جن کے مطابق (عیسایت) الوہیت کے بارے میں انسانی تصورات کو ناقابل قبول حد تک لے جاتا ہے بلکہ اُسے مشرکانہ بنا دیتا ہے "(A biography of the prophet by Karen Armstrong page 53.54]

اینی بسانٹ (Annie Besant) لکھتی ہیں:۔" ایک ایسے شخص کے لئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اُس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اس نے اپنی زندگی گزاری۔ اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے میں جو باتیں کہہ رہی ہوں ان کے متعلق بہت لوگوں کو شاید پہلے سے علم ہو گا لیکن میں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں۔ تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کے لئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے۔

"The life and Teachings of Mohammad,Madras 1932 page 4

روتھ کرینسٹین (Ruth Cranston) لکھتی ہیں:۔ حضرت محمد ﷺ نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی وہ مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحے اور طریق سے لڑے جو اُس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ چودہ کروڑ عیسائیوں میں سے (۱۹۴۹ میں لکھی گئی کتاب) جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو تہ تیغ کیا ہو۔ عرب کے نبیؐ کے ہاتھوں ساتویں صدی کے تاریکی دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس بیان کی تو حاجت ہی نہیں جو قتل انکوزیشن اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ ان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں پھر رہے تھے۔

"(World Faith by RurhCaranston, Haper and Row publishers ,New York 1949 page 155]

گاڈ فرے ہیگنز لکھتے ہیں کہ:۔ اس بات سے زیادہ عام طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آئی کہ عیسائی پادری حضرت محمد ﷺ کے مذہب کو اس کے تعصب اور غیر رواداری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں۔ عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے۔ یہ کون تھا جس نے سپین سے اُن مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے، بھگایا تھا، کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور وہ کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور اُن کو غلام بنالیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے؟ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو اُن کے مذہب، اُن کے پادریوں، لاٹ پادریوں، اور راہبوں، اور اُن کے گرجا گھروں کو اپنی جاگیر پر پُرامن طور سے رہنے دیا

"(As Cited inOpology for Mohammad by Godfrey Higgins, .Lahore ,page,123.124]

ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتے ہیں:۔ حضرت محمد ﷺ کی مذہب کی تعلیم کی بجائے اُس کا دوام ہماری حیرت کا موجب ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے مکہ اور مدینہ میں جو خالص نقش جمایا وہ بارہ صدیوں کے انقلاب کے

بعد بھی قرآن کے انڈین، افریقی، اور ترک نو معتقدوں نے ابھی تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ مریدانِ۔ حضرت محمد ﷺ اپنے مذہب اور عقیدت کو ایک انسان کے تصور سے باندھنے کی آزمائش اور وسوسے کے مقابل پڑ ڈٹے رہے۔ اسلام کا سادہ اور ناقابل تبدیل اقرار یہ ہے کہ میں ایک خدا اور خدا کے رسول ۔حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی یہ ہے کہ " لا اِلہ الا اللہ محمد رسول اللہ " خدا کی یہ ذہنی تصویر بگڑ کر مسلمانوں میں کوئی قابل دید بُت نہیں بنی۔ پیغمبر اسلام کے اعزازات نے انسانی صفت کے معیار کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور ان کے زندہ فرمودات نے ان کے پیروکاروں کے شکر اور جذبہ ء احسان کو عقل اور مذہب کی حدود کے اندر رکھا ہوا ہے۔ (History of the Sarasun Empire by"



جاوید چوہدری عمران خاں، ابن عربیؒ اور پاکستانی ختم نبوت

اصغر علی بھٹی نائیجر مغربی افریقہ



ہمارے ملک کے معروف کالم نگار جناب جاوید چوہدری صاحب اپنے حالیہ کالم " ہم سب پر" میں قوم کو خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بیس برس سے مولانا رومؒ اور ابن عربیؒ کا پیچھا کر رہا ہوں لیکن میں آج تک اس معرفت کے خزانے سے بدنصیب ہوں تاہم مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ عمران خان کی ممکنہ بیگم بشریٰ بی بی مولانا رومؒ اور ابن عربیؒ کی ماہر ہیں اور عمران خان نے ان سے نہ صرف معرفت سیکھ لی ہے بلکہ یہ ابن عربیؒ اور مولانا رومؒ کے اصل پیغام تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ جاوید چوہدری صاحب مزید خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں تو پوری کوشش کے باوجود ابن عربیؒ کے پیغام کو نہیں سمجھ سکا لیکن اس کے باوجود میرا سفر رائیگاں نہیں جائے گا۔ میں اب دنیا سے خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا کیونکہ میں روزانہ کھلی آنکھوں سے ایک ایسے شخص کا دیدار کرتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت سے بھی نوازا اور جو اس زمانے میں ابن عربیؒ اور مولانا رومؒ دونوں کا ماہر بھی ہے اور انشاء اللہ معرفت ان کے گھر میں بھی آباد ہوگی اور وہ معرفت بنی گالہ سے اپنی کرنیں پورے ملک میں پھیلائے گی۔ آپ نے اپنی خوشی کو بشارت کا رنگ دیتے ہوئے مزید فرمایا کہ یہ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ کے پہلے صوفی سیاستدان ہیں۔ یہ ان شاء اللہ معرفت کے ساتھ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچنے والے پہلے وزیرا عظم بھی بنیں گے۔ پاکستان جلد معرفت کی خوشبو میں لپٹا ہو گا اور ہم اپنی گنہگار آنکھوں سے ابن عربیؒ اور مولانا رومؒ کے عارف کو کرسی اقتدار پر جلوہ افروز دیکھیں گے۔ مکرم جاوید چوہدری صاحب آپ کے منہ میں گھی شکر۔ اللہ کرے کہ میری ارض وطن کے فرماں روا عارف باللہ ہوں۔ وہ حقوق العباد اور حقوق اللہ کی چلتی پھرتی تصویر ہوں۔ عصبیتوں، بغضوں اور شرک کی لعنتوں سے پاک ہوں اور وہ انسانوں کو سجدے کرنے اور چھوٹے چھوٹے فرعونوں سے ڈر کر حق بات سے مکر جانے والے نہ ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔

مکرم جاوید چوہدری صاحب ذرا رکئے مزید نیک خواہشات پالینے سے قبل کچھ توقف فرمایئے۔ صبر کیجئے اور سوچئے تو سہی آپ کیا خواہشیں پال رہے ہیں۔ اور آپ کے ممدوح عمران خان کن تارے توڑنے کی آسیں دل میں سینچ رہے ہیں۔ ابن عربیؒ کی معرفت میرے دیس میں۔ اور وہ بھی ایوان اقتدار میں۔ ناممکن ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس دیس میں شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور اہل قرآن سمیت کئی فرقے بستے ہیں جن کی مساجد، تفاسیر، فقہ، اور جن کے علماء اور فتاویٰ الگ الگ ہیں؟ اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس وطن کے کتنے فرقے ابن عربیؒ کو کافر، ملحد بلکہ زندیق یعنی بد ترین کافر اور دشمن اسلام قرار دیتے ہیں۔ اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کتنے ہی فرقے ان کو محی الدین یعنی دین کو کو زندہ کرنے والا کی بجائے ماحی الدین یعنی دین کو مٹانے والے قرار دیتے ہیں؟۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ ان کی کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا سعودی عرب میں داخلہ منع ہے اور دیکھتے ہی جلا دینے کے شاہی فرامین ہیں؟۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابن عربیؒ کے وفات مسیح علیہ السلام اور نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان کا ختم نبوت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ابن عربیؒ کا عقیدہ ختم نبوت پاکستان کے مولوی نما سیاستدانوں کے بنائے ہوئے قانوں کے سوفیصد اُلٹ ہے۔ اور کیا آپ کے علم میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عربی کا عقیدہ ختم نبوت وہی ہے جس کے خلاف آپ گولڑہ اور دوسری ختم نبوت کانفرنسوں میں حصہ لیتے پھرتے ہیں۔ یقین نہیں آتا تو نیچے جاوید غامدی صاحب کے درس کا لنک موجود ہے۔ ابن عربیؒ جو بقول آپ کے معرفت کے سمندر ہیں فرماتے ہیں لا رسول بعدی سے مراد ہے ایسا نبی نہ ہو گا جو میری شریعت کے خلاف شریعت لائے بلکہ جب بھی ہو گا میری شریعت کے تابع ہو گا (فتوحات مکیہ جلد 3 ص 73) پھر فرمایا نبوت جو آپ ﷺ کے وجود کے ذریعہ ختم ہوگئی وہ شریعت والی نبوت ہے (فتوحات مکیہ جلد2 ص 3 وفصوص الحکم ص244) اور پھر یہ بھی آپ کا ہی قول ہے فان مطلق النبوۃ لم ترفع فتوحات مکیہ اور مزید یہ کہ فالنبوۃ ساریۃ الیٰ یوم القیامۃ فتوحات مکیہ ج2 ص90) اور پھر فتوحات مکیہ کی پہلی جلد ص318/319 میں اپنا کشف لکھا ہے اور بتایا کہ اللہ نے مجھے ایسے ہی خاتم الاولیاء بنایا ہے جیسے آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔ اسی طرح سے وحی الہام، کشوف، خدا تعالی کی جاگتی آنکھوں کی روئت، انبیاء سے جاگتی آنکھوں سے ملاقاتیں اور فرشتوں کے نزول اور ان سے تفاسیر سیکھنے کے لئے گفتگو کی حکائیتیں آپ کی کتب میں جابجا بکھری پڑی ہیں۔ یہ ہے وہ مختصر سی تصویر ہے ابن عربیؒ کی مکرم جاوید چوہدری صاحب آپ کی خواہش سر آنکھوں پر کہ یہ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ کے پہلے صوفی سیاستدان ہوں گے۔ یہ انشاء اللہ معرفت کے ساتھ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچنے والے پہلے وزیر اعظم بھی بنیں گے۔ پاکستان جلد معرفت کی خوشبو میں لپٹا ہو گا اور ہم اپنی گنہگار آنکھوں سے ابن عربیؒ اور مولانا رومؒ کے عارف کو کرسی اقتدار پر جلوہ افروز دیکھیں گے۔ مگر کیسے؟ کیا آپ پاکستان کے قانون سے واقف نہیں جس پر ہر مسلمان پاکستانی کو روزانہ کہیں نہ کہیں دستخط کرنا ضروری ہوتے ہیں جس میں درج ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی تو درکنار مذہبی مصلح بھی نہیں مانتا۔ اور ابن عربیؒ تو ختم نبوت کی نہ اس تعریف کو مانتے ہیں اور ان اس حلف کو بلکہ وہ خود وحی الہام کے دعویدار ہیں اور صرف تشریعی نبوت کے اختتام کے قائل ہیں اور خادم قرآن انبیاء کے قائل ہیں بلکہ وہ خود کو خاتم الاولیاء بتاتے ہیں۔ تو جناب جب تک قانون میں ختم نبوت کا موجودہ حلف نامہ موجود ہے عمران خان صاحب اپنے ابن عربیؒ کے معرفتی علم کے ساتھ ایوان اقتدار نہیں جیل جائیں گے۔ کیا آپ میں اتنی جرات ہے کہ کسی پورے فرقے سے تو درکنار ایک اکیلے مولوی صاحب سے بھی ٹکر لے سکیں اور جس کو انہوں نے کافر قرار دیا ہو آپ اس کے اسلام کے لئے آواز اُٹھا سکیں؟ اور ملک میں انصاف سب کے لئے کا نعرہ مستانہ لگا سکیں۔ کسی اقلیت کے زندہ اینٹوں کے بھٹے میں جلائے جانے والے جوڑے کو انصاف دلا سکیں۔ گوجرانولہ کے شہر میں چھوٹی معصوم کائنات اور اس کو بچانے والی دادی دونوں کو زندہ جلا کر نعرہ تکبیر اور ڈانس کرنے والوں کے ہاتھوں کو زنجیریں پہنا سکیں۔ اور کسی ان پڑھ غریب عیسائی عورت جو تپتی دھوپ میں اینٹیں ڈال کر اپنے بچوں کا پیٹ پالنے والی مسکین عورت کو طاقتور مولوی سے بچا سکیں؟ اور اس کے رل جانے والے بچوں کو انصاف

دلا سکے۔ یقیناً آپ کا ماضی اس کی نفی کرتا ہے۔ شائد اسی لئے مشہور مذہبی کالم نگار جناب خورشید ندیم صاحب نے لکھا ہے کہ عمران خان ابن عربیؒ کو چھوڑیں ابن خلدون کو پڑھنے کی کوشش کریں آپ تو چند ووٹوں کے لئے مولوی حضرات کی خوشنودیاں سمیٹتے پھر رہے ہیں۔ ہاں اگر اخلاقی جرات ہے تو سرکار مدینہ سے بھی نسبت کیجئے اور ابن عربیؒ سے بھی۔ نہیں تو صرف سیاست کی بات کیجئے معرفت اور ابن عربیؒ کی نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے مومن کا جگر اور حوصلہ چاہئے۔

21 پہلے وزیر خارجہ۔ سر محمد ظفر اللہ خان۔ معمار پاکستان









نوائے وقت آپ کی عظیم الشان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"قائد اعظم نے خوش ہو کر آپ کو UNO (اقوام متحدہ) میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا۔ اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک وملت کی جو شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائد اعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیر اعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔ قائد اعظم نے چوہدری صاحب کو بلا تامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا" (نوائے وقت 24 اگست 1948) آپ چھ سال پاکستان کے وزیر خارجہ رہے۔ اس دوران پاکستان نے خوب ترقی کی۔ یہ وہی دور تھا جب جرمنی اور چین نے بھی پاکستان سے امداد حاصل کی۔ بعد میں سر ظفر اللہ خان اقوام متحدہ کے صدر بھی بنے اور عالمی عدالت ہیگ کے چیف جسٹس بھی رہے۔

Rah e Raast

آخری آخری

ارشاد عرؔشی ملک

میرے رب الوریٰ تیری جانب چلے
کر کے جگ کو سلام، آخری آخری
وقتِ توبہ کی مہلت، خدارا ملے
رہ گیا ہے یہ کام آخری آخری

تیری دُنیا میں مالک، بہت جی لیا
زہر جو زندگی نے دیا، پی لیا
ذائقے سے میں امرت کے واقف نہیں
اُس سے بھرنا نہ جام آخری آخری

رُوح کو بوجھ لگنے لگا ہے بدن
خود کو محسوس کرتی ہے یہ بے وطن
اور دو چار راتوں کے مہمان ہیں
اس جگہ ہے قیام، آخری آخری

گھر بھی دل کی طرح، آہ ویراں رہا
کوئی آیا، نہ آنے کا امکاں رہا
کُوچ کے واسطے ہم بھی تیار ہیں
رہ گئی ایک شام آخری آخری

آج سج دھج کے محفل میں آئے ہیں ہم
یوں سمجھ لو کہ کل سے پرائے ہیں ہم
جس طرح بن پڑے ہم سے مِل لیجئے
آج ہے اہتمام آخری آخری

زندگی کا ہے میلہ گھڑی دو گھڑی
سانس ٹوٹی تو ہاتھوں سے چُھوٹی لڑی
جانے کل بزم یاراں سجے نہ سجے
آج سُن لو کلام آخری آخری

موند لیں ہم نے آنکھیں، چلے آیئے
ہم سے پردہ نہ اب اور فرمایئے
ایک عاشق کے شایانِ شاں کیجئے
کُوچ کا انتظام آخری آخری

جانے کیوں دل نہ عرؔشی جہاں میں لگا
ہم نکلنے کا ڈھونڈا کئے راستہ
عُمر بھر جس کے طالب رہے آگیا
آخرش وہ مقام آخری آخرِی

ہو گئے پڑھ کے احباب، سوچوں میں گم
بولے کیوں ایسے اشعار لکھتی ہو تُم
عرض ان سے کیا چھوڑیئے یہ بحث
لے بھی لئی جے سلام آخری آخری

شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح الاول

اجمالی تعارف

تحریر:۔ رانا عبدالرزاق خان

آپ (حضرت حکیم نورالدینؓ) کو زمانہ شاگردی میں ہی دوسروں کو پڑھانے کا موقع ملا۔ جس زمانہ میں آپ مکہ میں تحصیل علم میں مصروف تھے انہی ایام میں آپ سے شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی خلف الرشید حضرت محمد عمر صاحب نقشبندی مجددی فقہ کی کتاب رَدّ المختار پڑھا کرتے تھے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین ص ۱۱۵ جدید ایڈیشن) تحصیل علم کے بعد جب آپ بھیرہ تشریف لائے تو باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس وقت آپ مشکوٰۃ شریف پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی تدریس کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔ اور تشنگانِ علم و حکمت آپ سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے در پر آ کر دُھونی رمانے کے بعد جس قدر محنت اور توجہ آپ نے سلسلہ کے علماء تیار کرنے میں صَرف کی وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب، حضرت مرزا شریف احمدؓ صاحب، حضرت میر محمد اسحٰقؓ صاحب، حضرت حافظ روشن علیؓ صاحب، حضرت مولوی غلام نبیؓ صاحب مصری، حضرت صوفی غلام محمدؓ صاحب المعروف ماریشسی اور دیگر علماء جنہوں نے خلافت ثانیہ میں شاندار کارنامے سر انجام دیئے، آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس لئے نہایت اختصار سے ذیل میں آپ کے کچھ نامور شاگردوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب جمونی۔ جمونی صاحب بھیرہ میں حضرت مولوی صاحب کے پاس تقریباً دس سال تک رہے۔ اور آپ سے دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ علمِ طِب بھی حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ: "مولوی صاحب مجھے خود حدیث پڑھاتے تھے۔ لیکن پڑھائی کے دوران میں بہت مریض آجایا کرتے تھے۔ اور مولوی صاحب مجھے ایک دو حدیثیں پڑھانے کے بعد نسخے لکھوانے لگ جاتے۔ اور پھر فرماتے ان کو یہ دوائیاں بانٹ دو۔ دوائیوں کی تقسیم کے بعد مولوی صاحب مجھے پھر پڑھانا شروع کر دیتے۔ اس اثناء میں اور مریض آجاتے۔ تو پھر نسخہ لکھنے اور دوائیاں تقسیم کرنے کا کام شروع ہو جاتا۔ غرضیکہ مریضوں کے ہر گروہ کے وقفہ کے درمیاں ایک دو حدیثوں کی پڑھائی ہوتی۔ اس اثناء میں بھوپال سے ایک اہل حدیث منشی جمال الدین صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو بھوپال آنے کے لئے لکھا۔ بھوپال میں مقیم ہونے کے ارادہ سے بھیرہ سے روانہ ہوئے۔ اور مجھے بھی لاہور تک ساتھ لائے۔ لاہور پہنچ کر فرمایا کہ بھوپال پہنچ کر اور وہاں مقیم ہو کر آپ کو بلالیں گے۔ اتنی دیر آپ یہیں ٹھہریں۔ لیکن اس اثناء میں مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد سلطان صاحب فوت ہو گئے۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب کو واپس آنا پڑا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر مجھے فرمایا۔ کہ بھیرہ چلو میں نے عرض کیا کہ میں اب یہاں مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہا ہوں لیکن مولوی صاحب اصرار کر کے بھیرہ واپس لے گئے اور فرمایا کہ ہم آپ کو طب اور حدیث خود پڑھائیں گے۔ پھر میں ہمراہ ہو لیا اور حسب سابق تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔" (حیاتِ احمد مرتبہ حضرت یعقوب علی تراب صاحب (جدید) جلد سوم حاشیہ ص ۱۱۶۔۱۱۷)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن، حدیث اور تفسیر کا علم حاصل کیا۔ آپ بہت سی کتب کے مصنف، کئی اخباروں کے ایڈیٹر، سات آٹھ زبانوں کے ماہر، اور نہایت نیک نفس اور پاکباز انسان تھے۔ آپ بھی حضرت مولوی صاحب کی طرح اہلِ بھیرہ تھے۔ اور آپ کے والد آپ کو جوانی کی عمر میں حضرت مولوی صاحب کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ اور اسی زمانے میں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے علم حاصل کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا تعلق حضرت مولوی صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے بہت پہلے کا تھا۔ وہ آپ کی دعاؤں اور توجہ سے ہی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔ اُن پر حضرت مولوی صاحب کے اثر کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیعت حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر لی تھی جس سے اس طرف اشارہ تھا کہ آپ حضرت مولوی صاحب کے خاص طور پر زیرِ اثر ہیں اور انہی کی وساطت سے سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب جب جموں میں قیام پذیر تھے تو آپ چھ ماہ تک حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہے۔ اور اُن سے بخاری شریف پڑھی۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ مجھ پر ایک ایسا وقت آیا ہے کہ میں علمِ حدیث سے بالکل ناآشنا تھا۔ اور اس طرف توجہ کرنی پسند نہ کرتا تھا۔ میرے مخدوم استاد حضرت مولوی صاحب جو اس صلاوتِ علم کے ذوق سے حظ وافر رکھتے تھے۔ ہمیشہ اس طرف توجہ کرنے کی ترکیب دیتے تھے۔ آخر ۱۸۸۶ء میں جبکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے

کشمیر میں چھ ماہ کے لئے ایک جگہ رکھا اور مولوی صاحب نے بخاری شریف مجھے سنائی یا یوں کہو کہ میں نے اُن سے سُنی اس وقت مبارک برکات مجھ پر منکشف ہوئیں اور اب تو میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ جو کوئی حضرت رسول اکرم ﷺ کی پاک صورت دیکھنا چاہے وہ حدیث پڑھے ۔ قرآن شریف پڑھنے کے بعد بڑا سعادت مند وہ ہے جو حدیث پڑھتا ہے حضرت مولوی صاحب کی صحبت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ میں اس قسم کی خوبیوں اور معارف سے واقف ہوا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: " مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ یاد ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے ۔ مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرّم حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا بہت سا حصہ ہے۔ میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا، وہ مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ اور اکثر یہ فرماتے تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہو گی میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے، خود ہی تفسیر بیان کرتے، اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی اور اس کی محبت کا شکار بانی سلسلہ احمدیہ نے بنایا۔ بہر حال وہ عاشقِ قرآن تھے۔ اور ان کا دل چاہتا تھا کہ سب قرآن پڑھیں۔ مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھایا اور پھر بخاری کا، اور فرمانے لگے لو میاں! سب دنیا کے علوم آ گئے۔ ان کے سوا جو کچھ ہے یا زائد یا ان کی تشریح ہے۔" (تفسیر کبیر جلد سوم دیباچہ ص ج(اسی طرح آپ نے ایک دفعہ فرمایا:" قرآن کریم کا ترجمہ میں نے آپ سے (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) سے چھ ماہ میں پڑھا۔ میرا گلا چونکہ خراب رہتا تھا۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مجھے پڑھنے نہیں دیتے تھے آپ خود ہی پڑھتے جاتے تھے اور میں سنتا جاتا تھا اور چھ مہینہ یا اس سے کم عرصہ میں سارے قرآن کا ترجمہ آپ نے پڑھا دیا۔ پھر تفسیر کی باری آئی۔ تو سارے قرآن کریم کا آپ نے ایک مہینہ میں دور ختم کر دیا۔ اس کے بعد بھی آپ کے درسوں میں شامل ہوتا رہا ہوں۔ لیکن پڑھائی کے طور پر صرف ایک مہینہ ہی پڑھا ہوں۔ پھر مجھے آپ نے بخاری پڑھائی اور تین مہینہ میں ساری بخاری ختم کرا دی حافظ روشن علی بھی میرے ساتھ درس میں شامل ہو گئے تھے ۔ وہ بعض دفعہ سوالات بھی کرتے تھے ۔ اور حضرت خلفۃ المسیح الاوّل اس کا جواب دیتے تھے ۔ حافظ صاحب ذہین تھے اور بات کو پھیلا پھیلا کر لمبا کر دیتے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے شوق آتا کہ میں بھی اعتراض کروں چنانچہ ایک دو دن میں نے بھی بعض اعتراض کئے اور ر حضرت خلفۃ المسیح الاوّل نے ان کے جوابات دیئے۔ لیکن تیسرے دن جب میں نے کوئی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔" میاں! حافظ صاحب تو مولوی آدمی ہیں وہ سوال کرتے ہیں تو میں جواب دے دیتا ہوں۔ لیکن تمہارے سوالات کا میں جواب نہیں دوں گا۔ مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔ تم بھی خدا کے بندے ہو اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں تم بھی محمد رسول ﷺ کی اُمت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول ﷺ کی اُمت، میں شامل ہوں اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کا جواب دو مجھ سے پوچھا کرو چنانچہ اس کے بعد میں نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ قیمتی سبق یہی تھا، جو آپ نے مجھے دیا۔" (الفضل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء ص ۳۔۴) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ۱۹۱۲ء میں ایف اے پاس کرنے کے بعد بی اے میں داخلہ لیا تو دورانِ سال آپ دنیا پر دین کو مقدم کرتے ہوئے کالج سے نام کٹوا کر قرآن و حدیث کے علم کے حصول میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے قاضی ظہور الدین اکمل صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:" کالج پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، ممکن ہے قرآن مجید و حدیث پڑھنے کا اور پھر وہ بھی نورالدین ایسے پاک انسان سے پھر موقع نہ مل سکے اس لئے میں نے یہی بہتر جانا۔" (حیات بشیر ص ۶۱ جدید ایڈیشن) حضرت مولوی صاحب نے آپ کے ذوق قرآن کو دیکھ کر ان کے لئے خاص طور پر درس کا اہتمام کیا۔ چنانچہ " حیات بشیر" میں لکھا ہے کہ:" حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ایک جماعت کے ساتھ صبح بعد نمازِ فجر حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل نے ایک درس قرآن شریف کا دینا شروع کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بیرونی اصحاب جو اس موقع پر آ سکتے ہیں۔ آ کر شامل ہو جائیں۔ دو رکوع روزانہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک درس بعد عصر اور ایک بسد مغرب ہوتا ہے۔ ہر سہ میں شامل ہونے سے بہت جلد قرآن شریف سارا پڑھا جا سکتا ہے۔" نومبر ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل کی طبیعت ایک دن زیادہ خراب ہو گئی تو آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا:" میاں کل جمعہ ہے مگر تم آ جانا اگر زندگی باقی ہے تو تمہیں ہفتہ کے دن قرآن ختم کرانے کا ارادہ ہے۔ ورنہ میرے بعد اپنے بھائی صاحب (حضرت مصلح موعود۔ ناقل) سے ختم کر لینا۔" لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو آپ نے سارا قرآن کریم حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل سے پڑھ لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل نے آپ کے لئے بہت دعائیں کیں۔ اور حضرت اُمّ المومنین نے اس خوشی سے مٹھائی بانٹی۔" (حیات

بشیر ص ۶۲۔۶۳ جدید ایڈیشن)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب۔ ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء کے پرچہ بدر میں " مدینۃ المسیح" کے عنوان کے نیچے لکھا ہے :۔"حضرت مولانا (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل۔ ناقل) آج کل تین درس دیتے ہیں بعد از نماز صبح مسجد میں پہلے صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو، پھر چند گریجوایٹ ہیں مثلاً شیخ تیمور صاحب ایم اے، ان کو قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے۔ یہ درس خصوصیت سے لطیف ہوتا ہے بخاری کا درس بھی شروع ہے مبارک وہ جو اس موقع سے فائدہ حاصل کرے۔" (بدر ۱۳ مئی ۱۹۱۰ء ص ۲ حیات نور ص ۴۵۲)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بھی حضرت مولوی صاحب کے شاگردوں میں سے تھیں۔ آپ بیان کرتی ہیں:" میں نے کچھ تعلیم نہیں پائی۔ دس سال کی عمر میں باقاعدہ گھریلو تعلیم کا جو سلسلہ تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ چونکہ میرے استاد مکرم پیر منظور محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کو ٹی بی ہو گئی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے پڑھنے کے لئے اُدھر جانے سے روک دیا تھا کیونکہ اس طرح زیادہ وقت وہاں گزرتا تھا۔ ویسے تو وہ ہمارے گھر ہی میں تھے ۔ کسی کسی وقت چلی بھی جاتی تھی۔ تین چار روز حضرت مسیح موعودؑ نے خود مجھے فارسی (گلستاں) کا سبق پڑھایا پھر اپنی کم فرصتی کی وجہ سے فرمایا ناغہ ہو گا مولوی صاحب سے کہو یہ بھی وہی پڑھا دیا کریں۔ قرآن شریف کا ترجمہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پہلے ہی پڑھاتے تھے ۔" (تحریراتِ مبارکہ شائع کردہ لجنہ اماءاللہ پاکستان ص ۱۵۴) حضرت میر محمد اسحاق صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میر محمد اسحاقؓ صاحب دونوں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا خاندانی تعلق خواجہ میر درد دہلوی کے خاندان سے تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے برادر نسبتی تھے۔ قادیان کے دور میں آپ نے بھی حضرت مولوی صاحب سے علم حاصل کیا۔ حضرت مولوی صاحب نے انہیں ان چالیس احادیث کا راوی بھی بنایا جو آپ نے مدینہ میں قیام کے دوران حضرت شاہ عبدالغنی مجدّدی سے روایت کی تھیں۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ آپ نے بھی حضرت مولوی صاحب سے درس لیا۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:" حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے ۔ کہ مولوی نورالدین کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب اُن سے قرآن پڑھا کرو، اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو اگر تم نے دو تین بھی سیپارہ بھی مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف پڑھنے کا ملکہ ہو جاوے گا یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس بار کہی ہو گی اور درحقیقت میں اسرارِ قرآنی اور تفسیر کلام رحمانی سے ناآشنا اور ناواقف تھا۔ پس میں حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمانے سے درس میں بیٹھنے لگا۔ اور قرآن شریف سننے لگا۔ اور ایک لطف ایسا آنے لگا کہ جس کا بیان میری تحریر سے باہر ہے۔ اور آپ ہی کی برکت سے مجھے قرآن شریف کی تفہیم ہوتی گئی اور خود حضرت اقدس علیہ السلام بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے اور مطالب قرآن کریم سمجھایا کرتے تھے اور ایک شرف مجھے آپ سے یہ ہے کہ میں نے بخاری شریف کا کچھ حصہ آپ سے پڑھا ہے اور تھوڑے سے حصہ میں میر ناصر نواب صاحب مدظلّہ العالی بھی میرے شریک اور ہم سبق رہے ۔" (تذکرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۱۷۴ جدید ایڈیشن) حافظ روشن علی صاحب۔ آپ حضرت مولوی صاحب کے شاگردِ خاص تھے آپ کا سارا وقت حضرت مولوی صاحب کے مطب یا درس میں گزرتا تھا۔ آپ درس انتہائی غور سے سنتے تھے قرآن اور تفسیر کا علم آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے حاصل کیا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک دفعہ فرمایا:"میں نے اپنے تمام روحانی علوم میاں محمود احمد کو دے دیئے ہیں۔ اور تمام ظاہری علوم حافظ روشن علی صاحب کو دے دیئے ہیں۔" (حافظ روشن علی صاحب، سیرت و سوانح از سلطان احمد پیر کوٹی ص ۲۴) حضرت حافظ روشن علی صاحب اپنے متعلق بیان کرتے ہیں:" میں جب شروع شروع میں قادیان پڑھنے کے لئے آیا تو میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہونا چاہتا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا میاں تم مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے گھبرا کر عرض کی کہ حضور! نہ میرے باپ نے عربی پڑھی نہ میرے دادا نے ۔ قرآن شریف بھی مجھے پڑھنا نہیں آتا تو میں عربی کی اتنی بڑی بڑی کتب کیسے پڑوں گا؟ فرمایا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤ اس پر میں ہائی سکول کا خیال دل سے نکال دیا۔ اور مدرسہ احمدیہ میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے ایک مرتبہ حضور عصر کی نماز اور درس کے لئے مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی ساتھ تھا جب مسجد کی آخری سیڑھی پر پہنچے تو اپنا ایک ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور دوسرا اپنی داڑھی پر، اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ دیکھو میں نے عربی پڑھی ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ عربی پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ رزق نہیں دیتا؟۔ یہ سن کر میں بالکل خاموش ہو گیا۔ اور اس کے بعد مجھے حضور کا درس سننے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ میں حضور کے ہر درس میں بڑے شوق اور جدوجہد سے شامل ہوتا۔ (حیاتِ نور باب ہشتم ص ۶۰۴۔۶۰۵)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی۔ آپ حضرت مولوی صاحب کی شفقت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔:سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں جب بھی میں قادیان مقدس حاضر ہوتا تو اکثر مولوی نورالدین صاحب نے مجھے طب پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ آپ ذہین آدمی ہیں میں جلد ہی آپ کو طبؔ کا علم پڑھا دوں گا اس کے جواب میں میں یہی عرض کرتا رہا کہ مجھے تصوّف کے بغیر اور کسی علم سے شغف نہیں اس لئے معذور ہوں۔ آخر جب اسی طرح کئی سال گزر گئے تو ایک دن حضرت مولانا صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے۔ اور ایک طب کی کتاب میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا اب تو میں آپ کو پڑھا کر ہی چھوڑوں گا۔ میں نے جب یہ شفقت دیکھی تو پڑھنے پر مجبور ہو گیا اور حضور سے طبؔ کی بعض کتب بالا سباق پڑھتا رہا۔ اس کے بعد آپ کی توجہ سے مجھے اس علم کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ میں نے بعض نسخے راہ چلتے مسافروں سے بھی پوچھے ہیں اور ان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔"(حیات قدسی حصہ دوم ص ۸۱۔ ۸۲)مولوی محمد علی صاحب۔ آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ چنانچہ آپ اپنی تفسیر" بیان القرآن" میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ:" میری زندگی میں .... جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم ہیں۔"(بیان القرآن از مولوی محمد علی صاحب جلد اول دیباچہ ص ۳) اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ تاریخ کا ذوق رکھنے والے ایک نوجوان تھے چھ سال تک حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہے۔ درسِ قرآن میں شامل ہو کر نوٹ لکھتے رہے۔ ان کی سب سے پہلی مرتبہ کتاب "مرقات الیقین فی حیات نورالدین" ہے جو حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ خلیفۃ المسیح االاوّل کی اپنی لکھوائی ہوئی سوانح عمری ہے ۔مرقات الیقین کی صرف پہلی جلد ہی شائع شدہ ہے۔ اس کی ایک اور جلد بھی تھی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل کی اپنی لکھوائی ہوئی تھی۔ مگر جب یہ مبائعین سے علیحدہ ہو گئے۔ تو اس کتاب کا مسوّدہ بھی ساتھ ہی لے گئے۔ جس کی وجہ سے وہ حصہ شائع نہ ہو سکا۔ یہ اردو کے بلند پایہ ادیب، بہت سی اعلیٰ درجہ کی تاریخی اور تحقیقی کتب کے مولّف، کئی اخبار اور رسالوں کے ایڈیٹر اور ہندوستان کے مشہور انشاء پرداز تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح االاوّل کے شاگردوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے ۔اگر میں یہ کہوں کہ پورا ہندوستان آپ کے شاگردوں سے بھرا پڑا ہے۔ تو اس میں ذرّہ بھر بھی مبالغہ نہ ہو گا۔ بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے تاریخ کا ادنیٰ سا طالب علم بھی انکار نہیں کر سکتا اب آخر میں آپ کے چند مشہور شاگردوں کے اسماء لکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ آپ کے شاگرد کس پایہ کے تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب، حضرت خان بہادر شیخ عبداللہ صاحب پلیڈر، مکرم شیخ تیمور صاحب سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی، مرزا محمد حسین صاحب، ملک غلام فرید صاحب ایم اے، سید ولی اللہ شاہ صاحب، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مہاراجہ رنبیر سنگھ، راجہ امر سنگھ، راجہ رام سنگھ وغیرہ۔ اسی طرح آپ کے چند ایسے تلامذہ کے اسماء بھی بیان کر دئے جاتے ہیں جنھوں نے آپ سے علم طِب حاصل کیا۔ حضرت حکیم غلام محمد صاحب امرتسری، حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوئی، حکیم فضل الرحمن صاحب، حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، حکیم ڈاکٹر محمد طفیل بٹالوی صاحب، حکیم نور محمد صاحب، ڈاکٹر محمد حیات صاحب راولپنڈی، حکیم نظام جان صاحب، حکیم عبدالرحمن کاغانی صاحب، حکیم محمد ابراہیم کپور تھلوی صاحب، حکیم عطا محمد صاحب، حکیم محمد صدیق صاحب۔(ماخوذ)

دلکش تحریریں۔

اے آر خان

توحید کا دریا جاری کر دیا: قیامت کا نمونہ روحانی حیات کے بخشنے میں اس ذات کامل الصفات نے دکھایا جس کا نام محمد ہے ﷺ۔ سارا قرآن اول سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رُسول اس وقت بھیجا گیا جب تمام قوتیں دنیا کی رُوح میں مر چکی تھیں اور فساد روحانی نے برّ و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رُسول نے آ کر نئے سرے سے دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 204)

خدائی جلوہ۔ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں اسرارِ خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں حرکات میں سکنات میں اقوال میں افعال میں رُوح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں۔(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 116)

عالی مرتبہ کا نبی۔ میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبیؐ جس کا نام

محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبیؐ ہے۔اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام اَنبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 118)

نماز بدیوں کو دور کرتی ہے فرماتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔پس حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دُعا کرے کہ وہ نماز جو ان صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔یہ جو فرمایا ہے کہ 133 نیکیاں یا نماز بدیوں کو دُور کرتی ہیں یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور راستی کے ساتھ۔وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔اُن کی رُوح مردہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا اور الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے وہ نماز یقیناً یقیناً برائیوں کو دُور کر دیتی ہے ۔نماز نشست و برخاست کا نام نہیں۔نماز کا مغز اور رُوح وہ دُعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ارکانِ نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے اظلال ہیں۔(ڈائری حضرت مسیح موعود ہیں۔18 جنوری 1903)

توکل اور قناعت کی ضرورت :حضرت خلیفۃ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ المسیح بنصرہ العزیز نے فرمایا:پھر میاں بیوی کے جھگڑے ہیں یہ بھی توکل میں کمی کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں میں قناعت کا مادہ کم ہوتا ہے۔بجائے اس کے کہ وہ اپنے خاوند کی جیب کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کھولے،اپنے دوستوں،سہیلیوں یا ہمسایوں کی طرف دیکھتی ہیں جن کے حالات ان سے بہتر ہوتے ہیں۔اور پھر خرچ کر لیتی ہیں،پھر خاوندوں سے مطالبہ ہوتا ہے اور دو۔پھر آہستہ آہستہ یہ حالت مزید بگڑتی ہے اور اس قدر بے صبری کی حالت اختیار کر لیتی ہے کہ بعض دفعہ باوجود اس کے کہ دو دو تین تین بچے بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس بے صبری کی قناعت کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل نہ ہونیکی وجہ سے۔کیونکہ ایسے لوگ صرف دنیاداری کے خیالات سے ہی اپنے دماغوں کو بھرے رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر اس وجہ سے یقین بھی کم ہو جاتا ہے۔اور اگر خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو تو پھر اس کے سامنے جھکتے بھی نہیں،اس سے دعا بھی نہیں کرتے۔تو یہ ایک سلسلہ جب چلتا ہے تو پھر دوسرا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔اور پھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے نہ ہوں ان پر توکل کی سیر ہو سکتا ہے۔تو ایسی عورتیں پھر اپنے گھروں کو برباد کر دیتی ہیں۔خاوندوں سے علیحدہ ہونے کے مطالبے شروع ہو جاتے ہیں۔اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ ایک برائی سے دوسری برائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 250)

خطبات باقاعدہ سنا کریں ۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔"آپ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ اپنی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں اور سمجھایا کریں کیونکہ خلیفہ وقت کے یہ خطبات کس دور میں دیئے جارہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ طرف سے ظاہر ہونیوالی نئی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اُٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں اور اُمتِ واحدہ بنانے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں اس لئے خواہ وہ فجی کے احمدی ہوں یا سورینام کے احمدی ہوں ،ماریشس کے ہوں یا چین جاپان کے ہوں ،روس کے ہوں یا امریکہ کے،سب اگر خلیفہ وقت کی نصیحتوں کو براہ راست سنیں گے تو سب کی تربیت ایک رنگ میں

ہو گی 133 ان کے حلئے اپنے ناک نقشے کے لحاظ سے تو الگ الگ ہوں گے لیکن رُوح کا حلیہ ایک ہی ہو گا۔ وہ ایسے رُوحانی وجود بنیں گے جو خدا کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں گے۔" (خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 470)

اپنی زبان میں دعائیں؛ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " سب زبانیں خدا نے بنائی ہیں۔ چاہیے کہ اپنی زبان میں جس کو سمجھ سکتا ہے نماز کے اندر دعائیں مانگے، کیونکہ اس کا اثر دل پر پڑتا ہے تا کہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلام الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھا کرو اور اس کے معنی یاد رکھو اور دعا بے شک اپنی زبان میں مانگو جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ حقیقت سے نا آشنا ہیں دعا کا وقت نماز ہے نماز میں بہت دعائیں کرو۔ (ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ السلام 17 مئی 1901ء)

بچوں کے لئے دعائیں کرو۔ حضرت مسیح موعود فرماتے علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہدایت اور تربیت خدا تعالیٰ کا حقیقی فعل ہے سخت پیچھا کرنا اور ایک امر کو حد سے گذار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو در کنا اور ٹوکنا گویا ظاہر کرتا ہے کہ ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے آپ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھا بھی ارشاد بھی کیا کہ کہ ہمارے مدرسے میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا ہو اور اپنے اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو اُسے یک لخت موقوف کر دو۔ فرمایا ہم تو اپنے بچوں کیلئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔ (ڈائری حضرت مسیح موعود 6 جنوری 1900ء) دو نفلوں کی تحریک ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 3 دسمبر 2010ء کے خطبہ جمعہ میں احمدی احباب کو روزانہ دو نوافل ادا کرنیکی تحریک کرتے ہوئے فرمایا پس ان حالات میں دنیا بھر کی جماعتوں کے تمام افراد کو میں خاص طور پر اپنے مظلوم اور تکلیف اور مشکلات میں گرفتار بھائیوں کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کم از کم دو نفل روزانہ صرف ان لوگوں کی لئے ہر احمدی ادا کرے جو احمدیت کی وجہ سے کسی بھی قسم کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ جو ظالمانہ قوانین کی وجہ سے اپنی شہری اور مذہبی آزادیوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح جماعتی ترقی کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کریں۔ پس اگر ہر احمدی اپنے دل کی بے چینی کو خدا تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھ کر پیش کرے گا خود مشاہدہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر اس پر کس طرح پڑ رہی ہے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حصار میں لے لے گا۔ (روزنامہ الفضل 18 جنوری 2011ء) ارشادات عالیہ (

درود اجابت دعا کی کلید ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

" درود سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص درود کثرت سے پڑھتا ہے اس کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ دنیا میں یہ طریق ہے کہ اگر کسی سے کچھ کام کرانا ہوتا ہے تو اس کی پیاری چیز سے پیار کیا جاتا ہے۔ کسی عورت سے اگر کوئی کام کرانا ہو تو اس کے بچے سے محبت کرو۔ پھر دیکھو وہ کیسی مہربان ہوتی ہے۔ فقیر بھی جب خیرات لینے کے لئے دروازہ پر جاتا ہے تو یہ صدا کرتا ہے "مائی تیرے بچے جیئیں" کیونکہ فقیر بھی جانتے ہیں کہ اس صدا کا ماں پر بہت اثر ہوتا ہے جب ماں یہ آواز سنتی ہے تو دوڑی آتی ہے اور فقیر کو خیرات دیتی ہے۔ دیکھو اس آواز کے سنتے ہی جو اس کے پیارے بچے کے لئے ایک دعا ہوتی ہے وہ کس طرح دوڑی آتی ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے شخص کے متعلق جب خدا دیکھتا ہے کہ اس نے اس کے پیارے کے لئے دعا کی ہے۔ تو کہتا ہے تو نے میرے پیارے کے لئے دعا کی آ، میں تیری دعا بھی قبول کرتا ہوں۔ (الفضل 11 دسمبر 1925)

درود انسان کی اپنی روحانی ترقی کا ذریعہ ہے: 'نادان کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے لئے رحمت و برکت درود میں مانگی جاتی ہے، اپنے لئے اس میں کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے روحانی ترقی ہو سکتی ہے۔ مگر درود دراصل اپنے ہی لئے دعا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت دیکر اس دعا کی وسعت اور جامعیت کو اور زیادہ بڑھا دیا گیا ہے۔ پس درود بہترین دعا ہے اور اس پر جتنا زور دیا جائے۔ اتنا ہی تھوڑا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس نکتہ کو یاد رکھ کر اگر کوئی درود پڑھیگا۔ تو اسے دعاؤں میں خاص لطف اور مزا آئے گا۔ کیونکہ اب پڑھنے والے کیلئے اس کے الفاظ کوئی چیستان اور معمے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے کیلئے کھلا ہوا راستہ ہے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے جتنی باتیں سکھائی گئی ہیں ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں انسان اپنی نادانی سے انہیں قابل اعتراض سمجھتا ہے۔ مگر وہ بڑی بڑی برکتیں اپنے اندر رکھتی ہیں۔" (الفضل 13 جنوری 1928ء)

حقوق اُخوت نہ چھوڑو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: " آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ حقوق اُخوت کو ہرگز نہ چھوڑو ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے "۔۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ **ان اللہ لا یغیر**۔۔۔ (الرعد 12) اللہ تعالیٰ کسی

حالت میں قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جب تک لوگ تبدیلی نہ کریں گے۔ ان باتوں کو سن کر یوں تو ہر شخص جواب دینے کو تیار ہو جاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں استغفار بھی کرتے ہیں۔ پھر کیوں مصائب اور ابتلاء آجاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو جو سمجھ لے وہ سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہوتا ہے سمجھا کچھ اور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانے سے اسے ماپا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہر چیز جب اپنے مقررہ وزن سے کم استعمال کی جائے تو فائدہ نہیں ہوتا۔ جو اس میں رکھا گیا ہے مثلاً ایک دوائی جو تولہ کھانی چاہیے۔ اگر تولہ کی بجائے ایک بوند استعمال کی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھالے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا؟ اور پانی کے پیالے کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا؟ ہر گز نہیں یہی حال اعمال کا ہے۔ جب تک وہ اپنے پیمانے پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے ہیں۔ یہ سنت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔(ڈائری حضرت مسیح موعود 28اپریل 1905ء)

۸۷۔ گزشتہ جلیل القدر علماء اور اولیاء نے آیت "خاتم النبیین "(۰۴:۳۳) کی تشریح میں کیا وضاحت کی ہے؟ امام اہل سنت حضرت ملا علی قاریؒ: خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو۔(الموضاعات الکبریٰ صفحہ ۲۹۲)

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتویؒ: 'عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہو گی۔۔۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدؐیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔' (تحذیر الناس صفحہ ۳، ۸۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: آنحضرت ﷺ کے اس قول 'لا نبی بعدی' سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جو نبوت اور رسالت ختم ہو گئی ہے وہ حضور ﷺ کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے۔(قرۃ العینین صفحہ ۹۱۳)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ: مطلق نبوت نہیں اُٹھائی گئی۔ محض تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔۔۔ اور آنحضرت ﷺ کے قول مبارک '**لا نبی بعدی و لا رسول**' سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۲) زوجہ رُسول ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: لوگو! آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر ہر گز یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔(تفسیر الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۴۰۲)

عالم بے بدل حضرت ابن قتیبہؒ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول آنحضرت ﷺ کے فرمان 'لا نبی بعدی' کے مخالف نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔(تاویل مختلف الاحادیث صفحہ ۶۳۲)

محدثِ اُمت امام محمد طاہر گجراتیؒ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول 'لا نبی بعدی' کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں ہو گا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۵۸)

۸۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت قرآن مجید ابتدائے آفرینش سے سنت اللہ ہے کہ جب بھی اس کے بندے اس سے دور ہو کر ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ تو رب العلمین پھر کوئی انتظام فرماتا ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اور بھولا بٹکا ہوا انسان پھر راہ راست پر آجاتا ہے مدتوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اور ہزارہا انبیاء مبعوث ہوئے اور بنی آدم کی اصلاح کرتے رہے۔ مگر انسان اپنی فطرتی کمزوری کے باعث جلد ہی یہ باتیں بھول جاتا رہا۔ اور پھر جلد ہی شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ایک دائمی اور عظیم الشان سلسلہ قائم فرمایا۔ جس کی بدولت رہتی دنیا تک بھولے بھٹکے انسان کامیابی اور فلاح کی راہ تلاش کر سکیں۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے فخر موجودات سرور کائنات حضرت محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کو ایک دائمی اور مکمل شریعت دی گئی۔ ایک ایسی کتاب جس کا ایک شوشہ تک منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور بنی نوع انسان کے لئے ایک دین اور ایک شریعت مقرر فرمائی۔ ان الدین عند اللہ الاسلام کہتے ہوئے دین اسلام کو تمام جہان کا مذہب قرار دیا۔ قرآن مجید کو انسان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمادیا کہ اب تمہاری فلاح کا راز صحیفہ میں مضمر ہے۔ اگر اس پر پوری طرح عمل پیرا ہو گے تو دین و دنیا میں فلاح پاؤ گے۔ اور اگر اسے تم نے نظر انداز کر دیا تو تمہارا حال بھی یہود و نصاریٰ کا سا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان نہ رہیں گے قرآن مجید اپنی عربی عبارت میں صحیح حالت میں موجود ہو گا۔ مگر اس کے معنی میں اختلاف ہو جائے گا۔ اور مسلمان کہلانے والوں کے ایک کثیر طبقہ کو قرآن حکیم پر ایمان ہی نہ رہے گا۔ رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ان حالات کی خبر پا کر اپنی اُمت کو بھی مطلع فرمادیا کہ میری اُمت پر

ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب ایمان ان کے دلوں سے اُٹھ چکا ہو گا۔ مسجدیں ظاہری شکل میں موجود ہونگی۔ مگر حقیقی نمازی نہ رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمادی لو کان ایمان معلقاً بالثریا لنالہٗ رجلٌ اُمن ھاء اولاءِ اگر ایمان (بعض احادیث کے مطابق قرآن) زمین سے اُٹھ کر ثریا پر جا پہنچا ہو تو بھی ایک فارسی النسل مرد میدان اسے دوبارہ زمین پر اُتار لائے گا پس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ نے بھولی بھٹکی انسانیت کو پھر سے یاد دلایا کہ تمہاری نجات کی راہ صرف اور صرف قرآن ہے۔ اگر قرآن مجید کو صحیح معنوں میں اپنا لیا جائے تو ہمارے تمام تنازعات حل ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے رُوح کی تسکین بھی اسی آسمانی کتاب میں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی خدمت قرآن کے لئے وقف کر دی۔ اور ایک ایسی جماعت قائم کی ہے جو رہتی دنیا تک اس خدمت کو جاری رکھے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت قرآن کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ الف۔ آپنے مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف توجہ دلائی۔ ب۔ آپ نے قرآن کریم کے متعلق اپنوں اور غیروں کی غلط فہمیاں دور فرمائیں۔ اور قرآن کریم کے صحیح مقام سے روشناس فرمایا۔ ج۔ عملی طور پر آپ کی خدمت قرآن یعنی اس کا ترجمہ اور تفاسیر کی۔ اور آپ کی تصانیف میں بھی قرآن کریم کی برتری ثابت کی گئی ہے۔ د۔ قرآنی تعلیم کے رواج کے لئے ایک عالمگیر سلسلہ اُخوت قائم کیا اور تمام دنیا کو قرآنی معارف سے روشناس کرایا۔ اب میں آپ کیجہ ذمت قرآن پر تفصیلاً روشنی ڈالوں گا۔ یعنی اوّل قرآن کریم سے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کا رڈ اور دوسرے حصہ میں عملی طور پر آپ کی خدمت یعنی اشاعت تعلیمات قرآنیہ۔

نمبر ا۔ آپ نے دنیا کو بتایا کہ قرآن کریم ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق پوری پوری تعلیم درج ہے۔ گذشتہ انبیاء کی کتب چونکہ مکمل نہیں تھیں اس لئے لوگوں میں قرآن کریم کے متعلق بھی یہ غلط فہمی پائی جاتی تھی کہ شاید یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلط عقیدہ کی پُرزور تردید فرمائی۔ اور خود قرآن کریم سے ہی ثابت کر دیا کہ یہ ایک جامع اور کامل کتاب ہے۔ آیت۔ الیوم اکم لت لکم دٗ ینکم کے مطابق اسلامی شریعت کا مکمل ہونا ثابت ہے۔ قرآن کریم کی صحت کے متعلق بھی اس زمانہ میں خود مسلمانوں میں شبہات پائے جاتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف کتب شائع کر کے قرآن کریم کی صحت کو تاریخی اعتبار سے ثابت کر دیا اور دُشمنان اسلام کے اس بارے میں قرآن کریم پر اعتراضات کے مدّلل جوابات دیئے۔ اور ان کا منہ بند کر دیا۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک ایسی مدّلل اور معقول کتاب ہے کہ اس نے اپنے دعویٰ کے لئے خود عقلی دلیل بیان فرمادی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں؛ ”قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اس دعویٰ کو مضبوط اور قوی دلیلوں کے ساتھ ثابت کر دیا ہے“(نورالقرآن حصہ اول ص۴)۔

نمبر ۲۔ قرآن کریم کے بارہ میں ایک اور بڑی غلط فہمی یہ پائی جاتی تھی کہ اس کی آیات میں تناقص پایا جاتا ہے بعض آیات بعض دوسری آیات کا رڈ کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے ناسخ و منسوخ کا عقیدہ پیدا ہو گیا۔ علماء نے غلط فہمی کی بناء پر ان آیات کی فہرستیں شائع کیں جو کہ منسوخ ہو چکی تھیں بعض کے خیال میں ان کی تعداد پانچ سو تک تھی۔ بعض تین سو بتاتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک ایسی آیات صرف پانچ تھی۔ بہر حال سب کا اجماع تھا کہ کچھ آیات منسوخ ضرور ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ جب بھی لوگوں کو کسی آیت کے معنے سمجھ نہیں آتے تھے۔ یا اس پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے۔ تو اسے منسوخ قرار دے دیتے۔ یہ فتنہ اس قدر زور پکڑ گیا تھا کہ اگر وقت پر اس کا علاج نہ کیا ہو تا تو خطرہ تھا کہ قرآن کریم کی کسی آیت پر بھی ایمان نہ رہے۔ اس غلط عقیدہ کی اصلاح بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت شدّ و مدّ کے ساتھ فرمائی۔۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک کی کوئی آیت، اس کا کوئی حکم، اور اس کا کوئی حرف منسوخ نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔” اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو“(ازالہ اوہام ص ۶۰)

نمبر ۳۔ پھر آپ نے یہ غلط فہمی بھی دُور فرمائی کہ قرآن کریم میں تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔ تقدیم و تاخیر کا جھگڑا مدتوں سے چل رہا تھا اور اکثر مفسرین اس کے قائل تھے حالانکہ ان پر قرآن کریم کے پورے معنی اور مطالب ابھی نہیں کھلے تھے یہ عقیدہ بھی نہایت نقصان دہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی پُرزور تردید فرمائی اور جو آیات اس ضمن میں مفسرین کی طرف سے پیش کی جاتی تھیں۔ ان کی تفسیر خود لوگوں کو سمجھائی۔ اور ثابت کیا کہ قرآنی آیات ہر لحاظ سے صحیح اور دُرست ہیں۔ کیا بلحاظ گرائمر کے، اور کیا واقعات اور اسلوبِ بیان کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں”

قرآن کریم ظاہری ترتیب کا اشد التزام رکھتا ہے اور ایک بڑا حصہ قرآنی فصاحت کا اسی سے متعلق ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ترتیب کا ملحوظ رکھنا بھی وجوہ بلاغت میں سے ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت یہی ہے"۔(تریاق القلوب ص۱۳۳حاشیہ)" ہم قرآن کی ترصیع اور ترتیب کو زیروزبر نہیں کر سکتے اور نہ اس میں اپنی طرف سے بعض فقرات ملاسکتے ہیں اگر ایسا کریں تو عند اللہ مجرم اور قابل مواخذہ ہیں"۔ (اتمام الحجہ ص ۱۵)نمبر۴۔علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ قرآن کریم میں بیان کردہ واقعات تاریخی لحاظ سے بالکل صحیح اور دُرست ہیں۔ بہت سے ایسے واقعات قرآن کریم میں موجود تھے۔ جن کی تصدیق تاریخی کتب سے نہیں ہوتی تھی۔ لیکن بعد ازاں دوبارہ تحقیق کرنے پر قرآنی واقعات ہی دُرست ثابت ہوئے۔ پرانے زمانہ میں واقعات ریکارڈ کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بہت سے واقعات کا علم قطعاًنہ تھا۔ گو بائیبل میں بہت سے واقعات کا ذکر موجود ہے۔ مگر ان میں بہت کچھ ردّوبدل ہو چکا ہے اور ابھی تک جاری ہے۔ لہٰذا ان کو تو کوئی بھی پورا صحیح نہیں مانتا۔ اور نہ ہی عقل ان میں سے بعض کو تسلیم کرتی ہے۔ مگر قرآن کریم جو واقعات بیان کرتا ہے وہ بالکل صحیح ہیں۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قصص قرآنی صرف گزشتہ واقعات ہی نہیں بلکہ انہیں پیشگوئیوں کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ نمبر ۵۔ قرآن پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہی قصہ کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی قصہ کو بار بار بیان کرنے میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اور یہ تکرار با معنی ہوتا ہے۔ مثلاً پھول ہے . اس میں آٹھ دس مختلف پتیاں دائرہ میں اپنی اپنی جگہ قائم ہوتی ہیں۔ اور سب کی سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ پھول بہت برا ہے۔ کیونکہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے اور ساری پنکھڑیاں ایک جیسی ہی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بعض امور کے تکرار کی مثال بھی اس پھول ہی کی طرح ہے۔ جس میں بہت سی ایک جیسی پتیاں پائی جاتی ہوں۔ الغرض آپ نے اس اعتراض کو بھی ردّ کر دیا اور قرآن کریم کی شان کو دوبالا کر دیا۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قصص قرآنی صرف گزشتہ واقعات ہی نہیں بلکہ انہیں پیشگوئیوں کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔" قرآن شریف میں جس قدر قصے بیان کئے گئے ہیں ان کی تحریر سے صرف یہی غرض نہیں کہ گزشتہ لوگوں کے نیک کام اور بد کام پیش کر کے ان کا انجام سنا دیا جائے۔ تا وہ رغبت یا عبرت کا ذریعہ ہوں۔ بلکہ یہ بھی غرض ہے کہ ان تمام قصوں کو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے"(چشمہ معرفت ص۱۴۸)نمبر۶۔ قرآن کریم کے متعلق ایک قابل اعتراض اور غلط خیال مسلمانوں میں قائم ہو گیا تھا۔ کہ وہ حدیث کو قرآن پر مقدم جانتے تھے۔ اور حدیث کے فیصلے کو قرآنی فیصلے پر قاضی ٹھہراتے تھے۔ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا فرقہ جو اہل حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو قرآن پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اپنی پوری عمر قرآن کریم کو حدیث پر مقدم کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اور اپنی بہت سی تصانیف میں صرف اسی مسئلہ پر بحث کی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں قرآن کا مقام پیدا کرنا یقیناً آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں ایک اُصول بھی بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی حدیث اور کسی قرآنی آیت میں تضاد پایا جاتا ہے۔ تو قرآنی آیت کو مشعلِ راہ بناؤ۔ اور ایسی حدیث کو چھوڑ دو جو قرآن کریم کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ اس کا ایک ایک شوشہ صحیح ہے۔ لیکن احادیث کے متعلق ایسی کوئی ضمانت نہیں۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک حدیثوں پر بھی قاضی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:" یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے ۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی"۔(کشتی نوح ص۹۵) ۔دوم۔ اب خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عملی خدمت قرآن کا ذکر کرتا ہے۔ آپ نے سب سے بڑی خدمت قرآن یہ کی ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے صحیح معانی سے نسل انسانی کو آگاہ فرمایا ہے قرآن کریم حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ آپ کی احادیث قرآن کریم کی تفسیر کا رنگ رکھتی ہیں۔ مگر احادیث صحیحہ میں معدودے چند آیات کی تفسیر ہے مسلمان مفسرین نے تفاسیر لکھی ہیں مگر ان کے آپس میں بہت سے اختلافات، نقائص اور کمیاں ہیں جن کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ یہ ضروری تھا کہ بعض صحیح اصولوں کے

مطابق تفسیر لکھی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل اصول وضع فرمائے ہیں۔

الف۔ قرآن کریم کا کوئی لفظ بے فائدہ یا بے معنی نہیں ہے۔ زائد لفظ کوئی نہیں، ہر لفظ ایک معنی اور حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارے عقیدہ اور تجربہ کے مطابق قرآن مجید نے انسانوں کی تمام دینی ضرورتوں کے متعلق کامل اور جامع تعلیم دے دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے؛ ”تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔“ (کشتی نوح ص۲۴) ”قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا“۔ (چشمہ معرفت ص۷۲) ب۔ قرآن کریم میں جو واقعات درج کئے گئے ہیں وہ محض پرانے قصے نہیں ہیں بلکہ آئندہ زمانے کے لئے پیشگوئیاں ہیں نیز ہمارے عبرت حاصل کرنے کے لئے اسباق ہیں ج۔ قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی جائے جو دوسری آیات سے موید ہو۔ س۔ قرآن کریم کے مطالب بیان کرنے کے لئے آپ نے ایک بڑا گُر یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق پیدا کرو اور اُسی سے دُعا کرو۔ کہ وہ خود ہی اپنی کتاب کے مطالب کھول دے۔ لایمسّہ الّا المطّھرون۔ آپ نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مجھ پر قرآن کریم کے مطالب کھولے ہیں۔ اور تمام دنیا کو جو آپؑ نے تفسیر نویسی کے مقابلہ کے چیلنج دیئے ہیں۔ وہ اس دعویٰ کا بیّن ثبوت ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر رنگ میں قرآن کریم کی عظیم الشان خدمت کی ہے۔ آپ نے قرآن مجید کے معانی بیان کرنے اور ان کے اصولوں کے بیان کرنے کے علاوہ اور بھی ہر ممکن ذریعہ سے قرآن کی خدمت کی ہے مثلاً آپ نے عربی زبان کو ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی ہے عربی زبان کو اُمّ الالسنہ ہونا ثابت فرمایا۔ اپنی جماعت کو عربی پڑھنے کی تلقین عمر بھر کرتے رہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک کی زبان یعنی عربی زبان کامل زبان ہے۔ بلکہ اُم الالسنہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں؛ ”کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اُترنا ضروری تھا۔ کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا۔ لہذا قرآن شریف عربی زبان میں اُترا۔ جو اپنے ہر ایک پہلو کے روسے کامل ہے“ (آریہ دھرم ص۸ حاشیہ) ”سبحان الّذی جعل العربیۃ اُمّ الالسنۃ کما جعل مکّۃ اُممّ القریٰ و جعل رسولنا خاتم النبین“ (انجام آتھم ص۲۵۸) چنانچہ عربی دان پیدا کرنے کے لئے آپ نے قادیان میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا۔ اسی طرح آپ نے قرآن کریم کی خدمت اس رنگ میں بھی کی ہے کہ ایک ایسی جماعت قائم فرمائی ہے جس کا کام ہی یہ ہے کہ اوّل۔ وہ خود قرآن کے مطالب سمجھیں۔ دوم۔ ان پر عمل کریں۔

سوم۔ دوسروں کو اس کے مطالب سمجھائیں۔ چہارم۔ دوسروں سے بھی قرآنی احکام پر عمل کروائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے متعلق اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی۔ ”قرآن مجید کو مہجور کی طرح نہ چھوڑدو۔ تمہاری اس میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا“۔ (کشتی نوح) پس جماعت احمدیہ آج اسلام کی جو خدمت کر رہی ہے۔ یہ کام دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی شروع کیا ہوا ہے۔ اور اس پودے کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی لگایا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم سے حقیقی عشق تھا۔ پس اسی وجہ سے آپ ہر وقت قرآن ہی کا ذکر زبان پر رکھتے تھے۔ آپ کی تحریرات اور آپ کی تقاریر اس بات کی شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی نظمیں بھی قرآن کریم کی مدح میں لکھی ہیں یہ امر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مسلمانوں میں ہزارہا شاعر گزرے ہیں لیکن آج تک کسی کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ قرآن کریم کی مدح میں کوئی نظم لکھیں اور بیسیوں اشعار قرآن کریم کی مدح میں لکھے۔ جن میں سے مشتے از خردارے ایک شعر پیش کرتا ہوں۔۔۔

جمال وحسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے۔

پھر اس مرد حق کی مطیع جماعت کاروان خلافت کے سائے تلے عرصہ ایک صد سال سے قرآن کی خدمت کی جوت دل میں جگائے چہار وانگ عالم میں اپنی بے مائیگی کے باوجود ان اسلامی (نام نہاد ممالک جو تیل جیسی دولت سے مالا مال ہیں)

ممالک کے مقابلہ میں شب و روز سرگرم عمل ہے۔ دو صد ۲۰۰ ممالک کی ہزار ہا جماعتوں کی مساجد اور مدرسہ جات میں درس قرآن کریم کو یقینی بنائے ہوئے ہے۔ اور اب تک پوری کوشش سے ستر بڑی زبانوں میں قرآن کریم کے مکمل ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اور ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ اہم زبانوں میں قرآن کریم کی اہم آیات کا ترجم کر رہی ہے۔ ان سب مقامی زبانوں میں لفظی ترجمہ کرنے میں پیش پیش ہے۔ قرآنی عالم بنانے کے لئے سب برّ اعظموں کے سب اہم ممالک میں دس جامعات احمدیہ قائم ہو چکی ہیں۔ اور سالانہ سینکڑوں علماء قرآن بن رہے ہیں۔ اب جدید وسائل نشرواشاعت سے استفادہ کرتے ہوئے اشاعت قرآن کریم میں ہزار گنا تیزی آ چکی۔ سینکڑوں روزنامے، ہفت روزے، سہ ماہی مجلہ جات سب ممالک میں شان قرآن بیان کرنے میں مصروف عمل ہیں ایم ٹی اے انٹرنیشنل ٹی وی کے تینوں چینلز مسلسل انوار خلافت کی روشنی میں شب و روز اشاعت قرآن کے لئے کمر کسے ہوئے ہے۔ ان ساری کوششوں کا سہرا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی سر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے قرآن مجید کے درس و تدریس اور دوستوں کے اندر قرآنی علوم سیکھنے کا شغف پیدا کرنے کا فریضہ احسن رنگ میں سرانجام دیا۔ ان کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ سے قرآنی علوم سیکھے اور دنیا کو چیلنج پیش کیا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی تفسیر اور اسکے معارف اور حقائق و لطائف بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر لے۔ نیز آپ نے معرکۃ الآرا تفسیر کبیر پیش کر کے مصلح موعود ہونے کا حق ادا کر دیا۔ پھر ان کے بعد حضرت ناصر دینؒ نے تو ساری دنیا کے دورہ جات کر کے قرآن کریم کو دنیا کی مزید بڑی زبانوں میں ترجمہ کروا کر ہر بڑے ہوٹل اور گھر گھر پہنچانے کا پروگرام بنایا۔

حضرت خلیفہ رابع رحمۃ اللہ ابن مریم نے تو اس عظیم کام کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ اب ہمارے پیارے آقا امیر المومنین حضرت مسرور احمد ایدہ اللہ بنصر العزیز اس اہم کام کو مزید نئی زبانوں میں اس بابرکت کام کو وسعت دینے میں شب و روز اپنے انصار و خدام کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی بہت عظیم الشان خدمت کی ہے۔ جس کی نظیر چودہ سو برس میں ملنا بہت مشکل ہے۔ یہ آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہی تو ہے کہ قرآن جسے لوگ نظر انداز کر چکے تھے اور گویا اس زمین سے اُٹھ گیا ہوا تھا۔ وہ پھر اس زمین پر اُتارا گیا ہے اور آقائے دوجہاں کی یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی ہے کہ **لوکان القرآن معلقاً باالثریا لنالہ رجالاً منھا او لئی**۔ واقعی قرآن کرّہ ارض سے اُٹھ چکا تھا۔ مگر اس فارسی النسل جوان کی ہمت اور کوششوں کے نتیجہ میں آج دوبارہ دنیا میں رائج ہو گیا۔

****



رُوح کے متعلق نظریہ اسلام

تحریر:۔ رانا عبد الرزاق خاں

روح کے متعلق سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کون ہے۔ اور دراصل اسی سوال کا جواب روح کی زندگی اور اس کی قوتوں کا فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔ اور یہ خود بخود پیدا ہوئی اور اپنے آپ زندہ ہے۔ تو پھر یہ مان لینا بھی قرینِ قیاس ہے کہ اس کے اندر بے پناہ قوتیں ہیں۔ وہ جو چاہے کر سکتی ہے اور جب چاہے بڑے سے بڑا کام انجام دے سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس کی پیدائش کسی اور ہستی کے حکم سے ہے اور اس کی زندگی اور موت اور عملی قوتوں کا اختیار کسی بالا ہستی کے قبضہ اقتدار میں ہے تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ روح کی طاقتیں محدود ہیں۔ اور اس کی زندگی موت کا فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ سے اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں جواب دیا۔ قُلِ الرُوحُ اَمرِ رَبِّی ط یعنی اے رسول لوگ تجھ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی ہے) (سورۃ اسرائیل آیت ۸۶) قرآن کریم کے اس جواب نے روح کو ایک مخلوق اور پابند چیز کا درجہ دے دیا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی عمل کی حدود متعین کرنے والی ہستی موجود ہے۔ لہٰذا سب سے پہلا اختلاف جو اسلام دوسرے نظریات سے روح کے بارہ میں رکھتا ہے وہ اس کی پیدائش کا ہے۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہو گا کہ روح کی پیدائش کس طرح ہوئی تو اس کا جواب قرآن کریم نے اس آیت میں دیا ہے۔ (سورۃ المومنون آیت ۱۳ تا ۱۵) یعنی ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر اس کو ایک قرار گاہ میں نطفہ کے طور پر رکھا۔ پھر نطفہ کو ترقی دے کر ایسی شکل کر دی کہ وہ چمٹنے والا وجود بن گیا۔ پھر اس چمٹنے والے وجود کو ایک بوٹی بنا دیا۔ پھر اس بوٹی کو ہم نے ہڈیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا اور پھر اس وجود کو ایک نئی مخلوق کی صورت میں بنا کر کھڑا کیا۔ پس لوگو دیکھو کہ تمہارا خدا کیسا بابرکت اور کیسا بہترین خالق ہے (سورۃ مومنون آیت ۱۳۔۱۵) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم اور روح کی پیدائش کو نہایت لطیف رنگ میں اس کے مختلف مدارج کی تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اوّلاً ان آیات میں جسم کی پیدائش کو مٹی کےخلاصہ سے لے کر نطفہ اور پھر ڈھیلے ڈھالے لوتھڑے اور پھر پیوست بوٹی اور پھر گوشت پوست کے خول تک درجہ بدرجہ مکمل کر نا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد روح کی پیدائش کو اسی جسم میں سے خلقاًخَر (یعنی ایک نئی پیدائش) کے الفاظ سے ذکر کرتے ہوئے اور اس کے ساتھ منشا ئہٗ (یعنی بنا کھڑا کیا) کا لفظ رکھ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ انسان میں روح ہی ہے جو انسان کو دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ گویا جسم روح ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے۔ جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور رافع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے قرآن کریم کی رو سے اب تک دہ باتیں بیان کی ہیں۔ اول۔ یہ کہ روح کا خالق و مالک خدا تعالیٰ ہے۔ دوم۔ روح جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے جو اندر ہی پیدا ہوتا اور ترقی کرتا اور انسانی جسم کو ایک جلا بخشتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کی زندگی کس قدر ہے؟ کیا وہ جسم کی موت کے ساتھ ہی مر جاتا ہے۔ یا اِس جسم کے بعد بھی زندہ رہتی ہے؟ روح مخلوق ہے اس لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر فنا بھی آنی چاہیئے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ روح واقعی فنا پذیر ہے کیونکہ جو چیز اپنی صفات کو چھوڑتی ہے اس کو فانی کہا جائے گا۔ کیونکہ کوئی دوا اپنی تاثیر بالکل چھوڑ دے تو ہم کہیں گے کہ دوا مر گئی ہے۔ ایسا ہی روح میں یہ امر ثابت ہے کہ بعض حالات میں وہ اپنی صفات چھوڑ دیتی ہے۔ بلکہ اس پر جسم سے بھی زیادہ تغیرات وارد ہوتے ہیں۔ ان ہی تغیرات کے وقت جب کہ روح اپنی صفات سے دور ہٹ جاتی ہے تو کہا جاتا ہے۔ کہ روح مر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے صرف ان انسانی روحوں کو جسم سے الگ ہونے کے بعد زندہ قرار دیا ہے۔ جن میں وہ صفات موجود تھے جو کہ اصل غرض و غائت ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی کامل محبت اور اسکی کامل اطاعت جو انسانی روح کی جان ہے۔ جب کوئی مدح خدا تعالیٰ کی محبت سے پُر ہو کر اور اس کی راہ میں قربان ہو کر دنیا سے جاتی ہے تو اسی کو زندہ روح کہا جاتا ہے۔ باقی سب مُردہ روحیں ہیں۔ روح کا اپنی صفات سے الگ ہونا اس کی موت ہے۔ چنانچہ خواب کی دنیا میں یہی ہے۔ جسم انسانی خواب کی حالت میں گویا مرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ روح بھی مر جاتی ہے۔ یعنی اپنی وہ صفات جو بیداری کی حالت میں تھیں انہیں چھوڑ دیتی ہے۔ اسی کا نام موت ہے۔ ورنہ یوں تو انسانی جسم مرنے کے بعد بھی بالکل فنا نہیں ہو جاتا صرف زندگی کی صفات کا تعطل اسے موت کا نام دیتا ہے۔ اسی طرح روح کی موت سے مراد صفات کا معطل ہونا ہی ہے۔ قرآن کریم روح کا کوئی ذاتی اختیار تسلیم نہیں کرتا۔ روحیں خدا تعالیٰ کے اذن سے پیدا ہوتی اور اسی کے حکم سے فنا ہوتی ہیں چنانچہ سورۃ الزمر میں فرمایا۔ (الزمر آیت ۴۳) یعنی خدا تعالیٰ جانوں کو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ یعنی وہ جانیں بے خود ہو کر الٰہی تصرف اور قبضہ میں اپنی موت کے وقت آ جاتی ہیں۔ اور زندگی کی خود اختیاری اور خود شناسی ان سے جاتی رہتی ہے۔ اور موت ان پر وارد ہو جاتی ہے۔ یعنی بکلی وہ روحیں نیست کی طرح ہو جاتی ہیں۔ اور صفاتِ حیات زائل ہو جاتی ہے۔ اور ایسی روح جو دراصل مرتی نہیں مگر مرنے کے مشابہ ہوتی ہے وہ روح کی وہ حالت ہے کہ

جب انسان سوتا ہے تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے۔اور ایسی حالت میں بھی روح خدا تعالیٰ کے قبضہ اور تصرف میں آجاتی ہے۔ اور ایسا تغیر اس پر وارد ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی اس کی دنیاوی شعور اور ادراک کی حالت اس کے اندر باقی نہیں رہتی۔غرض موت اور خواب دونوں حالتوں میں خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہو جاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خود اختیاری اور خود شناسی ہے۔بکلی جاتی رہتی ہے۔پھر خدا ایسی روح کو جس پر در حقیقت موت وارد کر دی ہے۔واپس جانے سے روک رکھتا ہے۔اور وہ روح جس پر اس نے در حقیقت موت وارد نہیں کی پھر ایک مقررہ وقت تک دنیا کی طرف واپس کر دیتا ہے۔اس ہمارے کاروبار میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر اور سوچ کرنے والے ہیں(الزمر آیت ۴۳)۔اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جیسی جسم پر موت وارد ہوتی ہے ایسی ہی روحوں پر بھی آتی ہے۔لیکن قرآن سے ثابت ہے کہ ابرار اور اغیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں۔کوئی تین دن کے بعد ،کوئی ہفتے کے بعد اور کوئی چالیس دن کے بعد۔اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسائش اور لذت کی ان کو ملتی ہے۔یہی حیات ہے۔جس کو حاصل کرنے کے لئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق وصفا کے ساتھ خداتعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔اور نفسانی تاریکیوں سے باہر آنے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہیں۔گویا مر ہی جاتے ہیں غرض جیسا کہ آیتہ موصوفہ بالا بیان فرما رہی ہے روح کو بھی موت ہے جیسا کہ جسم کو۔اگرچہ اس عالم کی نہایت مخفی کیفیتیں اس رویا میں ظاہر نہیں ہوتیں لیکن بلاشبہ عالم رویا یعنی خواب کا عالم اس عالم کے لئے ایک نمونہ ہے اور جو موت اس عالم میں روح پر وارد ہوتی ہے اس موت کا نمونہ عالم خواب میں بھی پایا جاتا ہے۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔کہ معاً آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی روح کی تمام صفات اُلٹ پلٹ ہو جاتی ہیں۔اور اس بیداری کا تمام سلسلہ فراموش ہو جاتا ہے۔اور تمام روحانی صفات اور تمام علوم جو ہماری روح میں تھے کالعدم ہو جاتے ہیں۔اور حالت خواب وہ نظارے روح کے ہمارے پیش نظر آجاتے ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ ہماری روح کچھ اور ہی ہے۔اور تمام صفات اس کے جو بیداری میں تھے کھوئے گئے ہیں۔اور یہ ایک ایسی حالت ہے جو موت کے مشابہ بلکہ ایک قسم کی موت ہے۔اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ موت جو جسم کی موت کے ساتھ روح پر وارد ہوتی ہے وہ ایسی موت کے ساتھ مشابہ ہے جو نیند کی حالت میں روح پر وارد ہوتی ہے مگر وہ موت اس موت کی نسبت بہت بھاری ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔کُلّ شیَءٍ ھَالکُ الاّ وجھَہٗ یعنی ہر ایک چیز معرض ہلاکت میں ہے۔اور مرنے والی ہے بجز خدا کی ذات کے۔کہ وہ موت سے پاک ہے۔اور اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا۔کُلُ مَن عَلَیھا فَانٍکہ یعنی ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا۔پس جیسا کہ خدا نے اس آیت میں کہ خلق کل شیءٍ ہے۔لفظ کُل کے ساتھ جو احاطہ تامہ کے لئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے سوا ہے۔مخلوق میں داخل کر دیا۔ایسا ہی اس لفظ کل کے ساتھ اس آیت میں جو کُلّ شیَءٍ ھَالِکُ الاّ وجھَہٗ ہے اور اس آیت میں کہ کُلُ مَن عَلیھاَ فاَنہ ہے ہر ایک چیز کے لئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی پس جیسا کہ جسمی تراکیب میں انحلال ہو کر جسم پر موت آتی ہے ایسا ہی روحانی صفات میں تغیرات پیدا ہو کر روح پر موت آجاتی ہے لیکن جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہو کر مرتے ہیں۔وہ بباعث اس استیصال کے جو ان کو حضرت عزت سے ہو جاتا ہے دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں َ۔اور ان کی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل ہوتی ہے۔اور پلید روحوں میں بھی عذاب دینے کے لئے ایک حس پیدا کی جاتی ہے مگر وہ نہ مردوں میں داخل ہوتے ہیں نہ زندوں میں جیسا کہ ایک شخص جب سخت درد میں مبتلا ہوتا ہے۔تو بد حواسی کی زندگی اس کے لئے موت کے برابر ہوتی ہے۔اور زمین و آسمان اس کی نظر میں تاریک دکھائی دیتے ہیں انہی کے بارہ میں خداتعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔اِنّہٗ مَن یّاَتِ رَبَہٗ مُجرماً فَانَّ لَہٗ جَھَنم ط لَا یموتُ فیھاَ وَ لا یحیٰO"یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کے لئے جہنم ہے۔وہ اس جہنم میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا"۔اور خود انسان جب کہ اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی روح پر بیداری اور خواب میں تغیرات آتے رہتے ھیں۔تو بالضرور اسے ماننا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح روح بھی تغیر پذیر ہے۔اور موت صرف تغیر اور سلب صفات کا نام ہے۔ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے۔لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔اسی کی طرف اللہ تعالی قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔جیسا کہ وہ کہتا ہے۔وَفی اَنفُسِکُم اَفَلاَ تُبصرون یعنی کیا تم اپنی جانوں پر غور نہیں کرتے۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح میں بڑے بڑے عجیب و غریب خواص اور تغیرات رکھے گئے ہیں۔کہ وہ اجسام میں نہیں۔اور روحوں پر غور کر کے جلد تر انسان اپنے رب کی شناخت کرتے ہیں۔جس قدر تغیرات اجسام پر آتے ہیں۔انسان زیادہ تر ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔چونکہ جسمانی چیزیں جلد تر عادت میں داخل ہو جاتی ہیں۔لیکن روح کے تغیرات خاص کر مجاہدات کے وقت اور عالم کشف کی حالت میں ایسی عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالیٰ کا چہرہ دکھا دیتی ہیں۔اور معرفت کی منازل طے کرنے والے ہر یک اپنے مرتبہ میں ترقی کرتے وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پہلی حالت روح کی گویا ایک موت تھی۔اور جو دوسری حالت میں روح کو علم اور ادراک کا حصہ نصیب ہوا۔جو وہ پہلی حالت میں ہر گز نہ تھا۔بلکہ

ظاہری علوم کی تحصیل کرنے والے بھی اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ روح بچپن کی حالت میں کس نیند میں غرق تھی۔ اور جب ان کو بہت علوم سے حصہ ملا تو کیسی نئی روشنی اس کے اندر آگئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ مَن عرف نفسہُ فقد عرف ربہٗ جس نے اپنے نفس کو شناخت کر لیا اس نے اپنے رب کو شناخت کر لیا۔ پھر ایک جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلستُ بِربّکُم قالو بلیٰ 'یعنی میں نے روحوں کو پوچھا کہ کیا میں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں تو تمام روحوں نے یہی جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روحوں کی فطرت میں بھی نقش مرکوز ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں۔ اور پھر انسان غفلت کی تاریکی میں پڑ کر اور پلید تعلیموں سے متاثر ہو کر کوئی دہریہ بن جاتا ہے اور کوئی آریہ۔ اور اپنی فطرت کے مخالف اپنے پیدا کنندہ سے انکار کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے باپ اور ماں کی محبت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض بچے ماں کے مرنے کے بعد مر جاتے ہیں۔ پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت میں چھڑک دیا ہے۔ اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور پردہ غفلت دور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے۔ جو ان کی محبت الٰہی میں دیوانہ بنا رہتا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں۔ کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا۔ اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے۔ اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق روح دراصل جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے۔ جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور ارفع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ اور آریہ سماج کی طرح یہ خیال ہرگز درست نہیں۔ کہ روح ایک بیرونی چیز ہے۔ جو باہر سے آکر انسانی جسم کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ پس جب روح انسانی جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ حصہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا تعلق جسم کے ساتھ جو اس کے لئے بطور بیج یا باپ کے ہے۔ کبھی بھی کامل طور پر منقطع نہیں ہو سکتا۔ اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور قائم رہتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کے مرنے اور روح پرواز کر جانے اور اس کے جسم کے بظاہر کلی طور پر فنا ہو جانے کے بعد بھی اس کے جسم کے نہ نظر آنے والا حصہ جسے گویا ایٹم یا مالیکیول کہہ سکتے ہیں محفوظ رہتا ہے۔ اور اس حدیث میں اس حصہ کو عجب الذنب یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اسفل ترین حصہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے مرنے والوں کی قبروں کے ساتھ ان کی روحوں کا کسی نہ کسی رنگ میں رابطہ تسلیم شدہ ہے۔ اور اکثر اولیاء اور صلحاء کا تجربہ ہے کہ جب وہ کسی فوت شدہ بزرگ کی قبر پر جا کر توجہ سے دعا کرتے ہیں۔ تو بعض اوقات کشفی حالت میں صاحبِ قبر کی روح کے ساتھ ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کشف اور خواب بالکل جداگانہ چیزیں ہیں۔ کیونکہ خواب نیند کی حالت میں آتی ہے۔ اور کشف بیداری کی حالت میں ہوتا ہے جبکہ کشف دیکھنے والوں کی آنکھوں پر سے مادی پردے اُٹھا کر اُسے کوئی غیبی نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ اور یہ نظارہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ جیسے مادی آنکھوں کے سامنے کوئی سینما کی تصویر پھر جاتی ہے۔ اس جگہ یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ اسلامی محاورہ میں قبر سے ہمیشہ مٹی کے ڈھیر والی مصروف قبر ہی مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے وہ مقام مراد ہوتا ہے۔ جہاں مرنے کے بعد اور حشر نشر سے پہلے انسانی روح رکھی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقبَرَهٗ (سورۃ عبس آیت ۳۳)" یعنی خدا تعالیٰ ہر انسان پر موت وارد کرتا ہے اور پھر اسے اس کی قبر میں رکھتا ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر انسان کو یہ مٹی کے ڈھیر والی قبر نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ کروڑوں انسانوں کے مردے جلائے جاتے ہیں۔ لاکھوں ڈوب مرتے ہیں۔ ہزاروں انسانوں کو جنگل کے درندے کھا کر ختم کر دیتے ہیں۔ تو پھر ہر انسان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا قبر میں رکھتا ہے۔؟ یقیناً یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ حدیث میں صراحت آتی ہے:۔ قبر سے مراد وہ قیام گاہ لی جائے جہاں مرنے کے بعد کامل حساب کتاب سے پہلے انسان کی روح رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ انہی معنوں میں حضور ﷺ نے عذاب النار سے ممتاز کر کے عذاب قبر کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ جس سے ناواقف یا ظاہر پرست لوگوں نے یہ ظاہری قبر مراد لی ہے۔ حالانکہ یہ وہی مقام ہے جسے دوسری اصطلاح میں قرآن مجید نے برزخ کا نام دیا ہے۔ جو حشر نشر سے قبل ایک درمیانی زمانہ کا مقام ہے۔ مرنے والی روحوں کا تعلق دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں اسی وقت تک قائم رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ قبر یعنی برزخ کے زمانہ میں رہتی ہے۔ اس کے بعد یہ تعلق ختم ہو کر کامل طور پر اُخروی زندگی شروع ہو جائے گی۔ اس سوال کا جواب کہ آیا وفات یافتہ ارواح سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے:۔ یسءَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ ط قُلِ الرُّوحُ اَمرِرَبِّیْ وَمااُوتیتم من العلم الا قلیلاO (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۶) یعنی اے رسول لوگ تجھ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی ہے) مگر اے لوگو تمہیں اس بارہ میں بہت کم علم دیا گیا ہے۔ یعنی تمہاری معلومات کا اکثر حصہ محض تخیل پر ہے اور صحیح معلومات بہت کم ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ

روحوں سے ملاقات تو ممکن ہے مگر اسطرح نہیں کہ جس نے جب چاہا کسی مرنے والے کی روح کو بلا کر بات چیت کرلی۔ یہ نظریہ تو سراسر قرآنی تعلیم کے خلاف ہے جو اس دنیا اور اُس دنیا کے درمیان ایک برزخ یعنی روک اور اوٹ کا قائل ہے۔ اور صراحت کے ساتھ فرماتا ہے۔ کہ روحوں کے ساتھ زندوں کا رابطہ صرف اذن الٰہی سے ممکن ہے۔ اس کے بغیر ہرگز نہیں۔ دنیا بھر کے انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسے واقعات سے معمور ہے کہ دعا اور توجہ کرنے پر اذن الہیٰ سے ملاقات ہو گئی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب اُحد کے میدان میں آپ ﷺ کے صحابیؓ شہید ہو گئے تو ایک کشفی انکشاف کی بناء پر آپ ﷺ نے انکے جواں سال بیٹے جابرؓ سے ازراہِ دلداری فرمایا کہ کہ جب تمہارے والد شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی سے خوش ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔ حضرت جابرؓ کے والد عبد اللہؓ نے عرض کیا کہ خدایا! تیری کسی نعمت کی کوئی کمی نہیں مگر یہ تڑپ ضرور ہے کہ پھر زندہ ہو کر جاؤں اور پھر تیرے رستہ میں جان دوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر ہم ایک ازلی ابدی عہد کر چکے ہیں۔ جو قرآن کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ اِنَّھُم لا یَرجِعُون یعنی مرنے والے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے۔ (ترمذی و ابن ماجہ) اسی طرح بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے ایک عرب قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ یعنی خدا کی قسم میں نے حضرت رسول پاک ﷺ کے حسن وجمال کو اپنے اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ مکان کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے آغاز جوانی میں آپ ﷺ کا روئے مبارک دیکھا اور پھر آپ ﷺ نے عین بیداری کی حالت میں مجھے مکرّر ملاقات کا شرف بخشا"۔ (آئینہ کمالات اسلام) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "میری بارہا کشفی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور انہوں نے ایک ہی دستر خوان پر میرے ساتھ کھانا کھایا" (نور الحق حصہ اوّل) اسی قسم کے ہزاروں واقعات اسلام کی تاریخ میں اور قبل از اسلام کے زمانہ میں روحانی لوگوں کے حالات زندگی میں ملتے ہیں۔ جن سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سب کشفی نظارے ہیں۔ جن میں خدا کے اذن سے مرنے والوں کی روحوں سے زندہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس مضمون کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ صرف وہ روح اس جسم کے مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے۔ جس کا اپنے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ جو اس کی محبت اور کامل اطاعت میں قربان ہو جاتی ہے۔ صرف وہ روح زندہ ہے اور باقی تمام مردہ۔ مردہ ارواح کی نئی زندگی اور پھر ارتقاء کے لئے اگلے جہان میں جہنم مقرر ہے۔ اسی لئے اسلام نے جہنم کو بطور علاج گاہ بیان فرمایا ہے۔ اسلئے وہ زمانی طور پر محدود ہے۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ایک شعر میں اسلام کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔

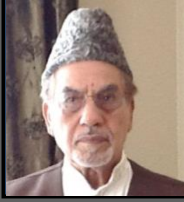
اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا۔۔۔ترک رضائے خویش پے مرضیء خدا

اسلام اپنے ماننے والوں کو اس معراج پر لے جانا چاہتا ہے یہ وہ مقام ہے جب انسان کسی سے محبت رکھتا ہے تو اس کے لئے خدا اس سے محبت رکھتا ہے۔ اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اس لئے خدا بھی اس سے نفرت کرتا ہے اس مرتبہ پر پہنچ کر انسان اپنے رب میں محو ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا اور چلنا پھرنا ہر بات اپنے رب کی رضا کے لئے ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا۔ **اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** ترجمہ۔ یعنی میری نماز اور میری قربانی وصدقات اور زندگی اور موت ہر چیز اپنے رب کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ یہ جذبات کسی دل میں پیدا ہو جائیں اور وہ اپنا تن من اور دھن اپنے خالق اور مالک کے سپرد کردے۔ تو اس کی روح کو اک جلا ملتی ہے۔، ایک نور عطا ہوتا ہے۔ اور ایک بلندی اور رفعت دی جاتی ہے۔ اسی کا نام اسلام روحانیت رکھتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر روح میں ہمیشہ کی زندگی کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور ایسا وجود نافع الناس بن جاتا ہے۔ اگر دنیا اسلام کے اس اصول کو سمجھ لے اور اس پر عمل کرے تو دنیا میں دائمی امن امان اور شانتی وسکون پیدا ہو سکتا ہے۔ اور یہی اسلام کا پیش کردہ حل ہے جو دنیا کو موجودہ حالت میں ہمیشہ کے لئے امن و سکون کا پیغام دیتا ہے۔

عجائبات روح حضرت امام عصر کے تجربات کی روشنی میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تالیف " سرمہ چشم آریہ" مسئلہ شق القمر اور عالم ارواح کے باب میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ارواح کو جناب الٰہی سے بے حد قوتیں ودیعت فرمائی گئی ہیں مثلاً مورد الہام ہونا، اجسام سے مل کر نئے خواص کا ظہور، مقناطیسی قوت، مردہ جسم کی خاک سے تعلق اور رابطہ جو ارباب کشوف کو عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت نے اپنے تجربات کی روشنی میں انکشاف فرمایا کہ بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں سے ایک چیز کو صاف صاف دیکھتا بلکہ آواز بھی سُن لیتا ہے۔ ارواح سے ملاقات کرتا ہے۔ یہ ملاقات نیک اور بد دونوں قسم کی روحوں سے ممکن ہو سکتی ہے۔ اور فرمایا کہ اس کتاب کا مولف ان امور میں صاحب تجربہ ہے۔۔ اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں۔۔۔ حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں۔۔ ماخوذ۔

دیباچہ از محترم پروفیسر ناصر احمد پرویز پروازی کتاب "ملاحظات نیاز فتح پوری"



مولانا محمد اجمل شاہد

برصغیر ہند میں بیسویں صدی کے جن ادبا اور علماء نے اپنے علم و فضل سے علمی اور ادبی دنیا میں نام پیدا کیا ان میں علامہ نیاز فتحپوری ایک نام بہت نمایاں ہے۔ نیاز فتحپوری 1884ء میں پیدا ہوئے۔ مبدا فیض سے غیر معمولی قبل از وقت پختہ ہو جانے والی طبیعت لے کر آئے تھے اس لئے مکتبی تعلیم میں اپنے ہم عصروں سے بہت آگے تھے۔ اس نے انہیں آگے چل کر قدامت پرستی کا، خواہ وہ مذہب سے متعلق ہو یا کسی ذہنی رجعت پسندی سے، مخالف بنا دیا۔ مدرسہ میں جس استاد سے واسطہ پڑا وہ سراپا ہیبت و جبروت اور یکسر تقشف و عبوس تھے۔ اس صورت حال نے ان کی ذہنیت میں مذہب و مذہبیت و جبرت سے انحراف پیدا کر دیا۔

نیاز فتحپوری نے مدرسہ اسلامیہ میں عربی کے درس نظامی کا درس لیا اور گھر پر والدہ سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ فتحپور سے لکھنؤ منتقل ہو جانے کے بعد بھی ان کے مذہبی ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ خود لکھتے ہیں: "میرا تجربہ مولویوں کے باب میں تلخ سے تلخ تر ہوتا گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اس طبقہ کی طرف میں کبھی مائل نہیں ہو سکتا۔ ان کی رعونت کا تقشف، ان کا فرعونی انداز گفتگو، ان کا یہ عقیدہ کہ مذہب کو عقل سے کوئی لگاؤ نہیں، میں بار بار یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ اگر واقعی مذہبی تعلیم کا نتیجہ ہے تو مذہب سے زیادہ نامعقول چیز دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس سلسلہ میں مجھے مذہب کے تقابلی مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔"جوں جوں زمانہ گزرتا گیا میں اس جماعت (مولویوں کی جماعت) اور اس جماعت کے بنائے ہوئے اسلام سے متنفر ہوتا گیا اور میرا یہ جذبہ 'نگار' کے اجزاء کے بعد اس حد تک شدید ہو گیا کہ آخر کار میں نے اس جماعت کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا۔ ان کے عقائد اور ان کے اخلاق پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک کے مولوی میرے دشمن ہو گئے اور مختلف مقامات سے میرے خلاف توہین مذہب کے مقدمات دائر کرنے کی تدبیریں شروع ہو گئیں۔ تقسیم ہند کے بعد جب مولویوں کا زور کچھ کم ہوا تو میرے خلاف ہنگامۂ دارو گیر کی نوعیت بدل گئی۔ لیکن یہ فضا اب تک قائم ہے کہ مجھ ملحد و کافر کا ذکر جب کسی محفل میں آتا ہے تو ان کی پیشانیوں پر اب بھی بل پڑ جاتے ہیں مختصر یہ کہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اثر میں نے جن کا لیا وہ مولویوں کی جماعت تھی۔ لیکن یہ اثر بالکل منفی تھا۔ یعنی میں ان سے متاثر تو ہوا لیکن یہ تاثر ایک نوع سے انکاری تاثر تھا۔ اس لئے اس لحاظ سے میں ان کا شکر گزار ہوں کہ اگر ان سے مجھے واسطہ نہ پڑتا تو نہ میں اپنے مذہبی مطالعہ میں وسعت پیدا کر سکتا اور نہ مسائل مذہب میں صرف عقلی کا سلیقہ مجھ میں پیدا ہوتا۔ (نیاز فتحپوری کے خودنوشت حالات مندرجہ شخصیات وواقعات جنہوں نے مجھے متاثر کیا۔ شائع کردہ: خدا بخش اورئنٹل لائبریری، پٹنہ صفحہ 95و97) مولانا نیاز فتحپوری کی یہ تحریر بہترین سال کی عمر کی تحریر ہے اور میں سمجھتا ہوں ملاحظات نیاز کے پس منظر کو سمجھنے کیلئے اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ میں مولانا محمد اجمل شاہد صاحب کی مرتبہ ملاحظات نیاز کے دیباچہ کے طور پر اسے قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ (پرویز پروازی)

طبع ثانی

"ملاحظات نیاز فتحپوری" آج سے تقریباً نصف صدی قبل، جب خاکسار کراچی میں بطور مربی مقیم تھا، شائع کی گئی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت تعلیمی اور تبلیغی حلقوں میں بہت مفید ثابت ہوئی اور ایک زمانہ تک پھیلے ہوئے مواد کی یکجائی صورت میں اشاعت کو بہت سراہا گیا۔ الحمدللہ۔ ایک عرصہ سے یہ کتاب ناپید تھی



نیاز فتح پوری

اور اس کی افادیت کے پیش نظر اسے ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے خلاف بہت سے لوگوں نے قلم اُٹھایا اور کثرت سے کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سارا لٹریچر قطعی طور پر مخالفت برائے مخالفت کی بازگشت ہے اور صحیح تحقیق و تنقید سے عاری ہے۔ انہوں نے جماعت کو اور اس کے لٹریچر کو تعصب کی نظر سے دیکھا اور دوسروں کے سامنے متعصبانا غلط نتائج پیش کئے اور اکثر نے اس سلسلہ میں نہایت ہی غلیظ اور سوقیانہ زبان استعمال کی۔ اس کے مقابلہ میں چند ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ جنہوں نے تعصب سے بالا ہو کر تعمیری تنقید کی نظر سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور جماعت کے لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور بلا خوف و خطر اپنے خیالات و نتائج دوسروں کے سامنے پیش کئے انہیں خوش بخت ہستیوں میں سے علامہ نیاز فتحپوری ہیں جن کو اپنی زندگی کے آخری دور میں جماعت کے لٹریچر کو پڑھنے کی توفیق ملی اور پھر قیام پاکستان کے بعد اپنے کراچی میں قیام کے دوران جماعت کی تعلیمی سرگرمیوں کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ میسر آیا۔ اس کا اظہار انہوں نے زبانی اور قلمی لحاظ سے

برملا فرمایا۔ آپ کی یہ بے لاگ تنقید لازمی طور پر تمام طالبان حق کے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تعصب سے بالا ہو کر جماعت کے لٹریچر اور اس الٰہی تحریک کے لائحہ عمل کا آزادانہ مطالعہ کرے گا، وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا جہاں علامہ موصوف پہنچے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ موصوف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ان کے مشن اور علمی کام کو کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ لیکن علامہ نے احمدیہ جماعت اور حضرت بانی جماعتؑ کے متعلق جن خیالات کا اظہار اپنے معروف پرچہ نگار میں بڑی جرأت سے کیا تھا، اس کا تذکرہ پھر کسی رنگ میں نہیں کیا گیا بلکہ اس کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں خاکسار نے 1968ء میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری سے کراچی میں ان کے درِ دولت پر حاضر ہو کر اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ علامہ صاحب کے عالمی ورثہ میں سے ایک جماعت کے متعلق خیالات اور تاثرات ہیں اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی اس کا ذکر بھی ہو جانا چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بارہ میں علامہ کی قلندرانہ شان نرالی ہے اور ایسی حق گوئی ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اگرچہ اس کتاب کی اشاعت کا ایک عرصہ سے مطالبہ تھا تاہم اس کی فوری اشاعت کی مؤثر تحریک مکرم ملک محمد صفی اللہ خان صاحب نے کی جو کینیڈا کے معروف داعی الی اللہ ہیں۔ اسی طرح اخی المکرم سردار عبدالسمیع صاحب آف ماڈل ٹاؤن لاہور نے اس کی جلد اشاعت کو تبلیغی و تعلیمی لحاظ سے بہت مفید قرار دیا۔ **جزاهم الله خير۔**



علامہ نیاز فتح پوری اور جماعت احمدیہ

رند ملک کنیڈا

"مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔" 'احمدی جماعت' علامہ نیاز فتحپوری کا جماعت احمدیہ کے متعلق پہلا مضمون ہے جو آپ نے اپنے موقر جریدہ ماہنامہ 'نگار' لکھنؤ کی اشاعت ماہ اگست 1959ء میں سپرد قلم فرمایا۔ آپ کا یہ شذرہ درحقیقت ان کی کتاب کے مطالعہ کے بعد بصورتِ تبصرہ ہے جو آپ کو نظارتِ دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے وقتاً فوقتاً بھجوائی جاتی رہیں۔ چنانچہ آپ اپنے مکتوب مورخہ 6/ مئی بنام ناظرہ صاحب دعوت و تبلیغ قادیان تحریر فرماتے ہیں:" میں تمام کتابوں پر علیٰحدہ علیٰحدہ تبصرہ نہیں کروں گا بلکہ ان کے مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اس کے ایک تفصیلی نوٹ کے ذریعہ سے ملاحظات میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں" چنانچہ ذیل کا مضمون تحریک احمدیت اور اس کے لٹریچر کے ناقدانہ مطالعہ کے بعد علامہ موصوف کا بے لاگ تبصرہ ہے۔

اب سے تقریباً 60 سال پہلے کی بات ہے جب مناظرہ کی ایک کتاب "سرمہ چشم آریہ" نگاہ سے گزری اور یہ تھا میرا اوّلین غائبانہ تعارف اس کتاب کے مصنف جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (بانی جماعت احمدیہ) سے ہوا۔ میرے والد کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی اور یہ کتاب انہیں کے اشارہ سے میں نے پڑھی تھی۔ یہ زمانہ میرے طالب علمی کا تھا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا لیکن یہ مطالعہ صرف کتاب تک ہی محدود رہا اور خود مرزا صاحب کی شخصیت یا ان کی مذہبی تبلیغ و اصلاح پر غور کرنے کا موقعہ مجھے نہ مل سکا۔ کیونکہ اس کی اہلیت و فرصت دونوں مجھے حاصل نہ تھیں۔ اوّل تو میں بہت کمسن تھا دوسرے درسِ نظامی کی "قال اقوال" اور اس کی روایت پرستانہ گرفت سے کہاں چھٹکارا تھا کہ میں آزادی کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور کر سکتا۔ تاہم یہ کتاب مرزا صاحب کی وُسعت مطالعہ اور قوت استدلال کا بڑا گہرا اثر میرے ذہن و فکر پر چھوڑ گئی اور عرصہ تک میں اس سے متاثر رہا۔ مجھے نہیں معلوم کہ احمدی تاریخ کا آغاز اس وقت تک ہو چکا تھا یا نہیں اور اگر ہو چکا تھا تو اس کے مقاصد و دعاوی کیا تھے۔ لیکن اس کے بعد ضرور کوئی نہ کوئی آواز اس جماعت کے متعلق میرے کانوں میں پڑ جاتی تھی اور وہ آواز یکسر مخالفانہ ہوتی تھی۔ زمانہ گزرتا گیا اور ختم تعلیم کے بعد بھی عرصہ تک میں احمدی تحریک سے بے خبر رہا۔ لیکن اس دوران میں بعض ایسی کتابیں ضرور میری نگاہ سے گزرتی رہیں جو اس جماعت کی مخالفت میں شائع ہوئیں اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ میں ان سے متاثر بھی ہوا۔ لیکن تاثر زیادہ تر سلبی قسم کا تھا ایجابی نہ تھا کیونکہ جو کچھ میں نے سنا وہ مخالفین کی زبان سے سنا۔ خود اس جماعت کے لٹریچر سے میں بالکل خالی الذہن تھا۔ ان کتب نے بعض عجیب و غریب باتیں میرے ذہن نشین کرا دی تھیں۔ مثلاً یہ جماعت اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتی، ان کی مسجدیں اور نمازیں جمہور سے علیحدہ اور مختلف ہیں، وہ غیر احمدی جماعتوں سے رشتہ ناطہ بھی قائم نہیں کرتے نیز یہ کہ مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ اپنے آپ کو مثیلِ مسیح یا مہدی موعود کہتے تھے، وحی اور الہام کا مہبط بھی قرار دیتے تھے اور برطانوی حکومت کی حمایت حاصل کرنا ان کا حقیقی مقصد تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں سے بعض باتیں مجھے پسند نہیں آئیں اور میں اس تحریک کو بہ

نظر استخفاف دیکھتا رہا۔ لیکن جب اس کے بعد میں نے دائرہ تقلید وروایات سے ہٹ کر غایتِ مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور نہیں علماء اسلام کے افعال و کردار کو سامنے رکھا جو اس تحریک کے سخت دشمن تھے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر احمدی جماعت گمراہ ہے تو غیر احمدی جماعتیں اور ان کے اکثر علماء (خواہ وہ سنی ہوں یہ شیعہ، مقلّد ہوں یا غیر مقلّد، اہل قرآن ہوں یا اہل حدیث) کہیں زیادہ گمراہ ہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننے کے بعد بھی وہ اسوۂ نبی کا بھی اتنا احترام نہیں کرتے جتنا احمدی جماعت باوجود انکار ختم نبوت کے (حالانکہ یہ الزام صحیح نہیں) کرتی ہے۔ اگر اسلام کی صحیح رُوح محض بلندیٔ اخلاق و انسانیت پرستی ہے جس کا تعلق عملی زندگی سے ہے تو کوئی وجہ نہیں کی مسلمانوں کی ایک بے عمل جماعت کو تو ہم سچا مسلمان سمجھیں اور دوسری باعمل جماعت کو کافر اور غیر مسلم قرار دیں۔ محض اس لئے کے اس کا بانی مؤسّس کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جو نا قابلِ قبول معلوم ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو چند مخصوص شعائر و معتقدات نہ رکھتا ہو لیکن حقیقی مقصود محض اصلاحِ اخلاق ہے اور عبادات اور معتقدات صرف ذریعہ ہیں تمدن اور معاشرت کی تنظیم اور اخوت وانسانیت کی ترویج واشاعت کا۔ پھر اس حقیقت کے پیش نظر آپ مسلم جمہور اور ان کے علماء کے حالات و کردار کا مطالعہ کریں گے تو صورت حال بالکل "واژگوں" نظر آئے گی۔ کیوں کہ ان کے نظر ایک اسلام کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چند مابعد الطبیعیاتی عقائد کو تسلیم کر کے رسمی عبادت کر لی جائے اور اہم ئت اجتماعی کے مسائل خیر فلاح کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ خدا نے یہ چیز خود انسان پر چھوڑ دی تھی۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اس سلسلہ میں جب میں نے مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کا مطالعہ کیا تو عملی زندگی اور اصلاحی جدوجہد کے لحاظ سے کئی جماعتیں سامنے آئیں۔ بوہرہ، میمن، خوجہ، بہائی اور احمدی۔ ان میں اسے اوّل الذکر تین جماعتوں کو میں نے نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص دائرہ کے اندر محدود ہیں جن میں کوئی غیر شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ بہائیوں کا دائرہ عمل زیادہ وسیع ہے اور عقائد سے قطع نظر اخلاقی حیثیت سے اس کی وسعتِ نظر مجھے پسند آئی لیکن چونکہ یہ عجمی تحریک ہے اور اس سرزمین ہند سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے اس کی کامیابی یہاں مجھے بہت مستعد نظر آئی۔ اب رہ گئی تھی بس احمدی جماعت۔ سو بے اختیار میرا جی چاہا کہ ان کی زندگی کا قریب تر مطالعہ کرنے کی غرض سے خود قادیان جاؤں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ارادہ فی الحال پورا نہ ہو سکا (ممکن ہے کبھی پورا ہو جائے) اور ان کا لٹریچر فراہم کر کے ان کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ از اوّل تا آخر میں نے اس کا سارا لٹریچر پڑھ لیا ہے لیکن جتنا کچھ میسر آیا وہ بھی اس نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح رائے قائم کرنے کیلئے کافی تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کے معتقدات میرے سامنے آئے اور ان میں کوئی بات مجھے ایسی نظر نہ آئی جو جمہور مسلم کے معتقدات کے منافی ہو۔ یعنی مسلمان ہونے کی جو شرطیں دوسری مسلمان جماعتوں میں ضروری قرار دی جاتی ہیں وہی ان کے یہاں بھی ہیں اور اگر ان کے اس عقیدہ کو نظر انداز کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد مثیلِ مسیح یا مہدی موعود تھے تو تمام عقائد شعائر میں یکساں ہیں۔ میں نے ان کی تفاسیر دیکھیں،، ان کی کتب تاریخ وسیرت کا مطالعہ کیا لیکن مجھے ان میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو مسلمہ جمہور کے خلاف ہو۔ یہاں تک کے انکار ختم نبوت کا الزام بھی مجھے بالکل غلط نظر آیا۔ رہا دعویٰ مہدویت سو اس سے انکار کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آئی جبکہ خود کلام مجید سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں کسی نہ کسی ہادی و مصلح کا پیدا ہونا ثابت ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً یہ دعویٰ انہوں نے ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔

علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم دوسرے کی صداقت کو جان سکتے ہیں نتیجہ عمل۔ سو اس بات میں احمدی جماعت میں کامیابیاں اس درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے اُنکے مخالفین نے بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں انکی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں اور انہوں نے خاص عزت و وقار حاصل نہ کر لیا ہو۔ پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہو سکتی تھیں؟ کیا یہ جذبۂ خلوص و صداقت کسی جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے اگر اسے اپنے ہادی مرشد کی صداقت پہ یقین نہ ہو؟ اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کر سکتا تھا اگر وہ خود پنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا؟

بہر حال اس سے انکار ممکن نہیں کہ مرزا صاحب بڑے مخلص انسان تھے اور یہ محض ان کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بے عمل جماعت میں عملی زندگی کا احساس پیدا ہوا اور ایک مستقل حقیقت بن گیا۔ ("دمید دانہ و بالید و آشیانہ شد"

(از "نگار" ماہِ اگست 1959ء صفحہ 2و3و4)

اگست کی اشاعت میں "احمدی جماعت" کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا تھا اسے بعض نے پسند کیا اور بعض نے ناپسند۔ پسند کرنے والوں کا ذکر نہیں لیکن ناپسند کرنے والوں کا شکر گزار ہوں کیوں کہ اس سلسلہ میں بعض ایسی باتیں میرے

سامنے آگئیں جن پر شاید میں گفتگو نہ کرتا اگر وہ معرضِ بحث قرار نہ پاتیں حالانکہ ان پر بحث کرنا ضروری نہ تھا۔ جب سوادِ اعظم کی طرف سے کسی جماعت کی مخالفت کی جاتی ہے تو سب سے پہلا اعتراض اس کے معتقدات پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ احمدی جماعت کے خلاف جو تحریریں مجھے ملی ہیں ان میں بھی احمدی جماعت کے معتقدات کو سامنے رکھا گیا ہے۔ یقیناً یہ بحث ایسی نہیں کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن اس سلسلہ میں کسی مخصوص جماعت کے معتقدات پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ "نفسِ اعتقاد" کی حقیقت اور غایت دونوں کو سمجھ لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض ایسی باتین جنہیں ہم مذہب کی بنیاد سمجھتے ہیں محض فروع ہوں اور جن کو فروع جانتے ہوں وہی اساس و بنیاد ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کی احمدی جماعت کے مخالفین ایسی چیز کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس وقت زیادہ تفصیل کا موقع نہیں مگر مختصراً یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ معتقدات کہ دو حصے ہوا کرتے ہیں۔ ایک وہ جن کا طبعاً ماننا ضروری ہے اور دوسرے وہ جن کو ضرورتاً مان لینا چاہئے خواہ عقل انہیں باور کرے یا نہ کرے۔ اور ان دونوں کی صحت کا معیار بالکل جدا جدا ہے۔ اس کا معیار یہ ہے کہ "نہ مانین تو کیا کریں" اور اِس کا یہ ہے کہ "نہ مانیں تو کچھ نہ کر سکیں" اور انسانی زندگی پر یہ دونوں باتیں دو مختلف زاویوں سے اثر ہوتی ہیں۔ پھر اگر اس سلسلہ میں اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے کہ ہمارے معتقدات چاہے خراب ہوں یا کچھ اور لیکن حیاتِ انسانی یقیناً خواب نہیں ہے۔ زندگی اور زندگی کا تصور محض، ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور اور جو لوگ اس فرق کو محسوس نہیں کرتے اور پھر بھی وہ اپنے کو زندہ سمجھتے ہیں ان کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگیں ہیں خواب میں

اس بنیادی اجمال کی فروعی تفصیل بہت زیادہ ہے اور میں کوشش کروں گا کہ احمدی جماعت کے باب میں آئندہ اسی تفصیل سے کام لے کر اپنے صیح تاثرات پیش کر سکوں۔ (منقول از "نگار" ستمبر 1959ء صفحہ 4و5)

غبار یاور صاحب کراچی کا خط اوراس کا جواب "اس وقت تمام ان جماعتوں میں جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتی ہیں صرف ایک جماعت ایسی ہے جو بانی اسلام کی متعین کی ہوئی شاہراہِ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے۔ اور گو اس کا احساس تنہا مجھی کو نہیں بلکہ احمدی جماعت کے مخالفیں کو بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مجھے اس کے اظہار میں باک نہیں اور ان کی رعونت نفس یا احساس کمتری اس اعتراف سے باز رکھتا ہے"۔ نیاز فتحپوری علامہ نیاز فتحپوری کا مضمون "احمدی جماعت" شائع ہونے کی دیر تھی کہ آپ کے خلاف پاک وہند کے مختلف لوگوں کی طرف سے ہی طوفان برپا کر دیا گیا اور متعدد خطوط تحریر کئے گئے جن میں جماعت کے خلاف بے سروپا الزمات کی بھرمار تھی۔ لیکن علامہ موصوف نے بے دھڑک مقابلہ کیا اور تمام اعتراضات کے دندان شکن جوابات تحریر فرمائے۔ آپ اپنے ایک خط میں اپنے عزم کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔" اگست کے نوٹ پڑھ کر متعدد خطوط میرے پاس آئے اور سلسلہ بند نہیں ہوا۔۔ اب تو میں نے اس مسئلہ پر قلم اُٹھایا ہے اور اس وقت تک خاموش نہ ہوں گا جب تک میں لوگوں کو یقین نہ دلا دوں کہ جو کچھ میں نے جس نقطۂ نظر سے لکھا ہے وہ قطعی چیز ہے۔"

ان خطوط میں سے غبار یاور صاحب کراچی کے مفصل خط کے ضروری اقتباسات کو آپ نے "نگار" کے ماہ نومبر 1959ء کے شمارہ میں "باب المراسلہ والمناظرہ" میں" احمدی جماعت" کے عنوان سے شروع میں درج کیا اور بعد میں تمام اعتراضات کے محققانہ اور مدلّل جواب تحریر فرمائے۔ (مرتب)

غبار یاور کراچی کا خط نیاز فتحپوری کے نام اور اس کا جواب

حضرت محترم! قادیانیت کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا وہ بظاہر صیح اور بہ باطن غلط ہے۔ ان لوگوں نے انگریزی زبان میں جتنا لٹریچر شائع کیا وہ نہایت عمدہ اور پڑھنے کے قابل ہے لیکن دوسرے ملکوں خصوصاً اسلامی ملکوں میں یہ لوگ اختلافی مسائل کو بالکل نہیں اُبھارتے بلکہ عام مسلمانوں ہی کے خیالات پیش کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک تحریک یہ بھی چلائی تھی کہ کعبہ سے ہجر اسود کا ٹکڑا لاکر وہاں نصب کیا جائے۔ لیکن اس شخص کو جس نے یہ حرکت کی سعودی حکومت نے قتل کروا دیا تھا۔ پنجاب میں ان لوگوں نے اس طرح یہ تحریک چلائی تھی جیسے قرامطہ اور باطنیوں کی۔ ایک طوفان قتل وغارت گری اور ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ طریقہ کارگر نہ ہوا اور ختم ہو گیا۔ پاکستان میں ان کا مستقر ربوہ ہے۔ یہاں پر قصرِ نبوت، قصرِ خلافت، قصرِ اُمّ اقدس اور جنت ودوزخ بھی ہے اور جنسی عیاشی کا سلسلہ بھی موجود ہے جیسا قدیم عبادت گاہوں میں ہوتا تھا۔ یہ باتیں بڑی تفصیل چاہتی ہیں۔ آپ نے جو ان کی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے یہ بظاہر وہ کامیابیاں نظر آتی ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ ان کے اثرات نے کتنا فاسد مادہ پیدا

کر دیا ہے۔ ان کے پاس اچھے وسائل ہیں۔ تنظیم مضبوط ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے نتائج بھی ایسے ہی ہوں گے۔ پاکستان آنے کے بعد میں نے ان کا وہ لٹریچر بھی پڑھا جو اردو میں تھا اور جس میں وہ اپنے اصلی رُوپ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ مرزا صاحب مرحوم بڑے قابل انسان تھے۔ انیسیویں صدی تک وہ بڑی معقول باتیں لکھتے رہے لیکن یکایک ان کا دماغی توازن بگڑا اور نہ جانے کیوں ہذیان بکنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دس بارہ سالوں کی تحریروں نے ان کی علمیت اور قابلیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ پاکستان میں آجکل قادیانی مشن کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ ان کی ابتدائی تحریروں کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ منظرِ عام پر لا کر انہیں ایک عظیم فلسفی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ مرزا صاحب شاعر بھی تھے ۔شاعری کے لوازم یعنی ذوق و وجدان سے بالکل بے بہرہ تھے۔ مگر ان کے کلام کا اس نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور مسیح ہونے کا نہایت مضحک نقشہ کھینچا ہے۔ دراصل اس جماعت میں پڑھنے لکھے اور بڑے بڑے لوگ شامل ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر نہایت عمدہ اور مدلّل اور مؤثر ہوتا ہے۔ لہٰذہ ان لوگوں کو متاثر کرتا ہے جو خود بھی اپنا نقاۂ نظر مولویانہ نہیں رکھتے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ علماؤں کی طرف سے ان پر جو اعتراضات کئے گئے وہ نہایت سطحی قسم کے تھے۔ اس میں قصور علماء یا ان کے اسلام کا نہیں ہے بلکہ اس کی نظریات کا ہے جس کو یہ بیچارے آج تک طوق کی طرح اپنے کاندھے پر رکھے ہوئے ہیں۔ قادیانی عقائد کو اگر جمہور مسلمانوں کے لئے درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو ختم نبوت کے مسئلہ کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔۔ یہ لوگ اس سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ایسی عجیب و غریب تاویلیں کرتے ہیں جنہیں عقل قبول نہیں کرتی (اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو تاویلیں ہمارے مولوی کرتے ہیں وہ سب ماننے کے لائق ہیں) آج کل اس بارے میں قادیانی حلقوں کی جانب سے جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس کی نوعیت زیادہ تر علمی اور فلسفیانہ ہے اور جس کی صورت تاویل اور تنزیل دونوں ہیں۔ قرآن کے حوالے دیتے ہیں۔ لفظوں کے عجیب عجیب معنی بیان کرتے ہیں۔ صحابہ اور صوفیاء کے اقوال اور احادیث پیش کر کے اپنے دلائل کو موثر بناتے ہیں اور یہ عمل اب اس حد تک ترقی کر گیا ہے کہ مرزا صاحب کے انفرادی اور تحریری خیالات کی نفی ہونے لگی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جماعت مرزا صاحب کی رائے کے بر خلاف استدلال اور معقولیت کا ساتھ سے رہی ہے۔ خود مرزا صاحب نے اقرار کے پردے میں جس طرح انکار کیا ہے اس کا مفصّل حال تو ان کی تحریروں میں موجود ہے البتہ اس کا لبِّ لباب پیش کئے دیتا ہوں: 1 اللہ نے نبوت محمد (ﷺ) پر ختم کر دی۔ 2 اب اگر نبوت ملے گی تو محمد سے (اللہ سے نہیں) نمبر ۳ کے مطابق محمد آخری نبی ہیں۔ 4۔ کے مطابق محمد خاتم انبیاء ہیں۔ 5 نمبر 4 کے مطابق محمد نے انبیاء کی صداقتوں پر مہر ثبت کی۔ ۶۔ صرف اُمتِ محمدی نبوت کی حق دار ہے۔ 7 میں (یعنی مرزا صاحب) چونکہ اُمتی ہوں لہٰذا نبی ہوں۔ اس کے علاوہ ناسخ و منسوخ، وفات عیسیٰ، ظہور مہدی اور حقیقتِ تصّوف کے مسلئے بھی ایسے نہیں ہیں جنہیں سرسری سمجھا جائے۔ میں نے آج تک کبھی اس قسم کی بحثوں میں حصہ نہیں لیا اور اگر کہیں اور سے کسی مذہبی حلقے سے یہ آواز اُٹھتی تو توجہ نہیں دیتا لیکن چونکہ یہ گفتگو آپ نے "نگار" میں شروع کی جو غالباً اس کے شایانِ شان نہیں لہٰذا میں نے اپنی ذاتی رائے لکھنا زیادہ ضروری خیال کیا۔ ممکن ہے غلط ہو یا صحیح، اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ آپ نے اب تک جو کچھ لکھا اور چھاپا ہے غالباً وہ سب میری نظر سے گزرا ہے لیکن ایسی غیر ذمہ دارانہ بات جس میں حقیقت کے صرف ایک سبک پہلو کو اُلجھایا گیا ہے یاد نہیں پڑتا کہ کہیں اور بھی دیکھی ہو۔ مجھے احساس ہے کہ میں بڑی قطعیت سے گفتگو کر رہا ہوں لیکن اختلاف کو محض اختلاف سمجھتے ہوئے غالباً اس کا کوئی خیال نہ کریں گے بلکہ قدر کریں گے۔ (نگار)

میں نے چاہا تھا کہ آپ کے خط کا جواب خط ہی کے ذریعہ سے دے کر خاموش ہو رہوں۔ لیکن اس خیال سے ممکن ہے کہ آپ ہی کی طرح اور اصحاب بھی کچھ ایسے ہی شبہات اپنے دل میں رکھتے ہوں "نگار" کے ذریعہ سے گفتگو کرنا زیادہ مناسب نظر آیا۔ سب سے پہلے مجھے یہ حقیقت واضح کر دینا چاہیے کہ احمدی جماعت کے متعلق میں نے جو خیال ظاہر کیا ہے اس کا خود میرے عقیدہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ چونکہ جس حد تک اصطلاحی ایمان کی تفصیل اور اس کے مابعد الطبیعیاتی عقائد کا تعلق ہے (جس میں حشر و نشر، دوزخ و جنت، وجود ملائکہ، بقاء روح و معجزہ وغیرہ کا مادی تصور شامل ہے) میرا مسلک کچھ اور ہے۔ میں ان میں سے کسی چیز کے مادی و محسوس وجود کا قائل نہیں۔ لیکن میرا یہ انکار صرف اس لئے ہے کہ ان میں سے

کوئی بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ ہی میرے نزدیک خدائے واحد کی صحیح عظمت کا تصور اس وقت تک ممکن ہے جب ان تعینات مادی سے بلند ہو کر اس کی کبریائی پر غور نہ کیا جائے اور پھر یوں بھی اطاعت وعبادت کے لئے ”مے وانگبین“ کی لاگ مجھے پسند نہیں۔ تاہم میرا یہ انکار قطعاً غیر جارحانہ ہے۔ یعنی اگر کوئی جماعت بلندیٔ اخلاق کے حصول کیلئے ان تمام باتوں کا صحیح تسلیم کرنا ضروری سمجھتی ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں، وہ شوق سے اپنے عقائد پر قائم رہے۔ بشر طیکہ ان عقائد یا ظاہری اطاعت وعبادت ہی کو مذہب کا تنہا نصب العین نہ قرار دے جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ علمائے اسلام سے میرے اختلاف کا باعث یہی ہے کی وہ اسلام کی رسمی اطاعت وعبادت کی سطح سے اوپر لے جانا ضروری نہیں سمجھتے اور میں اطاعت وعبادت کو ثانوی درجہ دے کر محض تزکیۂ نفس و اعمال کو اسلام کا حقیقی مقصود قرار دیتا ہوں۔ ممکن ہے کہ آپ یہ خیال فرمائیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ محض ظن و تخمین ہے لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل حقیقت ہے۔ کیونکہ میں نے ایک بار مختلف جماعتوں کے علماء سے بھی استفسار کیا تھا کہ اصل چیز عبادت ہے یا بلندیٔ اخلاق ہے، تو سوا چند احمدی علماء کے سب نے یہی جواب دیا تھا کہ اصل چیز شعائرِ اسلام کی پابندی ہے اور محض اخلاق کی پاکیزگی موجبِ نجات نہیں ہو سکتی۔ پھر ظاہر ہے کہ وہ شخص جو مذہب کا اتنا وسیع مفہوم اپنے سامنے رکھتا ہو وہ اگر کسی مذہبی جماعت کی بابت کوئی رائے قائم کرے گا تو اس کے سامنے سوال صرف اس عملی زندگی کا ہو گا نہ یہ کہ اس کے عقائد کیا ہیں اور اس کی اطاعت وعبادت کے طریقے کیا؟ اور یہی وہ چیز تھی جس نے مجھے احمدی جماعت کی تعریف پر مجبور کر دیا۔

کیونکہ اس وقت تمام ان جماعتوں میں سے اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتی ہیں صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جو بانیٔ اسلام کی متعین کی ہوئی شاہراہِ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے اور گو اس کا احساس تنہا مجھی کو نہیں بلکہ احمدی جماعت کے مخالفین کو بھی ہے لیکن فرق ہے کہ مجھے اس کا اظہار میں باک نہیں اور ان کی رعونتِ نفس یا احساس کمتری اس اعتراف سے باز رکھتا ہے۔ بات بڑھتی جا رہی ہے اور غالباً بے محل نہ ہو گا اور اس سلسلہ میں میں یہ بھی ظاہر کر دوں کہ گزشتہ نصف صدی کے عرصہ میں جو زیادہ تر مولویوں سے جنگ کرنے میں ہی گزری ہے میرا خیال کیا احمدی جماعت کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ اور اب وہ کون سی نئی بات پیدا ہو گئی جس نے مجھے دفعتاً اس طرف متوجہ کر دیا؟ اس بات کا سبب یہ ہے کہ میں اس عرصہ میں صرف اس بات پر غور کرتا رہا کہ مسلم جماعت کیوں اس قدر اقتصادی زبوں حالی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہے۔ وہی قرآن جو صحابہ کے زمانہ میں تھا اب بھی جوں کا توں موجود ہے۔ وہی تعلیمات اسلامی جسکی بدولت عرب کے بادیہ نشینوں نے قیس وقیصرہ کی عظیم الشان حکومتوں کا تختہ اُلٹا کر رکھ دیا تھا اب بھی علیٰ حالہا قائم ہے۔ لیکن آج مسلمان وہ نہیں رہے جو پہلے تھے۔ یقیناً یہ رجعتِ قہقری ہم کو پیروانِ اسلام ہی میں نہیں بلکہ دوسرے مذاہب وادیان کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے اور جب ہم ان کے عروج وزوال کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں انقلابات کتابوں نے نہیں بلکہ ہمیشہ شخصیتوں نے پیدا کئے ہیں۔ یعنی جب تک اُبھارنے والی شخصیت موجود رہی تو قوم بھی ترقی کرتی رہی اور جب وہ شخصیت فنا ہو گئی تو قومی ترقی بھی رُک گئی اور رفتہ رفتہ پھر لوٹ کر اسی نقطہ پر پہنچ گئی جہاں سے آگے بڑھی تھی۔ اسلئے اگر مسلمان اس وقت تباہ وبرباد ہیں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان میں اب کوئی شخصیت ایسی موجود نہیں جو عملاً ان کو تعلیمات قرآنی کی طرف لے جائے۔ حالانکہ ہمارے علماء و اکابرِ دین ہی میں سے کسی ایسی شخصیت کو اُبھارنا چاہیے تھا لیکن نہیں اُبھری۔ یہ تجربہ اس میں شک نہیں میرے لئے بڑا دردناک تھا اور اس خیال سے ممکن ہے کوئی تحریک ہمارے علماء میں پھر زندگی پیدا کر دے، میں نے بعض عملی پروگرام بھی ان کے سامنے پیش کئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس تن پرور اور عیش کوش جماعت نے مطلق توجہ نہیں کی اور جب ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے دوسری جماعتوں کے حالات کی جستجو کی تو آخر کار نگاہ جا کر ٹھہری احمدی جماعت پر جیسا کہ میں اگست کے ”نگار“ میں ظاہر کر چکا ہوں۔ اس جماعت کے متعلق میں کوئی اچھا خیال نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کے موسّس و بانی کی زندگی، اس کی تعلیمات اور تنظیم پر غور کیا تو ماننا پڑ کہ اس وقت صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جس نے اس نقطہ کو سمجھا کہ اصل ایمان محض اقرار باللّسان نہیں بلکہ اقرار بالعمل ہے۔ اور اپنی مظبوط تنظیم اور استقامت کردار سے زندگی کی راہیں بدل دیں، ذہنی اقدار بدل دیئے، زاویۂ

فکر و نظر بدل دیا اور مسلمانوں کو پھر اس راہ پر لگا دیا جو بانئ اسلام نے متعین کی تھی۔

پھر یہ بات ایسی نہیں جس پر کسی منطقی حجت لانے کی ضرورت ہو۔ خود غور کیجیے کہ آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں نمایاں فرق ہے۔

آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں کتنا فرق ہے۔ آپ کے یہاں زندگی نام ہے منتشر انفرادی تشخیص کا اور ان کے یہاں مرکزی ہیت اجتماعی کا۔ آپ کی اجتماعیت افرا میں بٹ کر "ھبای منثوراً" ہو چکی ہے اور ان کے یہاں تمام افراد چمٹ کر صرف ایک "حبل المتین" سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ آپ کا شیرازہ بکھر گیا ہے اور وہ اس بکھرے ہوئے شیرازہ کے اوراق اکٹھا کر رہے ہیں۔ ان کی سادہ معاشرت، ان کی سادہ زندگی، ان کا جذبہ خلوص و صداقت، احساسِ ایثار و قربانی، پاسِ عہد، پابندئ شریعت اور سب سے زیادہ ان کی عملی استقامت اور شدائد کے مقابلہ میں فلسفیانہ صبر وضبط۔ یہ ہیں احمدی جماعت کے وہ بنیادی عناصر واجزاء جن پر ان کے قصرِ اجتماعیت کی تعمیر ہوئی ہے اور جن سے اعراض کر کے دوسری مسلم جماعتیں اپنے وجود کو ختم کر چکی ہیں۔ پھر آپ ان حقائق کو تو سامنے رکھتے نہیں اور مجھے الجھانا چاہتے ہیں عقائد فروعی وزوائد میں، جو میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ تو از آتش دخاں بینی، من آتش از دخاں بینم آپ کو اس آگ میں صرف دھواں نظر آتا ہے اور مجھے اس دھوئیں میں بھی آگ ہی نظر آتی ہے۔ وشتان ما بین الخلّ والخمر بانئ احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت یا ان کی تعلیمات، ان کی دعوت اسلام، ان کے تفہیماتِ قرآنیہ، ان کے عقائدی نظریے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے لے لئے کتنا زمانہ درکار ہو گا۔ کیونکہ ان کی وسعت وہمہ گیری کا مطالعہ " قلزم آشامی" چاہتا ہے اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں۔ تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجھے مجبور کیا جائے تو میں بِلا تکلّف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے غیر معمولی استقلال، صاحبِ فراست وبصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید ومہدودیت کوئی پادر ہوا بات نہ تھی۔ اس سلسلہ میں آپ مجھ سے "کیوں اور کیا" کا سوال نہ کیجیے کیونکہ یہ گفتگو بہت تفصیل چاہتی ہے اور اس وقت موضوع کچھ اور ہے۔ تاہم آپ کے خط کے پیش نظر مجھے اس قدر ضرور عرض کرنا ہے کہ آپ نے جو الزامات اس جماعت پر قائم کئے ہیں ان میں سے اکثر بالکل لغو وغلط ہیں اور بعض مطلقاً آپ کے مزعومات سے تعلق رکھتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ ا۔ آپ کا خیال کہ احمدی جماعت اسلامی ممالک میں اپنے حقیقی عقائد پیش نہیں کرتی، صحیح نہیں۔ اوّل تو آپ کو سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ غیر ممالک میں انہی عقائد کی تبلیغ کرتے جو عام مسلمانوں کے ہیں تو یقیناً ان سے یہ سوال کیا جاتا کہ جب آپ کے عقائد بھی وہی ہیں جو مسلم جمہور کے ہیں تو پھر ایک علیحدہ جماعت بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن آج تک کسی نے یہ سوال ان سے نہیں کیا۔ ان کے جتنے اخبارات ورسائل دوسری زبان میں شائع ہوتے ہیں ان کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے عقائد کو کبھی نہیں چھپاتے اور علی الاعلان وہی کہتے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود بانئ احمدیت کی کتابوں کے ترجمے بھی غیر زبانوں میں اس غرض سے شائع کئے گئے کہ احمدیت کے صحیح مشن سے دنیا آگاہ ہو جائے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ افغانستان میں ایک مبلّغ کو تہِ تیغ کیا گیا محض اس جرم میں کہ وہ احمدی عقائد کی تبلیغ میں مصروف تھا اور دمشق میں بھی دوسرے مبلغ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔

جب 1924ء میں بانی احمدیت ویمبلے کی مذہبی کانفرنس میں شکت کی غرض سے لندن گئے تو جاتے ہوئے دمشق میں بھی قیام کیا اور وہاں کے علماء سے بھی انہیں مخصوص عقائد کے پیش نظر مناظرہ ہوا۔ ان حالات میں آپ کا یہ ارشاد کہ غیر ممالک کے لئے ان کے تبلیغی اُصول کچھ اور ہیں یقیناً نادرست ہے۔ آپ نے یہ خیال غالباً لندن کے اسلامک ریویو کو دیکھ کر قائم کیا ہے لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ احمدی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ 2 کعبہ سے سنگِ اسود کا ٹکڑا اکھڑوانے کی تحریک کے متعلق اس کے سوا کیا عرض کروں کہ: سادگی ختم است چوں آئینہ برنسیان ما

حیرت ہے کہ آپ نے اسے کیسے باور کر لیا؟ غور کیجئے کہ وہ ایسا کیوں کرتے؟ کیا اس لئے کہ وہ قادیان کو دوسرا کعبہ بنانا چاہتے تھے؟ کیا اس لئے کہ وہ برکات، سماوی کا کوئی بڑا مہبط ہے؟ آپ کو شائد معلوم نہیں کہ حرمین کی عزت اور حرمت کا جو تصور ان کے سامنے ہے وہ مشکل ہی سے کسی دوسری جماعتوں میں پایا جاتا

ہے۔ لیکن اس کا تعلق نہ سنگِ اسود سے ہے نہ غلافِ کعبہ سے بلکہ اس حقیقت سے کہ ان مقامات کو دنیا کے سب سے بڑے نبی ﷺ کے موطن ومہبط ہونے کی عزت حاصل ہے اور یہ نسبت چرائی نہیں جاسکتی۔ 3 ربوہ میں قصرِ نبوت اور قصرِ اُمّ اقدس کے نام سے کوئی عمارت موجود نہیں۔ آپ کی اطلاع بالکل غلط ہے۔ خلیفہ کی قیام گاہ کا نام البتہ انہوں نے قصرِ خلافت رکھا ہے۔ لیکن جب انہوں نے ایک شخص کو خلیفہ یا امام تسلیم کر لیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی جائے قیام کو خلافت ہی سے منسوب کریں گے اور اس نسبت سے اس کو یاد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ ممکن ہے لفظ قصر پر آپ کو اختلاف ہو کہ اس سے بوئے دولت وثروت آتی ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عربی میں لفظ قصر مطلقاً جائے قیام اور گھر کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں تک کہ ایک کوٹھڑی بھی چن کر بنائی جائے تو اسے قصر کہہ سکتے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں نسبی اور عقائد سلسلہ کے لوگوں کو لئے بیشک قبرستان موجود ہے جنہیں وہ" مقبرہ بہشتی" کہتے ہیں لیکن اس پر ناک بھوں چڑھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر آپ مرنے والوں کے نام کے ساتھ مرحوم و مغفور کا اضافہ کرتے ہیں تو ان کے مدفن کو بہشتی مقبرہ کہنے میں کیا حرج ہے؟ اگر مرحوم ومغفور کہنا کوئی تمنا یا دعا ہے تو قبرستان کو بھی بہشت سے منسوب کرنا اسی قبیل کی چیز ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ فحاشی کا گھر ہیں تو احمدیت کے خلاف ایسے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ آپ ہی کا احساس کمتری ضرور سامنے آجاتا ہے۔ 4 آپ نے ایک جگہ یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ان کی تھریک قامطہ وباطینوں کی سی تھی۔ یہ پڑھ کر میں حیران رہ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ نے قرامطہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور نہ احمدی جماعت کی زندگی کا۔ کجا قرامطہ وباطنیئین جن کی تحریک کی بنیاد ہی قتل و خونریزی پر قائم تھی اور کجا احمدی جن پر ہمیشہ ظلم کیا گیا اور درجنوں نے اپنے شجرِ ایمان کی آبیاری ہمیشہ اپنے خون سے کی۔ حال ہی میں پاکستان کے اندر ایک جھوٹے پروپیگنڈا پر کہ وہ رسول اللہ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے انتہائی بے دردی کے ساتھ ان کو قتل وذبح کیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ انہوں نے انتہائی صبر و ضبط سے برداشت کیا اور آخر کار اسی سرزمین میں جہاں ان کا خون بہایا گیا تھا ربوہ میں اپنا زبردست ادارہ قائم کرکے دکھادیا کہ: عشق ہر جامے رود مارا بہ ساماں می برد 5 آپ نے یہ بھی ظاہر کیا کہ آج کل مرزا صاحب کی تحریروں کو ایک عظیم فلسفہ کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے قبل اس حیثیت سے پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ حالانکہ مرزا صاحب کی جو تحریریں اب پیش کی جارہی ہیں وہ پہلے بھی موجود تھیں اور اگر ان تحریروں میں آج فلسفہ پایا جاتا ہے تو پہلے بھی پایا جاتا تھا۔ آپ کا یہ اعتراض بالکل میری سمجھ میں نہیں آیا۔ 6 آپ نے اس امر کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب، رسول اللہ کو ختم النبیین نہیں سمجھتے تھے اور اس پر جو صغریٰ کبریٰ قائم کیا ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ آپ ایک طرف خود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو یقیناً ظلّ نبوی یا مہدی موعود سمجھتے تھے لیکن ان کا یہ کہنا عقیدہ" خاتم لنبین" کے منافی نہیں۔ کیونکہ جس نبوت کو وہ آخری نبوت سمجھتے تھے اس کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور جس ظلّی ملکۂ نبوت کا حامی وہ اپنے آپ کو کہتے تھے وہ کوئی نئی چیز نہیں۔ رسول اللہ نے خود اپنی اُمت کے علماء کو انبیاءِ نبی اسرئیل ظاہر کیا ہے اور مرزا صاحب یقیناً اُمتِ محمدی ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مرزا صاحب کے دعاوی میں اہم ترین دعویٰ یعنی یہ کہ وہ احیائے دین کے لئے مامور ہوئے تھے اور اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کرکے دکھائی جس کی زندگی کو ہم یقیناً" اسوۂ نبی" کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مہبطِ وحی والہام بھی کہتے تھے۔ بظاہر یہ الفاظ بہت خطرناک نظر آتے ہیں لیکن اس مسئلہ پر" نگار" میں ہم بحوالۂ آیاتِ قرآنی کافی تفصیل کے ساتھ ظاہر کرچکے ہیں کہ وحی والہام انبیا کے لئے مخصوص نہیں۔ اس میں حیوانات بھی شامل ہیں۔ یہاں تک کہ نہ صرف تقویٰ بلکہ فسق وفجور کے میدان کو بھی الہام ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔

اب رہا یہ امر کہ مرزا صاحب واقعی مہبطِ الہام تھے یا نہیں اور ان کے الہامات کیا اور کیسے ہوتے تھے؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر ہم آئندہ کسی وقت تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ناسخ ومنسوخ اور وفاتِ عیسیٰ کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے بعض علماء متقدمین کو بھی اتفاق ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر اسے زیادہ زور وقوت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

رہا معاملہ مہدی موعود ہونے کا، سو اس پر ہمیں آپ کو غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ دراصل چیلنج ہے غیر احمدی علماء کے لئے جو خود بھی احادیث و روایات سے ظہورِ مہدی کا استدلال کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب انہی آحادیث و روایات سے اپنے آپ کو مہدیٔ موعود اور مثیلِ مسیح ثابت کرتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی مجھے بسیط بحث کرنا ہے۔ یہاں تک تو آپ کے اعتراضات کا جواب تھا لیکن اب مجھے اس سے ہٹ کر بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ آپ اس باب میں خود تحقیق و جستجو سے کام لیجئے، دوسروں کے کہنے پر اعتماد نہ کیجئے اور اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ بانیٔ احمدیت واقعی غیر معمولی فکر و نظر رکھنے والا انسان تھا اور قدرت کی طرف سے ایک خاص ذہنی قوت لے کر آیا تھا جس نے ہر ہر قدم پر اس کی رہبری کی تعمیرِ اخلاق و کردار کی ایک بڑی یادگار اپنے بعد چھوڑ گیا۔ می گویم و بعد از من گویند بدستانہا۔۔(منقول از ''نگار'' بابت ماہ نومبر 1995ء صفحہ 35 تا 41)

احمدی جماعت اور مَیں (نیاز فتح پوری)

''میں تمام مستفسرین کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ایک بار میں قطعی واذعانی گفتگو کروں گا اور یہ سوال ہمت کا نہیں بلکہ محض موقعہ و وقت کا ہے''۔(نیاز فتحپوری) علامہ نیاز فتح پوری نے جماعت احمدیہ کے متعلق جن تحقیقی و تنقیدی خیالات کا اظہار اپنے موقر رسالہ ''نگار'' لکھنؤ میں کیا اس کا ایک شدید عمل پیدا ہوا اور آپ کو کثیر تعداد میں پاک و ہند کے قارئین کی طرف سے خطوط موصول ہوئے جن میں سے ایک خط کا تفصیلی جواب آپ نے ماہِ نومبر 1995ء کی اشاعت میں دیا تھا۔ دیگر خطوط جن میں ایسے متعدد استفسارات کئے گئے تھے ان کو آپ نے تقریباً ایک درجن سوالات ی صورت میں ماہِ دسمبر 1995ء کے ''نگار'' کے پرچہ میں درج فرمایا اور ان تمام کے تفصیلی اور مدلّل جوابات دینے کے لئے اپنے عزم کا اظہار فرمایا۔(مرتب) اوّل اوّل جب میں نے اگست 1995ء کے ''نگار'' میں احمدی جماعت کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کیا تو میں جانتا تھا کہ اس کا ردّ عمل کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ چنانچہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آنے شروع ہوئے جن میں اکثر میرے خیال کی تردید میں لکھے گئے تھے لیکن بغیر کسی سوال کے بعض ایسے بھی تھے جن میں بعض حالات و واقعات لکھ کر مجھ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ میں اس جماعت کے متعلق اپنی رائے واپس لوں۔ پھر قسم اوّل کے خطوط کو تو میں نے نذرِ آتش کر دیا کیونکہ ان میں صرف سبّ و شتم سے کام لیا گیا تھا لیکن دوسری قسم کے خطوں میں سے ایک خط میں نے نومبر کے ''نگار'' میں شائع کرکے اس کا جواب بھی دیا اور معلوم نہیں کہ معترض پر اس کا اثر ہوا لیکن میرے اس جواب کو دیکھ کر بعض دیگر حضرات کے خطوط ضرور ایسے موصول ہوئے جن کے پیشِ نظر اس فیصلہ کے متعدد پہلوؤں پر اظہارِ خیال کا مجھ سے مطالبہ کیا گیا (گو وہ پہلو اس سے قبل بھی میرے سامنے تھے) مثلاً مجھے سے پوچھا گیا کہ: 1۔ مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ تجدید و مہدویت کہاں تک جائز و درست تھا؟ 2۔ کیا ان کا دعوائے ظلّی نبوت واقعی قابلِ اعتناء ہے اور کیوں؟ 3۔ کیا وہ اپنی سیرت و کردار کے لحاظ سے واقعی کوئی ایسی اہمیت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ انہیں ملہمات ربّانی سے تعبیر کیا جائے؟ 5۔ کیا نزول مسیح اور خروج مہدی کے بارے میں جو احادیث پائی جاتی ہیں وہ قابلِ تسلیم ہیں۔ اور کیا ان کے پیش نظر مرزا صاحب کا اپنے آپ کو مہدی موعود کہنا درست ہو سکتا ہے؟ 6۔ کیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ احمدی جماعت کے افراد غیر احمدی کی اقتداء نہ کریں اور نہ ان سے اپنی لڑکیوں کی شادی کریں؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اپنے سوا دوسری مسلم جماعتوں کو مسلمان نہیں سمجھتے؟ 7۔ کیا قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں اس جماعت کی بعض تاویلات خودمیں قرآن کے منافی نہیں ہیں۔

8۔ کیا اس جماعت کی تبلیغی کوششوں کی بنیاد کسی خاص وروحانی اصول پر قائم ہے یا وہ محض گروہ بندی ہے۔

9۔ ان کے مشن نے جو کچھ آج تک کیا ہے کیا وہ اپنی روحانی کیفیت کے لحاظ سے بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کمیت کے لحاظ سے۔

10۔ کیا ان کا سلسلہ خلافت محض تنظیمی مصالح پر مبنی ہے یا روحانی واخلاقی صلاحیت پر بھی۔

11۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ مہدودیت سید محمد جونپوری کے دعوائے مہدودیت سے علیحدہ کوئی چیز ہے؟ اور اخیر میں سب سے زیادہ اہم سوال جس کا

تعلق صرف میری ذات سے ہے، مجھ سے یہ بھی کیا گیا کہ:

12۔ کیا میں احمدی جماعت میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں؟ اور اگر یہ صحیح ہے تو میرے موجودہ عقائد اور احمدی جماعت کا نقطہ اشتراک کیا ہو سکتا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ یہ تمام سوالات اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتے ہیں اور مجھے ان سب پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کرنا ہے۔ لیکن فی الحال دو موانع میرے سامنے حائل ہیں۔ ایک یہ کہ میں اب تک احمدی جماعت کی پوری تاریخ کا مطالعہ نہیں کر سکا ہوں (گو پندرہ بیس کتابیں میری نظر سے گزر چکی ہیں) اور دوسرے یہ کہ اگر میں اس سلسلہ کو شروع کر دوں تو پھر احمدی جماعت تک ہی محدود نہ ہو گی بلکہ اس سلسلہ میں مجھے حال و ماضی کی تمام مسلم جماعتوں کی تحریکات کا بھی جائزہ لینا پڑے گا۔ روایت پر بھی گفتگو کرنا پڑے گی اور اسی کے ساتھ بعض قرآنی آیات پر بھی غور کرنا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بڑی فرصت چاہتا ہے جو مجھے فی الحال حاصل نہیں۔ تاہم جی میرا ابھی یہی چاہتا ہے کہ ایک بار کھل کر اس موضوع پر گفتگو کر سکوں اور ہو سکتا ہے کہ میرا یہ شوق کسی وقت مجھے اس پر مجبور کر دے۔ بارہا خیال آیا کہ چند دن کے لئے قادیان یا ربوہ میں قیام کر کے ان حضرت سے تبادلۂ خیالات کی جرات کروں یا کسی احمدی عالم کو اپنے پاس بلاؤں اور اس سے بالمشافہ گفتگو کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کروں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں مجھے بہت سی باتیں پوچھنا پڑیں گی اور ان کا جواب وہی بہتر دے سکتے ہیں۔ لیکن اب تک اس ارادہ کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ بہر حال میں تمام مستفسرین کو اس بات کا یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ایک بار ایک قطعی و اذعانی گفتگو ضرور کروں گا اور یہ سوال ہمت کا نہیں بلکہ محض موقعہ و وقت کا ہے۔ لیکن ان سوالوں میں سے آخری سوال کا جواب دینے کے لئے میں اب بھی تیار ہوں۔ میرے متعلق یہ سوال کہ میں کسی وقت احمدی ہو سکتا ہوں یا نہیں اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب پہلے مجھے مسلمان سمجھ لیا جائے یا کم از کم یہ کہ "میں کافر ہوں"۔ میرے معتقدات ساری دنیا کو معلوم ہیں اور مسلمانوں کی کوئی روایت پرست جماعت ایسی نہیں جو میرے اسلام و ایمان کی طرف سے مشکوک نہ ہو۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک احمدی جماعت کو بھی اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ بنا بر آں میرے متعلق تو سب سے پہلے یہی طے ہونا ہے کہ میں مسلمان ہوں یا نہیں؟ (احمدی یا غیر احمدی کا سوال تو اس کے بعد پیدا ہو گا) حالانکہ جہاں تک خود میرے یقین و ایمان کا تعلق ہے میں اپنے آپ کو بہت اچھا مسلمان سمجھتا ہوں اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ:

بسوز غالب آزادہ راو باک مدار.........بشرط آنکہ تواں گفت نا مسلمانش

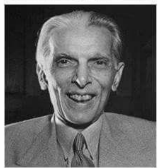
اور یہیں سے کفر و اسلام کی وہ بحث چھڑ جاتی ہے جو خدا کے تنزیہی اور غیر تنزیہی تصور پر جا کر ختم ہو جاتی ہے اور مجھے علماء ظواہر کی طرف سے مایوس کر دیتی ہے۔ اس جگہ مجھے یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ اس وقت تک احمدی جماعت کا جو لٹریچر میری نگاہ سے گزرا ہے اس میں ضرور خدا کے اس تنزیہی تصور کے اشارات مجھے ملتے ہیں تاہم اس سلسلہ میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب کے دعوائے مہدودیت و نبوت ظلّی وغیرہ پر غور کر کے یہ دیکھنا ہے کہ میرے اور ان کے خدا میں کوئی فرق تو نہیں، اگر ہے تو کیا؟ نہیں ہے تو وہ کونسا نقطۂ اشتراک ہے جس پر میں اور وہ دونوں متفق ہو سکتے ہیں۔

(منقول از "نگار" بابت ماہ دسمبر 1959ء صفحہ 39،40)



16 عام انتخابات میں مسلم لیگ کی زبردست حمایت





قائد اعظم نے انتہائی کوشش کی کہ کانگرس لاہور ریزولیشن کو قبول کر لے اور ایک وفاقی حکومت قائم ہو اور جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلم حکومت قائم ہو اس طرح ملک تقسیم سے بچ سکتا ہے۔ لیکن کانگرس اس ضد پر قائم رہی کہ وہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اسکا واحد حل عام الیکشن تھا چنانچہ لارڈ ویول نے 1945 کو عام انتخاب کا اعلان کر دیا۔ قائد اعظم نے یہ پیغام دیا کہ تمام مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ نیز فرمایا کہ مجھے علم ہے کہ کانگرس بعض مسلمانوں کے ذریعہ مسلم لیگ کو نقصان پہنچائے گی یہ مسلمان (کانگرسی علماء اور انکی جماعتیں) سدھائے ہوئے پرندے ہیں یہ صرف شکل و صورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں (اخبار انقلاب 18 اکتوبر 1945) حضرت امام جماعت احمدیہ نے تمام احمدیوں کو پرزور تحریک کی کہ وہ پوری قوت سے اس انتخاب میں حصہ لیں اور مسلم لیگ کو ہر جگہ کامیاب کروائیں۔ چنانچہ ہر جگہ احمدیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتی کہ گورداسپور میں اپنے شدید مخالف مولوی ظفر علی خانصاحب کے حق میں ووٹ دئے۔ اس طرح مسلم لیگ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔



3 مانٹیگو کمیشن کا اعلان اور مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد کا آغاز





ہندوستان کی آزادی کا باضابطہ آئینی مرحلہ 1917 میں برطانوی حکومت کے وزیر ہند مانٹیگو کے اس اعلان سے شروع ہوا کہ وہ ہندوستانیوں کو صرف حکومت میں شریک کرنا نہیں چاہتے بلکہ رفتہ رفتہ ملک کا پورا انتظام انکے سپرد کر دیا جائے گا۔ اس سے ہندوستان کی سیاست میں ہلچل مچ گئی۔ ہندو اکیلے حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے وہ سمجھتے تھے کہ انگریز نے ہم سے ہی معاملہ طے کرنا ہے۔ مسلم لیگ کا اس وقت کوئی اثر و رسوخ نہ تھا۔ چنانچہ امام جماعت احمدیہ دہلی تشریف لے گئے اور سر محمد ظفر اللہ خانصاحب نے جماعت احمدیہ کے وفد کی طرف سے مسٹر مانٹیگو کو ایڈریس پیش کیا اور سیلف گورنمنٹ کے طریق انتقال کے متعلق مشورہ دیا۔ جسکے اہم نکات یہ تھے 1۔ انتخاب میں کوئی ایسا طریق نہ رکھا جائے کہ قلیل التعداد جماعتیں نقصان میں رہیں 2۔ حقوق و فرائض کے معاملات میں یورپین اور غیر یورپین کے فرق کو ختم کیا جائے 3۔ اندرونی اختلافات سے قطع نظر جماعت احمدیہ تمام مسلمان فرقوں کے ساتھ رہے گی۔



ختم نبوت کے حق میں سو قرآنی آیات؟

(ختمِ نبوّت کے موضوع پر کتاب کا چھٹا باب)

جمیل احمد بٹ

انعام نبوت کو ختم قرار دینے والے اکثر لٹریچر میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ 100 سے زائد قرآنی آیات سے ثابت ہے۔ جیسے کتاب ختم نبوت مصنفہ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ایڈیشن 2012ء میں آیت خاتم النبین کی بحث کے بعد 74 صفحات (155-233) میں مزید آیات کا ذکر کر کے مصنف نے لکھا ہے کہ 'یہ ننانوے آیاتِ قرآنیہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا اختتام بوضاحت ثابت کرتی ہیں'۔

صرف بعض صریح :

اس بیان کے بعد اگلے صفحہ پر جلی حروف میں 'ایک ضروری تنبیہ' کے زیر عنوان یہ وضاحت بھی تحریر ہے کہ 'یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورہ الصدر ننانوے آیتیں جو ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں ان میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت النص ہیں اور بعض اشارۃ النص یا دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں۔۔۔ اور بعض وہ آیات ہیں جن میں بطریق استنباط یا نکات کے طور پر ختم نبوت کا ثبوت نکلتا ہے جو اصل مسئلہ کی تائید کے لئے پیش کی گئی ہیں' (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ 234 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء) تاہم آیات کے بیان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ ان میں سے کون سی بطور نص ہیں اور کون سی صرف تائیدی۔ اور جو بطور نص ہیں ان میں سے کون سی صریح ہیں اور کون سی محض اشارہ، استدلال یا تقاضا۔ یہ وضاحت نہ کرنے کی وجہ بظاہر سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ ان 99 آیات میں سے بشمول آیت خاتم النبین کے ایک بھی ایسی نہیں جو اس طرح صریح اور بطور نص کے ہو کہ اس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اللہ نے نبوت ختم کر دی ہے یا یہ کہ اللہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی معبوث نہیں کرے گا یا یہ کہ آنحضرت ﷺ مطلق آخری نبی ہیں۔ بلکہ ان تمام کی تمام آیات میں بیان کردہ مختلف مضامین سے اپنی رائے کے مطابق ختم نبوت کے حق میں استدلال کیا گیا ہے۔ ابوت (باپ)

سیاق و سباق سے لا تعلق: مزید یہ کہ ان آیات کا انتخاب بظاہر اس معیار پر کیا گیا ہے کہ ان میں وہ الفاظ موجود ہوں جن کی بنیاد پر دلیل قائم کی گئی ہے اور اس امر سے بالکل صرفِ نظر کر دیا گیا ہے کہ ان آیات کا سیاق و سباق کیا ہے۔ مخاطب یہود ہیں یا منافقین، یہود کی گزشتہ حرکات پر سرزنش کی جا رہی ہے یا مومنوں کو ایمان اور اطاعت کے مثبت نتائج کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔ کفار کے مقابلہ میں مومنوں کی صفات کا ذکر ہے یا گزشتہ تاریخ کے حوالے سے نصیحت۔ ظاہر ہے کہ اگر اس بنیادی بات کا خیال رکھا جاتا تو بہت سی آیات غیر متعلق ہو جاتیں لیکن پھر سو آیات کا ہدف بھی پورا نہ ہوتا۔

ایک نبی کی آمد کی راہ کھلی رکھنا: مزید یہ کہ کم و بیش تمام آیات سے استدلال کرتے ہوئے جہاں ختم نبوت کے اپنے مطلوب معنوں پر زور دیا گیا ہے وہیں ایک نبی حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی راہ کھلی رکھی گئی ہے۔ اور بجائے یہ کہنے کے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو گا آیات کی تشریح میں کہیں یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا یا کوئی نبی معبوث نہ کیا جائے گا یا کوئی جدید نبی نہیں ہو گا یا کسی قسم کا منصب نبوت عطا نہیں ہو گا یا آپؐ کے بعد کوئی اور نبی (جس پر پہلے سے ایمان نہ رکھتے ہوں) پیدا نہ ہو گا۔

اور کہیں ختم نبوت کے بزور بیان کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے بطور نبی نزول کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جن معنوں میں ان آیات سے ختمِ نبوت ثابت ہے اس کا اطلاق حضرت عیسیٰؑ پر نہیں ہوتا اور آنحضرت ﷺ کے بعد ان کے بطور نبی آنے کے باوجود ختم نبوت قائم رہتی ہے۔

۲۳ استدلال: واضح رہے کہ آیات گو 99 ہیں لیکن بنیادی استدلال صرف ۲۳ ہیں اور بیشتر دلائل کے حق میں کئی کئی آیات درج کی گئی ہیں۔ اس لئے ان دلائل کا ہی جواب دیا گیا ہے اور اضافی آیات کا ان کے ساتھ یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

ہر دلیل کے تحت مفتی صاحب کی بیان کردہ تمام آیات بحوالہ مقررہ آیت نمبر، آیات کا قرآنی حوالہ (بسم اللہ کو شمار نہ کرنے کے سبب یہ حوالے ایک ایک نمبر کم ہیں)، ان کا مفتی صاحب کا کیا ہوا ترجمہ، استدلال، ان کی کتاب کا حوالہ اور پھر دلیل کا مختصر اور بعض جگہ ایک سے زائد جواب درج ذیل ہیں:

پہلی آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب:۴۰) ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔ (صفحہ ۶۱)۔

دوسرا ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔ (صفحہ ۶۳)

استدلال۔ ۱: اس آیت کے پہلے حصّہ میں ابوت (باپ) کی نفی کی گئی اور پھر رسول کہہ کر ابوت (باپ) کا اثبات کیا گیا اور پھر لفظ خاتم النبیین بڑھا کر گویا یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہی نہیں کہ آپؐ کثیر الاولاد ہیں بلکہ کوئی اور ہستی اس کثرت میں

آپؐ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ آپؐ کا سلسلہ تا قیامت چلنے والا ہے اور کوئی نبی آپؐ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں۔(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر ۶۱۔۶۸، ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء) **پہلا جواب:** مفتی صاحب نے خاتم النبیین کا پہلا ترجمہ یہ کیا ہے کہ 'تمام انبیاء کے ختم کرنے والے' جبکہ لفظ خاتم کے جو ۶ ممکنہ تراجم انہوں نے خود لکھے ہیں ان میں کوئی 'ختم کرنے والا' نہیں ہے۔ ہاں ایک اور لفظ خاتِم (ت کی زیر سے) کے ذیل میں یہ معنی شامل ہیں ۔(صفحہ ۷۵)۔ کیونکہ قرآن میں خاتَم آیا ہے نہ کہ لفظ خاتِم اس لئے مفتی صاحب کا ترجمہ قرآنی متن کا ترجمہ نہ ہونے کے سبب درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب: دوسرا ترجمہ 'آخر الانبیاء' لفظ خاتم کے ایک مجازی معنوں کے ساتھ ہے۔ لفظ خاتم کے حقیقی معنی مہر ہیں اور اس کے مطابق آنحضرت ﷺ نبیوں کی مہر ہیں جو ایک مقام مدح ہے اور قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ کو رسولوں کا مصدق فرمایا گیا ہے: بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (صٰفّٰت 37:38) ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ وہ تو حق لے کر آیا تھا اور سب رسولوں کی تصدیق کرتا تھا۔ چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر حقیقی معنی استعمال ہو رہے ہوں تو مجازی معنوں کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس لئے یہ ترجمہ بھی درست نہیں ٹھہرتا۔ پھر ان معنوں میں مدح کا پہلو بھی نہیں کیونکہ آخری ہونا اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہیں۔ جیسے بہادر شاہ ظفر کے بارے میں یہ قول کہ وہ آخری مغل بادشاہ تھا کوئی تعریف کا کلمہ نہیں۔ ہاں تعریف کے اس پہلو کو شامل کر کے کہ آپ کی شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ آپ ﷺ آخری صاحبِ شریعت نبی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یا اگر آخری معنوی طور پر سمجھا جائے یعنی سب سے افضل جیسا کہ اقبال کا اپنے استاد کی وفات پر یہ کہنا کہ 'آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے تو آخر الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء درست ہو سکتا ہے۔ پس جب قرآنی لفظ کے معنی ہی درست نہیں تو ان معنوں کی بنیاد پر قائم استدلال خود بخود گر جاتا ہے۔ **تیسرا جواب:** آخری نتیجہ مفتی صاحب نے یہ نکالا ہے کہ 'اور کوئی نبی آپ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں'۔ الفاظ کا یہ انتخاب یہ راہ کھلی رکھنے کے لئے ہے کہ پہلے پیدا شدہ نبی آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آ سکتا ہے۔ جبکہ ایسا آنے والا زمانی اعتبار سے خود بخود آخری ہو جائے گا۔ اور چونکہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا تو خاتم النبیین کے یہ معنی کہ 'نبیوں کو ختم کرنے والا' درست طور پر اس آنے والے پر اطلاق پائیں گے۔ اور وہی خاتم النبیین ٹھہرے گا۔ یہ نتیجہ آنحضرت ﷺ کی شان پر حرف ہے اس لئے درست نہیں۔ **چوتھا جواب:** گزشتہ باب میں کی گئی وضاحت سے ظاہر ہے کہ الفظ خاتَم کے حقیقی معنوں کی رو سے یہ آیت بجائے ختم نبوت کے آنحضرت ﷺ کے فیضِ روحانی کی برکت سے انعامِ نبوت کے بطور امتی نبوت کے جاری رہنے پر دلیل ہے اور وہاں درج بیسیوں دیگر آیات، احادیث اور بزرگانِ امت کی تحریرات ان معنوں پر گواہ پر ہیں۔ خلاصتاً یہ مضمون یوں ہے: ۱۔ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی مدح میں ہے اور خود آپ ﷺ نے بھی مقام خاتم النبیین کو دیگر انبیاء پر اپنی فضیلت کی چھ وجوہات میں شامل فرمایا ہے۔ اس لئے اس کے وہی معنی درست ہوں گے جو مدح میں ہوں۔ ۲۔ اس آیت میں یہ اظہار کہ آپ ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں بظاہر اس حوالہ سے کئے جانے والے اس مخالف اعتراض کی تائید ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ ابتر ہیں جس کا ازالہ لٰکن کے بعد آیت کے اگلے حصہ میں اس مثبت بیان سے کیا گیا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اس ناطے سے مومنوں کے لئے بجائے باپ ہیں اور یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور اس حیثیت سے انبیاء بھی آپؐ کی مہر تصدیق کے محتاج ہو کر آپؐ کی روحانی ابوت (باپ) کے تحت ہیں۔ ۳۔ قرآن میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء کا مصدق فرمایا گیا ہے (صٰفّٰت ۳۸:۳۷) اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو کسی تفریق کے بغیر سب نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے انبیاء کا مہر تصدیق یعنی خاتم النبیین ہونے کا عملی اظہار ہے۔ ۴۔ لفظ خاتَم کے حقیقی معنی کیونکہ مہر ہیں اور اس کے ساتھ خاتَم النبیین کے معنی بالکل درست اور بر محل ہو جاتے ہیں اس لئے اس لفظ کے مجازی معنوں کے استعمال کی کوئی حاجت نہیں۔ ۵۔ اس آیت کے علاوہ قرآن کریم میں لفظ خَتَمَ مختلف شکلوں میں سات بار استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اپنے مہر کے حقیقی معنوں میں۔ ۶۔ اس آیت میں خاتَم کا لفظ بطور اسم (noun)) آیا ہے نہ کہ بطور فعل (verb))۔ اس لئے اس کا ترجمہ 'نبیوں کی مہر' ہے نہ کہ 'نبیوں پر مہر لگانا'۔ ۷۔ پھر مہر لگانے کے معنی صرف بند کرنا قرار دینا درست نہیں۔ بمطابق فیروز اللغات اردو جدید اس کے ایک معنے 'تصدیق کرنا' بھی ہیں۔

۸۔ مہر ہزار ہا سالوں سے تصدیق کے لئے استعمال ہو رہی ہے جس کی سب سے اعلیٰ مثال وہ مہر ہے جو اس غرض سے آنحضرت ﷺ نے ایک انگوٹھی کی شکل میں تیار کروائی تھی۔ ۹۔ اردو لفظ آخری کے معنوں میں قرآن کریم میں ۲۸ جگہ جو عربی لفظ استعمال ہوا ہے وہ خاتم نہیں بلکہ اٰخِر ہے۔ اس قرآنی اسلوب کے مطابق اگر آخری نبی کہنا مقصود ہوتا تو اس کے لئے صاف اور واضح الفاظ نبی الاٰخر ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ۱۰۔ لفظ خاتم کے ایک مجازی معنی آخرِ قوم ضرور ہیں جسے اختیار نہ کرنے کی ایک اضافی وجہ اس کا مدح میں نہ ہونا ہے کہ زمانی اعتبار سے

آخری ہونے میں مدح کی کوئی بات نہیں ہے۔ ۱۱۔ آخرِ قوم کے مجازی معنی اسی وقت اختیار کیے جاسکتے ہیں جب مدح کا یہ پہلو اختیار کیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت دائمی ہے اور آپؐ آخری صاحب شریعت نبی ہیں۔

۱۲۔ خاتم النبیین کے معنی نبیوں میں آخری کرنے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد کا عقیدہ رکھا جاتا ہے اس لئے ان معنوں سے بہر حال ایسا مطلق آخری مراد نہیں ہو سکتا جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ آ سکے۔ ۱۳۔ لفظ خاتَم کے کوئی معنی 'ختم کرنے والا' نہیں ہیں۔ ہاں 'ت' کی زیر کے ساتھ لفظ خاتِم کے ایک مجازی معنی یہ ضرور ہیں۔ چونکہ قرآن کریم میں یہ لفظ 'ت' کی زبر کے ساتھ ہے اس لئے خاتَم النبیین کا ترجمہ 'نبیوں کو ختم کرنے والا کرنا' قرآنی متن کے مطابق درست نہیں ہے ۱۴۔ ویسے بھی یہ معنی منفی، مقامِ رحمت اللعالمین سے متصادم، خیرِ امت ہونے کے مقام کے بر خلاف، مدح میں نہ ہونے اور خلافِ واقعہ ہونے کے سبب بر محل نہیں ہیں۔ ۱۵۔ قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی ہے بلکہ ماضی میں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کا دو جگہ ذکر کر کے ان کی مذمت کی گئی ہے۔ ۱۶۔ اگر آخری کا لفظ معنوی طور پر کسی گروہ کے کامل اور بہترین فرد کے معنوں میں استعمال کیا جائے تو یہ معنی مدَح میں ہونے کے سبب درست سمجھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے بعض بزرگان نے افضل النبیین کے معنوں میں آپؐ کو آخری نبی کہا ہے۔ اردو زبان میں بھی یہ مضمون مستعمل ہے اور اقبال نے اپنے استاد داغ کو انہی معنوں میں 'جہاں آباد کا آخری شاعر' کہا ہے۔ ۱۷۔ عربی زبان میں ایک گروہ کے مضاف الیہ کے ساتھ لفظ خاتَم کا اکٹھا استعمال اس گروہ کے بہترین فرد کے لئے بھی ہوتا ہے۔ ان معنوں میں کئی افراد کو خاتَم المفسرین، خاتَم الشعراء وغیرہ کہا گیا ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء فرمایا ہے اس لحاظ سے بھی خاتم النبیین کے ایک معنی افضل النبیین ہی ہیں۔ ۱۸۔ پس خاتَم النبیین کے معنی خاتَم کے مجازی معنوں کے ساتھ 'آخری شرعی نبی' اور 'سب نبیوں سے اعلیٰ اور افضل' ہیں۔ اور

۱۹۔ حقیقی معنوں کے ساتھ 'نبیوں کی مہر' ہیں یعنی گزشتہ انبیاء کی تصدیق کرنے والے اور آئندہ اپنے فیضِ روحانی سے نبی تراش۔ آنحضرت ﷺ کا یہ مقامِ عظمت بے مثل ہے کیونکہ کبھی پہلے کوئی امتی نبی نہیں ہوا۔ نبوت کی یہ قسم نبوت محمدیہؐ کے غیر منقطع اور دائمی ہونے کا ایک عظیم الشان اظہار ہے۔ ۲۰۔ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے کئی مقام بیان ہوئے ہیں جیسے صاحبِ خلقِ عظیم، رحمت اللعالمین، صاحبِ قابِ قوسین، صاحبِ مقامِ محمود، سراجِ منیر اور خاتم النبیین۔ قرآن میں ان میں سے کسی ایک مقام کو کسی دوسرے پر فوقیت نہیں دی گئی ہے۔ ۲۱۔ یہ آیت نبوت کے ۱۸ ویں سال سن ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔ اگر یہ بنیادی عقیدہ ہوتا تو اس کے نزول میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ دوسری آیت: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ 5:3) ترجمہ: آج مَیں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔ استدلال۔ ۲: دین کامل ہو گیا اس لئے نہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہے نہ کسی نئے دین کی۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 165-155 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء) **پہلا جواب:** اکمال دین کا یہ تقاضا کہ کوئی اور دین نہ آئے درست ہے اور اس پر یہ قرینہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کی حفاظت اور اسے بر قرار رکھنا خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورۃ حجر 15:10) ترجمہ: اور ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن شریف) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ لیکن اس سے یہ استنباط کرنا کہ نبوت بھی ختم ہو گئی ہے۔ درج ذیل تین وجوہات سے درست نہیں: ۱۔ قرآن سے پہلے نازل ہونے والی شریعت تورات تھی۔ اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ (انعام 155:6) ترجمہ: پھر موسیٰ کو بھی ہم نے کتاب دی جو ہر اس شخص کی ضرورت پر پوری اترتی تھی جو احسان سے کام لیتا اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی۔ اس تکمیل کتاب کے باوجود حضرت موسیٰؑ کے بعد ہزار ہا انبیاء بھیجے گئے جن کا کام تورات کی تعلیمات کو قائم کرنا تھا۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ (بقرہ 88:2) ترجمہ: اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد مسلسل رسول بھیجتے رہے۔ اس لئے دین کے کامل ہو جانے کے بعد اس کی تازگی اور قیام کے لئے انبیاء کے بھیجے جانے میں کوئی روک نہیں اور سنت اللہ یہی ہے۔ **دوسرا جواب۔** دین کی غرض بندوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ اس روحانی تعلق کے مختلف مدارج ہیں۔ وہ دین زیادہ کامل ہے جو ان تمام مدارج کا حصول ممکن بناتا ہو۔ پہلے انبیاء کے ذریعہ ان کے ماننے والے روحانی طور پر ترقی کر کے صالح، شہید اور صدیق ہوئے: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ (حدید 20:57) ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کے حضور صدیق اور شہید ہیں۔

چونکہ قرآن کریم سب سے بڑھ کر کامل دین ہے اور کیونکہ یہ شریعت قیامت تک ہے اس لئے ضروری تھا کہ ہر روحانی مرتبہ کا حصول اس کے ذریعہ ممکن ہو جائے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اس کامل دین میں آنحضرت ﷺ کی اطاعت

کے نتیجہ میں ان مدارج پر نبوت کا اضافہ فرمادیا: وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء4:70) ترجمہ: اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں میں سے۔ پس اتمام حجت اور اکمال دین کا تقاضا نبوت کا اجراء ہے نہ کہ اس کا اختتام۔ تیسرا جواب۔ اکمال دین کی تشریح خود قرآن کریم میں یوں فرمائی گئی: (ابراہیم 26-25:14) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان آیات میں کلام پاک کا کمال تین باتوں پر موقوف قرار دیتا ہے۔ اوّل اس کے اصول ثابت شدہ اور یقین کامل کے درجہ پر اور فطرتِ انسانی کے مطابق ہوں دوسرے قانون قدرت کے مطابق ہوں اور تمام تفاصیلِ تعلیم کمال کے درجہ کی ہوں اور تیسرے یہ کہ ہر ایک وقت اور ہمیشہ وہ اپنا پھل دیتا رہے۔ پھل سے مراد برکات سماوی اور مکالمات الٰہیہ میں جیسا کہ ایک اور جگہ بیان ہوا (حٰم سجدہ)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے پھر استقامت اختیار کی ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتوں اور وحی کا یہ اترنا اجرائے نبوت ہے۔ (باستفادہ حضرت مسیح موعود کی کتاب جنگ مقدس روحانی خزائن جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 126-123) تیسری آیت: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آل عمران:8)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب مَیں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آیا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے (یعنی محمد ﷺ) تو تم سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔ استدلال۔ ۳: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے سب انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ ثُمَّ کے ساتھ ادا کیا گیا جو لغت عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آیا ہے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا متعین ہو گیا۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 167-165 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: تمام انبیاء سے آنحضرت ﷺ کے متعلق عہد لیا گیا ہے۔ اس میثاق النبیین میں کوئی شبہ نہیں۔ لفظ ثُمَّ سے عربی قواعد کے مطابق مفتی صاحب نے جو دلیل پیش فرمائی ہے اس کو درست مان کر بھی اس آیت کا مضمون آنحضور ﷺ سے قبل آنے والے انبیاء کا احاطہ کرتا ہے اور دلیل قائم نہیں رہتی۔ کیونکہ خود آنحضرت ﷺ سے بھی یہ عہد لیا گیا۔ جیسا کہ درج ذیل آیت میں فرمایا گیا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ (احزاب 33:8) ترجمہ: اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے بھی۔ پس آنحضرت ﷺ سے اس عہد کا لیا جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا تھا۔ غالباً یہی عہد تھا جس کے تحت آنحضرت ﷺ نے کم از کم ستّر احادیث مبارکہ میں آنے والے مہدی اور مسیح کی بشارت دی، اس کی شناخت کی علامات بتائیں اور اس عہد کے مطابق اس پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کی یوں تاکید فرمائی: ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی، جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر 1367 شائع کردہ عیسیٰ البابی الحلبی شرکاء)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو بھی تم میں سے عیسیٰ بن مریم کو پائے تو اس کو میرا اسلام پہنچادے۔ (درِ منثور فی تفسیر الماثور از حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ 3، دار لکتب العلمیہ بیروت)

آیت نمبر ۴: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اعراف:158) ترجمہ: (اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مَیں تمہارے تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ کہ جس کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ آیت نمبر ۵: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان:1)

ترجمہ: مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہاں والوں کے لئے نذیر بنے (یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے)۔

آیت نمبر ۶: نَفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا (النساء79)

ترجمہ: ہم نے آپ کو (اے محمد ﷺ) تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے
۔

آیت نمبر ۷: وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (القلم:52) ترجمہ: یہ قرآن تمام جہاں والوں کے لئے تذکیر ہے۔

آیت نمبر ۸: وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ (الانعام19)

ترجمہ: میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے مَیں تم کو ڈراؤں اور تمام لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

آیت نمبر ۹: بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ (ہود

17)ترجمہ: تمام انسانوں کی جماعتوں میں سے جو شخص اس کا کفر کرے پس جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔

آیت نمبر۱۰: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء170) ترجمہ: اے لوگو! بے شک لایا ہے تمہارے پاس پیغمبر (آنحضرت ﷺ) دین حق، پس ایمان لاؤ اس پر، بہتر ہے تمہارے لئے۔

آیت نمبر ۱۱: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سباء28)ترجمہ: اور ہم نے آپؐ کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

آیت نمبر ۱۲: إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (87) وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ (ص88-87)ترجمہ: یہ تو ایک نصیحت ہے جہاں والوں کو، اور تم معلوم کر لوگے اس کا حال تھوڑی دیر پیچھے۔

استدلال۔ ۴ : آنحضرت ﷺ کا عموم بعثت یعنی آپؐ تمام انسانوں کی طرف رسول ہو کر آئے۔ اس لئے اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آتا ہے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ آپ کی امت پھر اس نبی کی امت کہلائے گی جو بعد میں مبعوث ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ ان کو نبوت پہلے مل چکی ہے اس لئے ان کا آخر زمانے میں بحثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 171-167، 228-227 اور 231 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آنحضرت ﷺ تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول تھے اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت قرآن کریم قیامت تک آخری کتاب شریعت ہے۔ یہ دونوں امر شک وشبہ سے بالا ہیں۔ تاہم اس سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپؐ مطلق آخری نبی ہیں کیونکہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے اور پھر آپ کے بعد بنی اسرائیل میں ہزارہا نبی آئے اور حضرت عیسیٰؑ کے لئے کہا بھی گیا کہ:

رسولًا الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران 50:3)ترجمہ: وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہیں۔ ان سب انبیاء کے مبعوث ہونے کے باوجود حضرت موسیٰؑ کی یہ امتیازی فضیلت برقرار رہی کہ آپ بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے تھے۔

اس لئے آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کی امت ہی میں سے کسی کو تکمیل اشاعتِ دین کے لئے بھیجنے سے یہ حقیقت اور امتیاز کہ آپ ﷺ تمام دنیا کے لئے رسول ہیں برقرار رہتا ہے۔

دوسرا جواب۔ بنی اسرائیل میں ہزارہا انبیاء کی آمد اور ان پر ایمان لانے کے باوجود یہود بدستور حضرت موسیٰؑ کی امت رہے اور ان انبیاء کی علیحدہ علیحدہ امتیں نہیں بن گئیں۔ ایسا اس لئے ہوا کہ امت نبیوں سے نہیں بلکہ شریعت سے ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف وہی نبی آسکتے ہیں جو قرآن کو شریعت قرار دیں اس لئے ان کے ماننے والے بدستور آنحضرت ﷺ کی امت رہیں گے اور ان انبیاء کی امتیں نہیں کہلائیں گی۔

آنے والے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں خود مفتی صاحب نے یہ استثناء فرمایا ہے کہ ان کے ماننے والے ان کی امت نہ ہوں گے بلکہ بدستور امت محمدیہ ﷺ کا حصہ ہوں گے۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 169 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

تیسرا جواب۔ آنحضرت ﷺ کا تمام انسانوں کی طرف بھیجا جانا اس بات کا متقاضی تھا کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کامل اشاعت بھی تمام انسانوں میں ہو۔ چونکہ آپ ﷺ کے وقت ابھی دنیا کی کئی آبادیوں کا پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفر کے ذرائع میسر نہ تھے نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی۔ اس لئے عملی طور پر تمام دنیا کو تبلیغ نہ ہو سکتی تھی۔ اس عام دعوت کا آغاز آنحضرت ﷺ نے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خط لکھ کر فرما دیا۔ لیکن تکمیل اشاعتِ دین اس قرآنی پیش خبری کے پورا ہونے سے وابستہ رہی۔ جس کے لئے آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت مقدر تھی۔ جیسا کہ فرمایا: وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (جمعہ:4) ترجمہ: اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اُسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

(باستفادہ حضرت مسیح موعود کی کتاب تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد نمبر 17، صفحہ نمبر 263-258 اور کتاب چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ نمبر 76-77)

پس ایک امتی نبی کی آمد کی خبر ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی بعثت عموم کے ذکر کی ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا آپ ﷺ مطلق آخری نبی ہیں درست نہیں ٹھہرتا۔

آیت نمبر ۱۱: 3 (انبیاء107)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر۔

استدلال۔۵ : آنحضرت ﷺ رحمت اللعالمین ہیں پس اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو آپ ﷺ کی امت کے لئے آپ ﷺ پر ایمان نجات کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک اس نبی پر ایمان نہ لائے۔ کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک خدائے تعالیٰ کے تمام انبیاء پر بلا تفریق ایمان نہ لائے۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 174-171 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آنحضرت ﷺ رحمت اللعالمین ہیں اور تمام مخلوقات آپ ﷺ کی رحمت سے فیض پا رہے ہیں۔ انسانوں میں سے جو آپ پر ایمان لاتے ہیں وہ اس رحمت سے زائد حصہ پاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ پر ایمان کا تقاضا آپ ﷺ کے احکامات، ارشادات اور سنت پر عمل ہے اور ہر شخص جو ایسا کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی نجات کا سامان کرے گا کہ نجات بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ اور جو بدقسمتی سے ایسا نہ کرے گا اس کا بظاہر ایمان اسے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

آپ ﷺ نے امت میں کے دین کی تازگی اور شریعت کے قیام کے لئے ایک امتی نبی کی آمد کی خبر دی اور خصوصی احکامات دئے کہ اس کی بیعت کی جائے اور اسے آپ ﷺ کا سلام پہنچایا جائے۔ ان واضح احکامات کی خلاف ورزی اپنے بد نتائج کی سزاوار ہوگی جس کا ذمہ دار خود وہ نافرمان ہوگا۔ اس لئے اس پیش خبری کے مطابق کسی موعود کی آمد پر ایسے نتیجہ کا نکلنا آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام رحمت اللعالمین پر کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے؟

دوسرا جواب: جو افراد حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد پر ان پر ایمان نہ لائیں گے تو ان کی نجات کا سوال بھی ضرور اٹھے گا لیکن مفتی صاحب نے اس امکان کی نفی کرتے ہوئے یہ پیش بندی فرمائی ہے: ' آپؐ کی امت اُن (حضرت عیسیٰؑ) پر پہلے ہی ایمان لا چکی ہے اور قرآن کریم ان کی نبوت ورسالت کا اعلان کر چکا ہے تو اب ان کے نزول کے بعد امت محمدیہ کی نجات کے لئے کسی جدید شرط کا اضافہ نہ ہوگا (' ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 174 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

یہ تحریر اوپر مذکور ان احادیث رسول ﷺ کے برخلاف ہے جن میں رحمتِ عالم ﷺ نے خود آنے والے موعود کی بیعت کرنے اور انہیں سلامتی کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور جو نجات کیلئے شرط جدید کے مترادف ہے۔

تیسرا جواب: امت میں آنے والا موعود خود آں حضرت ﷺ کے مقام رحمت اللعالمین کا ایک اظہار ہے۔ یہ لطیف مضمون حضرت مسیح موعود کی درج ذیل تحریر سے خوب عیاں ہے:

'جیسا کہ خدا تعالیٰ کے دو ہاتھ جلالی اور جمالی ہیں اسی نمونہ پر ہمارے نبی ﷺ اللہ جل شانہ' کے مظہر اتم ہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ دونوں ہاتھ رحمت وشوکت کے عطا فرمائے۔ جمالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے 3 (انبیاء 108:) یعنی ہم نے تمام دنیا پر رحمت کر کے تجھے بھیجا ہے اور جلالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے 33 (انفال:۱۸) اور چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت ﷺ کی اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں اس لئے خدا تعالیٰ نے صفتِ جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اور صفتِ جمالی کو مسیح موعود اور اس گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہنچایا اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (جمعہ:4) '۔ (اربعین، روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 421 حاشیہ)

آیت نمبر ۱۲: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (نساء:115)

ترجمہ: جو کوئی برخلاف کرے رسول کے ساتھ، بعد اس کے کہ ظاہر ہوئی اس کے لئے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہو اور داخل کریں گے ہم اُس کو دوزخ میں، اور بُرا ٹھکانا ہے (دوزخ)۔

استدلال۔۶ : طریق مومنین کی اتباع نہ کرنا معصیت ہے۔ اگر کوئی نبی آ کر طریق مومنین کی اتباع کرے گا تو اس کا وجود محض بے فائدہ اور بے کار ہے۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 178-174 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: قرآنی سیاق کے مطابق اس آیت میں منافقین کا ذکر ہے اور ارشاد ہے کہ اگر وہ رسول کی مخالفت کریں گے اور مومنوں کے طریق کے سوا اور طریق اختیار کریں گے تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اس واضح مضمون کو ذاتی رائے سے بطور دلیل پیش کرنے کے باوجود اس سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ امتی نبی رسول اللہ ﷺ کے برخلاف نہیں بلکہ بہر صورت آں حضرت ﷺ کی اطاعت ہی کرے گا اور چونکہ اس کا آنا ایسے وقت میں ہوگا جب بیشتر ایمان کے مدعی آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق حقیقی

طریق رسول یعنی اطاعت رسول کو چھوڑ چکے ہوں گے۔ اور یہ وقت مفتی صاحب کے اس اصول کے مطابق عین ضرورت کا ہو گا:

'بعثت نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراۃ مستقیم کو چھوڑ دیں تا کہ یہ نبی ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے'

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 175 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

اور چونکہ وہ موعود اسی راہ محمدی ﷺ کی طرف سب کو دعوت دے گا۔ اور ثریا تک پہنچے ہوئے ایمان کو دوبارہ دلوں میں قائم کرے گا۔ اس لئے کوئی وجہ اعتراض باقی نہیں رہتی۔

دوسرا جواب: مفتی صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کو اپنے اس اعتراض سے بچانے کے لئے فرمایا ہے کہ

'وہ (حضرت عیسیٰ) بعد نزول اسی امت کی طرف بحیثیت نبوت (نقل مطابق اصل نبی چاہئے تھا) معبوث ہو کر نہ آئیں گے بلکہ بحثیت امامت تشریف لائیں گے ۔۔۔ تو اب اس آیت سے آپ کے نزول پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔'

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 175-176 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

گویا امام آکر ان مومنوں کے طریق کے مطابق عمل کرے جن کی اصلاح کے لئے وہ آیا ہے تو کوئی حرج نہیں؟ اگر یہی بات ہے تو مفتی صاحب کے الفاظ میں معمولی تصرف کے ساتھ 'امام کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بے کار' کیوں نہ ہو گا؟

آیت نمبر ۱۳: ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ (*) وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ (واقعہ 14-13) ترجمہ: خدا کے مقرب بڑی جماعت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑی پچھلوں میں سے۔

آیت نمبر ۱۴: لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ (*) ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ (*) وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ (واقعہ 40-39)

ترجمہ: اصحاب الیمین (یعنی جنتی) جماعت کثیر ہیں پہلوں میں سے اور جماعت کثیر ہیں پچھلوں میں سے۔

آیت نمبر ۱۵: أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ (*) ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ (مرسلات 16-17)

ترجمہ: کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا، پھر آن کے پیچھے چلاتے ہیں پچھلوں کو۔

استدلال۔ ۷: پہلوں اور پچھلوں میں سے نیک اور کافر۔ اس میں آخرین سے مراد امت محمدیہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ امت آخری امت ہے اور آئندہ نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کوئی جدید امت۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 176-179 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آیات نمبر ۱۴ اور ۱۵ (واقعہ 15-13 اور 39-40) میں آخرین سے امت محمدیہ مراد لینا اس لحاظ سے درست نہیں معلوم ہوتا کہ یہاں مقربین کو قلیل فرمایا گیا ہے جبکہ گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ میں مقربین کی تعداد اس کے برعکس ہونی چاہئے۔ بعد کی آیات 40-41 میں دونوں گروہوں کا ایک جیسا ذکر امت کے اوّلین اور آخرین کا ہم رنگ ہونا ظاہر کرتا ہے اور یہی وہ مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ کی آخرین کے بارے میں فرمودہ اس خبر کا ہے کہ **وما علینا و اصحابی** کہ وہ میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوں گے اور جو حضرت مسیح موعود کے اس مصرع میں بیان ہوا لگتا ہے کہ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا ورنہ اگر گزشتہ امتوں اور امت محمدیہ کا درجہ میں مساوی ہونا قرار دیا جائے تو اس پر بھی یہی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ امت محمدیہ کو قرآن کریم نے بہترین امت قرار دیا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران 111:3) ترجمہ: تم بہترین امت ہو۔

اس لئے اس کے مقربین گزشتہ امتوں سے بڑھ کر ہونے چاہئیں نہ کہ مساوی یا کم۔ درحقیقت یہاں اوّلین اور آخرین دونوں گروہ امت محمدیہ کے ہیں اور ان سے مراد اسلام کے دور اوّل اور دورِ آخر کے قربانی کرنے والے ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ ان کی قربانیاں باہم مشابہ ہوں گی اور انہیں ایک جیسے درجات عطا کئے جائیں گے۔ گو اوّل دور کے ان قربانیاں کرنے والوں کو اپنی قربانیوں اور ایثار میں بعد میں آنے والوں پر عدد اور رتبہ کے لحاظ سے فوقیت حاصل ہو گی۔

(باستفادہ قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب صفحہ نمبر 983 جولائی 2002ء)

دوسرا جواب: آیت نمبر ۱۵ (مرسلات: ۱۶-۱۷) سے چند آیات قبل مستقبل کی پیش خبریوں کے ذیل میں یہ عظیم خبر ہے کہ:

وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ (مرسلات 12:77)

ترجمہ: اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔

رسول تو اس دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں پس اس سے مراد لازماً یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی غلامی اور اطاعت کے نتیجہ میں ایک ایسا نبی مبعوث ہو گا جس کا آنا گزشتہ سب رسولوں کا آنا ہو گا یعنی اس کی سعی سے تمام گزشتہ امتیں، امت

محمدیہ میں داخل ہوں گی۔

(باستفادہ قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب صفحہ نمبر ۱۱۱۱، جوالائی ۲۰۰۲ء)

اس سیاق کلام کے مطابق ان آیات میں پہلے ہلاک ہونے والوں کے پیچھے آنے والوں کا ذکر اس موعود رسول کے حوالے سے ہے نہ کہ کسی اور معنوں میں۔

تیسرا جواب: امت محمدیہ کے بعد کسی جدید امت کے نہ ہونے پر تو کوئی اختلاف نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کے شان خاتم النبین کے تحت ایسے انبیاء کی آمد جو ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی اور جن کا مقصد دین کی تازگی اور شریعت قرآن کا قیام ہو۔ محض آنحضور ﷺ کے خادم ہوں گے اور جب کہ وہ خود ﷺ کے امتی ہوں گے ان کو ماننے والے بھی بدستور امت محمدیہ ہی رہیں گے۔ یوں کوئی امت نہ بنے گی اور امت محمدیہ ہی آخری امت رہے گی۔ ویسے بھی امت شریعت سے ہوتی ہے اور جب شریعت قرآن ہی رہے گی تو نئی امت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پس یہ استنباط اسی حد تک درست ہے کہ کوئی جدید امت نہ ہو گی ورنہ ایک امتی نبی کی آمد کی پیشگوئی پر مشتمل احادیث تو واضح ہیں۔

آیت نمبر۱۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (مائدہ101)

ترجم: اور اگر تم ان اشیاء کا سوال کروگے (جن کے سوال سے منع کیا گیا ہے) نزول قرآن کے زمانے میں ان اشیاء کا ذکر کر دیا جائے گا۔

استدلال۔۸ : یہ آیت نزول قرآن کے زمانہ کے بعد انقطاعِ وحی کا اعلان کرتی ہے اور وہ انقطاع نبوت کو متلزم ہے۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 180-179 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: آیت میں احکام شریعت میں غیر ضروری سوالات سے روکا گیا ہے تاکہ مزید حدود و قیود سے مشکلات نہ پیدا ہوں۔ اس بیان سے یہ استنباط کہ 'آیت مذکورہ نزولِ قرآن کے بعد انقطاع وحی کا اعلان کرتی ہے' (صفحہ 180) بظاہر غیر موجود ہے۔

قرآن کریم آخری کتاب شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اس لئے نزول قرآن کے بعد تشریعی وحی کا انقطاع تو لازم ہے تاہم اس شریعت کے قیام کے لئے آنحضرت ﷺ کی شانِ خاتم النبین کے تابع ایسے انبیاء جو ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہوں۔ اپنی آمد پر جو وحی نبوت پائیں گے وہ قرآنی احکامات کے تابع ہو گی۔ اور اس میں کوئی امر مانع نہیں۔

مفتی صاحب کا یہ جملہ کہ 'انقطاع وحی انقطاع نبوت کو متلزم ہے'(صفحہ 180) ان قرآنی آیات کے مطابق نہیں جن میں مومنین پر فرشتوں کے نزول اور ان کے ذریعہ بشارت پانے کا ذکر ہے اور جن کا پہلے باب میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر نزول قرآن کے بعد انقطاع وحی کا ان کا یہ بیان ان کی درج ذیل تحریر سے بھی متصادم ہے جس میں انہوں نے نزولِ قرآن کے بعد نزولِ وحی تسلیم کیا ہے ' : حضرت عیسیٰؑ پر اگر بعد نزول وحی ہو گی تو وہ اس آیت کے مخالف نہیں۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 222 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

آیت نمبر۱۷: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (توبہ 33)

ترجمہ: وہ ہے جس نے بھیجا اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر۔

آیت نمبر۱۸: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (فتح28) ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام اَدیان و ملل پر غالب کر دے، اور اللہ تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے۔

آیت نمبر۱۹: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (صف9)

ترجمہ: وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس کو تمام اَدیان و ملل پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکین بُرا مانیں۔

استدلال۔۹ : نبی کریم ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا کہ دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ تمام مذاہب پر غلبہ جب ہی ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آجانے کے بعد پیدا ہو تو ثابت ہوا کہ آپؐ کے بعد کوئی نیا آسمانی دین اس دنیا میں نہ آئے گا۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 181-180 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء) جواب: دین حق کا دیگر تمام ادیان کے بعد آنا اور اس کے بعد کسی آسمانی دین کا نہ آنا امر واقعہ ہے۔ یہ قرآنی شریعت کا آخری زمانہ تک قائم رہنے کا مضمون ہے۔ اور اس دین کے قیام کے لئے امتی نبیوں کے آنے سے اس حقیقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ غلبہ اس موعود مسیح اور مہدی کے وقت میں ہونا مقدر تھا جیسا

کہ اکثر مفسرین نے لکھا کہ ادیان باطلہ پر دین اسلام کا کامل غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا (تفسیر ابنِ جریر جلد نمبر 28 صفحہ نمبر 53)

حضرت سعد ابن جریرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت مہدی کے لئے ہے۔ سعید ابن منذر اور بیہقی نے جابرؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ یہاں مہدی مراد ہیں (بحوالہ مناہل العرفان از کفیلہ خانم جلد دوئم صفحہ نمبر 24) اور یوں یہ آیات امت میں ایک نبی کے حق میں ہیں نہ کہ اس کے خلاف۔

آیت نمبر ۲۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (نساء:59)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول (محمد ﷺ) کی، اور اُن لوگوں کو اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

استدلال۔ ۱۰: صرف آپ ﷺ کی اطاعت کو مدار نجات قرار دینا کھلا اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ خدا کا کوئی نبی دنیا میں بھیجا جائے اور لوگ اس کی اطاعت کے لئے مکلف نہ کئے جائیں۔ دوسرے اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد بجائے اولی الامر کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 184-181 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: اللہ کے رسول کی اطاعت آپ ﷺ کے تمام احکامات کی اطاعت کو مستلزم ہے۔ خود مفتی صاحب نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

'یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء سابقین پر ایمان لانا بھی آپ ﷺ کی اطاعت میں داخل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ان پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی ہے'۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 181 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

اس درست اصول کے مطابق جب آنحضرت ﷺ نے امت میں ایک نبی کی آمد کی خبر دی (صحیح مسلم) اور حکم دیا کہ امام مہدی کی بیعت کی جائے خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے، تو اس تاکید کے سبب اس امتی نبی پر ایمان لانا بھی آپ ﷺ کی اطاعت میں داخل سمجھا جائے گا اور اس پر ایمان لانے کے لئے کسی علیحدہ قرآنی حکم کی ضرورت نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۱: وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (فتح 17)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص اعراض کرے گا اس کو سخت دردناک عذاب دیں گے۔

آیت نمبر ۲۲: مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (نساء 80)

ترجمہ: اور جس نے رسول (یعنی آنحضرت ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے پشت پھیری (بلا سے) ہم نے آپؐ کو ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

آیت نمبر ۲۳: وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء 69) ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول (یعنی آنحضرت ﷺ) کی اطاعت کرے وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہو جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی نبییّن اور صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

آیت نمبر ۳۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (انفال 20،) ترجمہ: اے ایمان والو! حکم پر چلو اللہ کے اور اس کے رسول (ﷺ) کے۔

آیت نمبر ۳۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (انفال 24)

ترجمہ: اے ایمان والو! مانو حکم اللہ کا اور رسول (محمد ﷺ) کا جبکہ بلائے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے۔

آیت نمبر ۳۹: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (انفال 46)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول (ﷺ) کا، اور آپس میں نہ جھگڑو کہ نامراد ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے۔

آیت نمبر ۴۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (انفال 64) ترجمہ: اے نبی (ﷺ) کافی ہے اللہ آپ کو اور اُن مسلمانوں کو جو آپ کا اتباع کریں۔

آیت نمبر ۴۱: وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (توبہ 71)

ترجمہ: مسلمان حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول (ﷺ) کے، اُن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

استدلال۔۱۱: نجات اور دخول جنت کے لئے صرف آنحضرت پر ایمان اور آپ کی اطاعت کافی ہے سوائے انبیاء سابقین کے اور کسی نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو خدا کا مطیع اور مقربین کے ساتھ ہونے کے لئے اس نبی کی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 197, 189-184 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آنحضرت ﷺ کے مقام خاتم النبین کے فیض سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امتی نبوت کا مقام پانے والے یہ درجہ اس دین کی تازگی اور اس شریعت کے قیام کے لئے پائیں گے جو آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے لئے لے کر آئے اس لئے ان کی تعلیم اور احکام اسی شریعت کے مطابق ہوں گے اور کوئی نئے نہ ہوں گے کہ ان کی اطاعت کے لئے علیحدہ قرآنی ارشاد کی ضرورت ہوتی۔ اصل اطاعت تو آنحضرت ﷺ کی ہی ہے۔ جو آنحضور ﷺ کی اطاعت میں کسی امتی نبی کو مانے گا اور اس کی قوت قدسیہ سے برکت پا کر تمام احکامات دینی پر عمل پیرا ہو گا۔ وہ ان انعامات کا وارث ہو جائے گا جو ان آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا نتیجہ فرمائے گئے ہیں۔

دوسرا جواب: مفتی صاحب نے ان آیات میں سے آیت نمبر 23 یعنی آیت وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (نساء ۷۰:۴)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا (یعنی) (نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

سے بھی یہی استدلال کیا ہے جبکہ یہ آیت واضح طور پر اطاعت رسول کے نتیجہ میں انعاماتِ الٰہی بشمول نبوت عطا کئے جانے پر دال ہے۔ جس کی گزشتہ بزرگان نے بھی تائید کی ہے۔ چنانچہ حضرت امام راغبؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:

(تفسیر بحر المحیط از حضرت ابن حیان اندلسیؒ (المتوفی 754) جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 699 شائع کردہ دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

آیت نمبر ۲۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الحدید 28) ترجمہ: اے پہلے (انبیاء پر) ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے مرحمت فرمائے گا اور تمہارے لئے ایک روشنی کر دے گا، جس کے ذریعے سے تم چلو گے اور تمہاری مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آیت نمبر ۲۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء 136) ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر اور اس کتاب پر جس کو نازل کیا اپنے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے۔

آیت نمبر ۳۱: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (نساء:170) ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس رسول آچکا حق بات لے کر، تم ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہو گا۔

آیت نمبر ۳۲: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا * فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (نساء:175-174)

ترجمہ: اے لوگو! تم کو پہنچ چکی تمہارے ربّ کی طرف سے سند (یعنی آنحضرت ﷺ) اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح (یعنی قرآن مجید (پس جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر اور فضل میں۔

آیت نمبر ۳۳: (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ 16-15) ترجمہ: تمہارے پاس آئی اللہ کی طرف سے روشنی (یعنی آنحضرت ﷺ) اور کتاب مبین (یعنی قرآن مجید) جن سے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سلامتی کے راستے کی ان کو جو تابع ہو وا س کی رضا مندی کے۔

آیت نمبر ۳۴: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (اعراف:157-156)

ترجمہ: سو مَیں لکھ دوں گا (اپنی رحمت (اُن لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ جو ہماری باتوں پر یقین کرتے ہیں اور جو تابع ہیں اس رسول کے جو نبی ہے اُمی، جس کو پاتے ہیں (اہل کتاب) لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔

آیت نمبر ۳۵: فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اعراف:157)

ترجمہ: پس جو لوگ آپ (آنحضرت ﷺ) پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپؑ کی رفاقت اور مدد کی اور تابع ہوئے اس نور (قرآن) کے جو اس کے ساتھ اترا ہے ،وہی مراد کو پہنچے۔

آیت نمبر ۳۶: وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اعراف:158)

ترجمہ: ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر، جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلام پر، اور اس کے تابع ہو جاؤ تو شاید تم ہدایت پاؤ۔

آیت نمبر ۴۲: فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (تغابن:8)

ترجمہ: ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر اور اس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے

آیت نمبر ۴۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (صف:11)

ترجمہ: اے ایمان والو! مَیں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کی بچاوے تم کو دُکھ کی مار سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔

آیت نمبر ۴۴: آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ (حدید:7) ترجمہ: تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں تمہیں پہلوں کا قائم مقام بنایا ہے، پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

استدلال۔ ۱۲: صرف آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا حکم۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہونے والا ہوتا تو اس پر ایمان لانے کا حکم ہوتا۔ اور اس پر ایمان کو بھی شرط بنایا جاتا جس سے لازم آتا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی (جس پر پہلے سے ایمان نہ رکھتے ہوں) پیدا نہ ہوگا۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 199-198,196-194,191-190 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آنحضرت ﷺ کے مقام خاتم النبین کے تحت آپ کی متابعت میں آنے والے ایسے نبی جو ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی۔ دراصل آپ ﷺ کے ظل اور بروز ہونے تھے۔ اور ان کی غرض دینِ حق کی تازگی اور قرآنی شریعت کا قیام ہونا تھا۔ اس لئے ان کی اپنی کوئی حیثیت نہ تھی اور ان کے علیحدہ ذکر کی کوئی ضرورت نہ تھی اور ان کو ماننا آنحضور ﷺ کی پیش خبریوں کو درست مان کر آپ ﷺ پر کامل ایمان کا اظہار ہی تھا۔

قرآن کریم کا اس موعود کو آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی فرمانا: 3 (جمعہ 4:62) اور احادیث میں اس موعود کی آنحضرت ﷺ کے نام اور والدین کے نام میں ظاہری یکسانیت کی خبریں، حتیٰ کہ بعد وفات آپ ﷺ کے ساتھ تدفین کی خبر اُس کی علیحدہ حیثیت کی نفی کی خبر ہی تھی۔

دوسرا جواب: ان آیات میں سے آیت نمبر 24 کا تخاطب ایمان لانے والوں سے ہے جسے مفتی صاحب نے یہ الفاظ زائد کر کے کہ ’پہلے انبیاء پر‘ اس کا رخ ’اہل کتاب‘ کی طرف موڑ دیا ہے جو سیاق کلام سے درست نہیں ٹھہرتا کیونکہ اگلی آیت کے الفاظ ہیں:

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (حدید 57:30) ترجمہ: تا کہ اہل کتاب کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ان (مومنوں) کو اللہ کے فضل کے حصول پر کچھ قدرت نہیں۔

پس مومنوں کو رسول پر ایمان لانے کا حکم زائد معنی رکھتا ہے اور یہ اسی موعود مسیح اور مہدی پر ایمان کا حکم ہے جسے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آنا تھا اور جس نے آپؐ کی مطابعت میں امتی نبی کا درجہ پانا تھا۔ اگلی آیت کا آخری حصہ کا مضمون بھی ویسا ہی ہے جیسا سورۃ جمعہ میں مذکور آنحضور ﷺ کی بعثت ثانیہ کی خبر سے اگلی آیت کا۔ اس سے بھی اس مضمون کا ہم رنگ ہونا ظاہر ہے۔

تیسرا جواب: ان آیات میں سے آیت نمبر 24 کے ایک حصہ یعنی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (حدید 29:57) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دُہرا حصہ دے گا اور تمہیں

ایک نور عطا کرے گا جس کے ساتھ تم چلو گے۔

میں اطاعت کے نتیجہ میں جس نور دئے جانے کا ذکر ہے وہ یہی نورِ الہام جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے درج ذیل ارشادات سے واضح ہے۔ اور یوں بجائے بند کرنے کے یہ آیت نبوت کے اجراء کی خوش خبری ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ' اس مقام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی اور اعلیٰ درجہ کی کرامت جو اولیاء اللہ کو دی جاتی ہے جن کو تقویٰ میں کمال ہوتا ہے وہ یہی دی جاتی ہے کہ ان کے تمام حواس اور عقل اور فہم اور قیاس میں نور رکھا جاتا ہے اور ان کی قوتِ کشفی نور کے پانیوں سے ایسی صفائی کر لیتی ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتی۔' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 178)

اس نور کی مزید وضاحت آپ نے یوں فرمائی ہے:

ا۔ 'یعنی نورِ الہام اور نورِ اجابتِ دعا اور نور کرامت اصطفاء'۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 296)

ب۔ 'فالنور الذی ھو الامر الفارق بین خواص عباد اللہ و بین عباد آخرین ھو الالھام و الکشف و التحدیث'۔

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 298)

ترجمہ: وہ نور جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اور دوسرے بندوں میں فرق کرنے والا ہے وہ الہام اور کشف اور محدثیّت ہے۔

چوتھا جواب: آیت نمبر 33 میں اہل کتاب مخاطب ہیں۔ آیت کا ابتدائی حصہ ہے: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ 16:5) ترجمہ: اے اہل کتاب یقیناً تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آ چکا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی باتیں جو تم (اپنی) کتاب میں چھپایا کرتے تھے خوب کھول کر بیان کر رہا ہے۔

اس سیاق سے ساتھ اہل کتاب کو بائبل کی ان پیشگوئیوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جن میں آنحضرت ﷺ کی خبر تھی۔ یوں اس آیت سے وہ استنباط نہیں ہو رہا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

پانچواں جواب: آیت نمبر 34 اور 35 بھی اہل کتاب کے بارے میں ہیں۔ جیسا کہ آخری حصہ میں تورات اور انجیل کے حوالے سے ظاہر ہے اور یوں ان آیات سے بھی وہ استنباط نہیں ہو رہا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

آیت نمبر ۲۶: آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (بقرہ 285)

ترجمہ: ایمان لائے رسول اس پر جو کچھ اُترا اس کی طرف اُس کے ربّ کی طرف سے اور مسلمان سب ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے۔

آیت نمبر ۲۷: وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ (بقرہ: 41)

ترجمہ: ایمان لاؤ! اس وحی پر جو ہم نے نازل کی ہے تصدیق کرنے والی اس وحی کی جو تمہارے پاس ہے۔

آیت نمبر ۲۸: قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (آل عمران 84)

ترجمہ: (اے محمدؐ!) تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو اُتری ہم پر اور جو وحی اتری ابراہیمؑ پر اور اسماعیلؑ پر اور اسحٰقؑ پر اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور سب نبیوں کو اپنے ربّ کی طرف سے، ہم جدا نہیں کرتے ان میں سے کسی کو اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۲۹: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء 60)

ترجمہ: کیا آپؐ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپؐ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

آیت نمبر ۳۰: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ (محمد)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب وحی پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی، اور وہ اُن کے ربّ کے پاس سے امر واقعی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ اُن پر اتار دے گا اور اس کی حالت اچھی رکھے گا۔

آیت نمبر۴۷: لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا (نساء:162)

ترجمہ: لیکن اُن میں جو لوگ علم پر ثابت ہیں اور ایمان والے ہیں، وہ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی۔

آیت نمبر۴۸: إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (نور 51:

ترجمہ: ایمان والوں کی بات یہ تھی کہ جب بلائے ان کو اللہ رسول کی طرف ان میں فیصلہ کرنے کے لئے تو کہیں ہم نے سنا اور مانا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آیت نمبر۴۹: وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (نور:52)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور بچیں اس کے محرّمات سے، وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

آیت نمبر۵۰: قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (نور:54)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی۔

آیت نمبر۵۱: (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (نور:954

ترجمہ: اگر تم آپؐ کی (یعنی آنحضرت ﷺ) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔

آیت نمبر۵۲: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (نور:56)

ترجمہ: اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (محمد ﷺ) کی، شاید تم پر رحم ہو۔

آیت نمبر۵۳: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (نور : 62)

ترجمہ: ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر۔

آیت نمبر۵۴: (إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ (یٰس 11)

ترجمہ: بس آپؐ تو صرف ایسے ہی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے، اور خدا سے بے دیکھے ڈرے، سو آپؐ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔

آیت نمبر۵۵: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ: (حجرات 15)

ترجمہ: ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر۔

آیت نمبر۵۶: وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا(احزاب:71)

ترجمہ: اور جو کوئی پیروی کرے اللہ کی اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی اس نے پائی بڑی مراد۔

آیت نمبر۵۸: اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (اعراف:3)

ترجمہ: اس وحی کا اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے، اور نہ چلو اُس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔

استدلال۔ ۱۳: صرف اس وحی پر ایمان لانے کا حکم ہے جو آپ ﷺ پر اور آپ سے پہلے نازل ہوئی اور اسی پر جنت و مغفرت کے وعدہ ہیں۔ اگر بعد میں بھی سلسلہ وحی جاری ہوتا تو اس وحی پر بھی ایمان لانے کی تاکید ہوتی۔ لیکن کسی اور وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں اور اس کے بغیر ہی نجات ہے جو اس کا اعلان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی وحی نازل نہ کی جائے گی اور نہ کوئی نبی پیدا ہو گا۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 194-191، 204-202، 205 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آنحضرت ﷺ پر اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان کا حکم جہاں اس وحی کی حقانیت پر ایمان ہے وہیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر بھی ایمان کا حکم ہے کہ وحی کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور چونکہ اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی اس لئے ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور اللہ کی رضا اور اس کے عطا کردہ انعام جس طرح پہلے ان لوگوں کے لئے مقدر رہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی پر ایمان لائے اسی طرح آئندہ بھی ایمان لانے والے ان انعامات کے وارث ہوں گے۔ تاہم چونکہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت آئندہ آنے والے تمام انسانوں کے لئے ہمیشہ ہدایت کا راستہ رہنی تھی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسی

وحی نازل نہ ہوتی تھی جو کسی شریعت کی حامل ہو بلکہ صرف ایسی وحی نبوت کا نزول ہوتا تھا جو تبشیر و انذار پر مشتمل ہو اس لئے بعض جگہ اس پر ایمان لانے کا علیحدہ سے حکم نہ دیا گیا اور من قبلکم کی قید بھی لگائی۔ جیسا کہ مفتی صاحب کی منتخبہ بعض آیات۔ لیکن قرآن کریم میں ہر وحی پر ایمان کا حکم من قبلکم کی شرط کے بغیر بھی ہے اور آئندہ زمانہ کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ جیسے یہ آیت كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ (بقرہ 286)

ترجمہ: (اُن میں سے) ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

ہم دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ کتاب کا لفظ وحی الٰہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا یہاں مومنوں کی یہ علامت بتلائی گئی ہے وہ ہر رسول اور ہر وحی پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہ ان کا شعار سننا اور ماننا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (بقرہ 2:286)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

دوسرا جواب: آیت 27 (بقرہ:۴۱) کے مخاطب اہل کتاب ہیں۔ آیت 29 (نساء:۶۰) منافقین کے بارہ میں ہے اور آیت 47 (نساء:۱۶۲) یہود کے بارے میں ہے اور اس طرح ان تینوں آیات سے وہ استنباط نہیں ہو رہا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

تیسرا جواب: آیت نمبر 54 (یٰس:۱۱) میں آنحضور ﷺ کی وحی اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس طرح اس آیت سے وہ استنباط نہیں ہو رہا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

آیت نمبر ۴۵: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (جمعہ:3-2)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے، پڑھتا ہے ان کے پاس اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے عقل مندی، اور اس سے پہلے پڑے تھے یہ صریح گمراہی میں، اور ایک اوروں کے واسطے انہی میں سے جو ابھی اُن میں نہیں ملے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

استدلال۔ ۱۴: یعنی آپ ﷺ کی نبوت تمام نسلوں کے بھی محیط اور شامل ہے جو آپ کے عہد مبارک میں پیدا نہ ہوئے تھے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس لئے آپ کے بعد نہ کسی اور نبی کی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 201-199 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی ایک اور بعثت کی واضح خبر ہے اور مفتی صاحب کے ترجمہ سے بھی مترشح ہے 'اوروں کے واسطے جو ان سے ابھی ملے نہیں ، انہی میں سے 'یعنی وہ لوگ جو ابھی آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب سے نہیں ملے اللہ تعالیٰ 'انہی میں سے' آنحضور ﷺ کو پھر معبوث کرے گا۔ اس آیت کے نزول پر اس کی تشریح خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی اور صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی 3۔ حضور ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اسی مجلس میں سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا! کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو گا تو ان (اہل فارس (میں سے ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص اس کو پالیں گے۔

(صحیح بخاری جزو ثالث 3 مکتبۃ العصریہ بیروت)

یہ حدیث بعد کے زمانہ میں اہل فارس میں سے ایک وجود کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کی مکمل پیش خبری ہے۔

اس آیت میں اوّل امیین میں اور پھر ان آخرین میں جو آپ ﷺ سے ابھی ملے نہیں آپ ﷺ کی بعثت ثانیہ کی واضح خبر ہے۔ یہ تشریح بہت سارے بزرگوں نے فرمائی ہے۔ اور یوں یہ آیت ختم نبوت کے ان معنوں کو رد کرتی ہے جو انعام نبوت کو ختم کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے مقام خاتم النبین کے ان معنوں کی تصدیق کرتی ہے جس کے مطابق آپؐ کے تابع امتی نبوت کا راستہ کھلا ہے۔

آیت نمبر ۴۶: قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف:108)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، مَیں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ مَیں دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔

استدلال۔ ۱۵: اس آیت میں ارشاد ہے کہ دعوتِ حق دینے والے آنحضرت ﷺ اور وہ صحابہ کرامؓ اور علمائے امت جو آپ کے اسوۂ حسنہ کے متبع اور

پیرو ہیں۔اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی اور نبی دنیا میں پیدا ہونے والا تھا تو مناسب تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پہلے ان انبیاء کا ذکر ہوتا جو آپ ﷺ کے بعد آنے والے تھے۔پھر ان کے بعد صحابہ کرامؓ اور علماء کا تذکرہ درجہ بدرجہ ہوتا۔ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی معبوث ہونے والا نہیں۔(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 202-201 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب:آنحضرت ﷺ کی متابعت میں امت میں آنے والے رسول بدرجہ اولیٰ آپ ﷺ کے ساتھی ہیں بلکہ ان پر ایمان لانے والوں کو بھی ایک حدیث میں آنحضور ﷺ نے اپنے اصحاب کے طریق پر ہونے والا فرمایا ہے۔پس اس آیت میں ان سب کا مجموعی ذکر ہے کہ وہ دلیل پر قائم ہوں گے اور جوبات کریں گے دلیل سے کریں گے اور علیحدہ علیحدہ ذکر کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

آیت نمبر ۵۷: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا

(احزاب:7)ترجمہ:اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا،اور آپ سے (اے محمدؐ) اور نوحؑ اور ابراہیمؑ،اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابنِ مریم سے۔

استدلال۔۱۶ : اس آیت میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا ذکر فرمایا گیا۔ ایک حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور اس عالم بعث میں سب کے آخر میں اسی لئے سب سے پہلے میرا نام لیا گیا۔(ابن کثیر جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 48)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی آنحضرت کے سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 205-204 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب:آنحضرت ﷺ سے بھی وہ عہد لیا جانا جو پہلے تمام انبیاء سے لیا گیا جس کا آل عمران 3:82 میں ذکر ہے کہ جو نبی بعد میں آئے اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی مدد کی جائے درحقیقت آپ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی و نبوت جاری رہنے کی خبر ہے۔ورنہ آپ ﷺ سے یہ عہد لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے سب سے پہلے نبی بنائے جانے کا خود بھی ذکر فرمایا ہے جو کہ آپ کا اعزاز ہے۔سچ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر لحاظ سے اول تھے کہ یہ کائنات پیدا ہی آپ کے لئے کی گئی ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ:اگر آپ ﷺ کی پیدائش مقصود نہ ہوتی تو یہ کائنات پیدا نہ کی جاتی۔

اس تناظر میں اس آیت میں آپ ﷺ کے ذکر کے بعد دیگر انبیاء کا ذکر تو اس عہد کے عام ہونے کا مضمون ہے اور بطور مثال ہے۔اور ظاہر ہے کہ مثال کے طور پر دیگر انبیاء کا ذکر آپ ﷺ کے بعد ہی ہونا تھا۔اصل بات آپ ﷺ سے عہد لیا جانا تھا جو آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ نبوت جاری رہنے پر دلیل ہے اور جس کے تحت آنحضرت ﷺ نے ستر کے قریب احادیث میں اپنے بعد آنے والے مہدی اور مسیح کی خبر دی اور اس کی اتباع اور مدد کرنے کی تاکید فرمائی۔

آیت نمبر (یونس:14-13)

ترجمہ:اور ہم ہلاک کر چکے سب امتوں کو تم سے پہلے،جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور لائے تھے ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے وہ ایمان لانے والے،یونہی سزا دیتے ہیں ہم گنہگار قوم کو،پھر ہم نے تم کو نائب کیا زمین میں ان (سب(امتوں کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔

آیت نمبر ۶۰: ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (انعام:165)

ترجمہ:وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے درجات دوسروں پر بلند کئے۔

آیت نمبر ۶۱: هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ (فاطر 39)ترجمہ:وہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا۔

استدلال۔۱۷ :ان آیات کے مطابق امت محمدیہ تمام امتوں کی خلیفہ اور زمین میں سب کی قائم مقام ہے جس کا حاصل صاف ہے کہ یہ امت آخر الامم ہے اس کے بعد نہ کوئی جدید نبی آئے گا اور نہ اس کی کوئی نئی امت پیدا ہو گی۔(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 209-205 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب:امت محمدیہ آخری امت ہے اس امر میں کوئی اختلاف نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت قرآن کریم قیامت تک بنی نوع انسان کی شریعت رہے گی اور چونکہ اب کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی اس لئے کوئی نئی امت بھی نہیں ہو گی کیونکہ امت شریعت سے ہے نہ کہ نبی سے۔بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے بعد ہزارہا نبی آئے۔یہ نبی براہ راست منتخب ہوتے تھے لیکن پھر بھی کوئی نئی امت نہ بنی اور بنی اسرائیل بدستور حضرت موسیٰؑ کی امت رہے۔

امت محمدیہ ﷺ میں آنے والے نبی تو امتی ہوں گے اور جو خود امتی ہو اس کی امت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پس امت محمدیہ ﷺ پھر بھی آخر الامم رہے گی اور باوجود امتی نبی کی آمد کے کوئی نئی امت نہ پیدا ہو گی اور یہی مضمون ان سب آیات کا ہے۔

دوسرا جواب: ان آیات میں سے آیت نمبر 59 (یونس 15:10) کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ 3 ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ ایسے ہی الفاظ یہود کے لئے بھی ان کے زمین میں خلیفہ بنائے جانے کے وقت استعمال ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد ہوُا:

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (اعراف 130:7)

ترجمہ: اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ یہ ایک جیسے الفاظ ان دونوں اقوام کے ایک جیسا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہود کا بڑا گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب تھا۔ گویا یہاں یہ اشارہ ہے کہ امتِ محمدیہ میں بھی ایک عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے۔ (باستفادہ کتاب حضرت مسیح موعود، تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد ۲۱، صفحہ ۱۴، ۱۳)۔

آیت نمبر ۶۲: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قمر:1)

ترجمہ: قریب آپہنچی قیامت اور شق ہو گیا چاند (جو کہ قربِ قیامت کی علامت اور آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے)

آیت نمبر ۶۳: 33 (انبیاء:1) ترجمہ: لوگوں کے لئے اُن کا حساب (قیامت کا دن) (قریب آگیا اور وہ غفلت میں اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۶۴: 3 (نحل:1) ترجمہ: آپہنچا خدا تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت (سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ۔

آیت نمبر ۹۲: إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (سبا 46) ترجمہ: محمد (ﷺ) تو ڈرانے والے ہیں ایک آنے والے عذابِ شدید سے پہلے۔

آیت نمبر ۹۵: فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ (محمدؐ:18)

ترجمہ: وہ لوگ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں بجز اس کے کہ اُن پر قیامت اچانک پہنچ جائے اس لئے اب قیامت کی علامات آپہنچی ہیں۔

استدلال۔۱۸: اتنی طویل اور عریض مدت کے ہوتے ہوئے اگر قیامت کو قریب کہا جا سکتا ہے تو صرف اس اعتبار سے کہ آپ ﷺ کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 231-229-228,210-209 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: آیت نمبر 62 (قمر:2 (میں مذکور ساعت، ساعت وسطیٰ ہے نہ کہ ساعت قیامت جیسا کہ اسی سورت میں ساعت کا ایک اور ذکر یوں بھی ہے کہ:

ترجمہ: بلکہ ان سے انقلاب کی گھڑی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (قمر 47:54)

صحیح بخاری سے یہ بھی ثابت ہے کی آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو غزوہ بدر کے دن پڑھا۔

آیت نمبر 63 (انبیاء:2) میں حساب کی گھڑی کے قریب آجانے اور آیت نمبر 64 (نحل:2) میں اللہ کے حکم کے آپہنچنے کا ماضی میں ذکر قیامت کے یقینی ہونے کا اظہار ہیں۔

آیت نمبر 92 (سباء:46) میں آنحضرت ﷺ کے نذیر ہونے کا ذکر ہے اور قیامت کا یہ انذار سب انبیاء کرتے رہے ہیں۔

آیت نمبر 95 (محمدؐ:17) میں ساعت سے مراد قیامت وسطیٰ یعنی آپؐ کے مخالفین کی تباہی کی گھڑی ہے جس کی علامات میں شق القمر (قمر:2) اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ (انفال:34) میں بتائی گئی تھیں اور جو کہ پہلے ہی ظاہر ہو چکی ہیں۔

اور یوں ان پانچوں آیات سے وہ استنباط نہیں ہو رہا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

دوسرا جواب: اگر ان آیات کے یہی معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ علاماتِ قیامت میں سے ہیں اور یہ کہ

'آپ ﷺ اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی نہیں'۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 210 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی صاحب شریعت نبی نہ ہو گا۔ جیسا کہ اس حدیث رسول ﷺ سے ظاہر ہے جو مفتی صاحب نے اسی صفحہ پر بیہقی جلد 9 صفحہ نمبر 369 کے حوالے سے درج کی ہے اور جس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

'وہ ناقہ جس کو تم نے دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس کو چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو

ہم پر قائم ہو گی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت'۔

کیوں کہ امت شریعت سے ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے یہی مراد ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی صاحب شریعت نبی ہو گا اور نہ کوئی نئی امت۔ اور چونکہ یہ حدیثِ رسول ﷺ قیامت کے حوالے سے ہے اس لئے مفتی صاحب کی پیش کردہ آیات میں بھی یہی مراد لیا جانا چاہئے۔

آیت نمبر ۶۵: كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (شوریٰ:3)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے آپؐ کی طرف اور ان انبیاء کی طرف جو آپؐ سے پہلے ہیں، وہ اللہ جو زبردست حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۶۶: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ (انعام:42)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے تھے، بہت امتوں کی طرف۔

آیت نمبر ۶۷: قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ (آل عمران :183) ترجمہ: اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے کس قدر پیغمبر آئے معجزے لے کر۔

آیت نمبر ۶۸: فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ (آل عمران:184)

ترجمہ: آپؐ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر ۶۹: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ (انعام:10)

ترجمہ: اور مذاق اُڑایا گیا ان رسولوں کا جو آپ ﷺ سے پہلے گزرے۔

آیت نمبر ۷۰: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ (انعام:34)

ترجمہ: اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تم سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۱: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ (یوسف :109)

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا)۔

آیت نمبر ۷۲: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ (رعد:32) ترجمہ: اور ٹھٹھا کیا گیا بہت سے رسولوں کے ساتھ آپؐ سے پہلے

آیت نمبر ۷۳: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ (رعد:38) ترجمہ: اور ہم نے بھیجے ہیں بہت سے رسول آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۴: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ (نحل: 43) ترجمہ: (اے محمدؐ) آپؐ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ ہم حکم بھیجتے تھے ان کی طرف۔

آیت نمبر ۷۵: تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ (نحل:63)

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم نے بہت سے رسول بھیجے بہت فرقوں میں آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۶: وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (فاطر:31)

ترجمہ: اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف بطور وحی بھیجی وہی حق ہے، تصدیق کرنے والی اپنے سے پہلی وحی کی۔

آیت نمبر ۷۷: 3(بنی اسرائیل:77) ترجمہ: دستور پڑا ہوا ان رسولوں کا جو آپؐ سے پہلے بھیجے ہم نے۔

آیت نمبر ۷۸: 333(انبیاء:25)

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول بھیجا اس کو بھی وحی کی کہ کوئی بندگی کے لائق نہیں میرے سوا، سو میری ہی بندگی کرو۔

آیت نمبر ۷۹: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ ---(حج: 52) ترجمہ: اور ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول اور نبی بھیجا ہے۔

آیت نمبر ۸۰: وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (فرقان:20)

ترجمہ: اور جتنے بھیجے ہم نے آپؐ سے پہلے رسول سب کھانا کھاتے تھے۔

آیت نمبر ۸۱: وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (فاطر:4)

ترجمہ: آپؐ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر ۸۲: وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ

أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (زمر:65(

ترجمہ: آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اگر (بالفرض) تم بھی شرک کرو تو تمہارے بھی سارے عمل حبط (بیکار) ہو جائیں، اور تم خسارہ والوں میں داخل ہو جاؤ۔

آیت نمبر ۸۳: 333 (حٰم سجدہ:43)

ترجمہ: آپؐ سے وہی کہا جاتا ہے جو سب رسولوں سے آپ سے پہلے کہا گیا کہ آپؐ کا ربّ مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا۔

آیت نمبر ۸۴: كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (شوریٰ:3)

ترجمہ: ایسے ہی وحی بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلوں کی طرف جو زبردست حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۸۵ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ (زخرف:23) ترجمہ: اور اسی طرح جو رسول بھیجا ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بستی میں۔۔۔

آیت نمبر ۸۶: وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (زخرف:45) ترجمہ: اور ان رسولوں سے دریافت کر لیجئے جو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجے تھے۔

آیت نمبر ۸۷: وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ (زخرف:6)

ترجمہ: اور بہت رسول بھیجے ہم نے پہلی امتوں میں۔

آیت نمبر ۹۷: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ (بقرہ: 97) ترجمہ: سو جبرائیلؑ نے یہ قرآن آپؐ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے، اس کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اس وحی کی جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔

آیت نمبر ۹۸: وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (بقرہ:101) ترجمہ: اور جب اُن کے پاس رسول (محمدؐ) اللہ کی طرف سے جو اس وحی کی تصدیق کرتا ہے جو اہل کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ)

آیت نمبر ۹۹: وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (بقرہ:91) ترجمہ: قرآن مجید حق ہے اس وحی کی تصدیق کرنے والا جو اہل کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ)

استدلال۔۱۹ : مِن قبلک، من قبلُ اور امم اولین کی قید کے ساتھ نبوت و رسالت و وحی کے سلسلہ کا صرف زمانہ ما قبل محدود ہونے سے ظاہر ہے کہ بعد میں نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ سلسلہ وحی جاری رہے گا۔ اگر یہ سلسلہ جاری تھا تو مناسب بلکہ ضروری تھا کہ قرآن انبیاء سابقین کی طرح آنے والے انبیاء کا بھی مسلسل و مکمل تذکرہ کرتا، ان کے نام، ان کے مولد، حلیہ، اخلاق وعادات اور حالات بیان کر دیتا۔ یہ تذکرہ نہ ہونا یہ حکم کر رہا ہے کہ آئندہ سلسلہ نبوت باقی نہیں۔۔۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کے سوا اس امت میں کسی نبی یا رسول کے پیدا ہونے کا قطعاً کوئی تذکرہ بلکہ اشارہ تک کسی حدیث میں نہیں۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 224-233، 210-231 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پہلا جواب: اس استدلال کے حق میں کہ قرآن نبوت و رسالت اور وحی کا نزول صرف زمانہ ما قبل میں کرتا ہے پیش کردہ 26 آیات اصل میں 25 ہیں کیونکہ آیت 65 اور آیت 84 دونوں ایک ہی ہیں یعنی شوریٰ:3 اور شائد غلطی سے علیحدہ نمبروں کے ساتھ دہرا دی گئی ہیں۔ ان 25 میں سے 22 میں ما قبل کا ذکر صرف بطور مثال ہے اور یہ اظہار مقصود ہے کہ آنحضور ﷺ کے حالات گزشتہ انبیاء جیسے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

آیت 66 (انعام:42) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ میں گزشتہ انبیاء پر سختیاں گزرنے کا ذکر ہے۔ آیت 67 (آل عمران:183) الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ میں یہود کے مطالبہ پر ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کھلے کھلے نشان لائے۔

آیت 68 (آل عمران:184)فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ میں گزشتہ انبیاء کو جھٹلائے جانے کا ذکر ہے۔ آیت 69(انعام:10) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ میں گزشتہ انبیاء سے تمسخر کئے جانے کا ذکر ہے ۔ آیت 70 (انعام:34) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ میں گزشتہ انبیاء کے جھٹلائے جانے کا ذکر ہے آیت 71 (یوسف :109) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ میں گزشتہ انبیاء کے مرد ہونے کا ذکر ہے۔ آیت 72 (رعد:32) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ میں گزشتہ انبیاء سے تمسخر کئے جانے کا ذکر ہے۔ آیت 73 (رعد:38) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ میں ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کی بیویاں اور ذریت تھی۔ آیت 74 (نحل:43) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ میں گزشتہ انبیاء کے مرد ہونے کا ذکر ہے۔

آیت 75 (نحل:63)تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ میں ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کے مخالفین شیطان کے پیرو تھے۔ آیت 76 (فاطر:31) وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ میں ذکر ہے کہ قرآن کریم گزشتہ وحی کی تصدیق کرتا ہے۔

آیت 78 (انبیاء:25) میں ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کی طرف وحی ہوئی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ آیت 79 (حج:52) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ میں ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کی تمناؤں میں شیطان کچھ ملا دیتا تھا۔ آیت 80 (فرقان:20) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ میں گزشتہ انبیاء کے بازاروں میں چلنے پھرنے کا ذکر ہے۔ آیت 81 (فاطر:4) وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ میں گزشتہ انبیاء کے جھٹلائے جانے کا ذکر ہے۔ آیت 82 (زمر:65) وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ میں ذکر ہے کہ گزشتہ انبیاء کا کام بھی شرک سے روکنا تھا۔ آیت 83 (حم سجدہ:43) میں ذکر ہے کہ آپؐ سے وہی کہا جاتا ہے جو گزشتہ انبیاء سے کہا گیا۔

آیت 85(زخرف:23) (وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ میں ذکر ہے کہ آپؐ کے مخالفین گزشتہ انبیاء کے مخالفین کے ہم رنگ تھے۔ آیت 86 (زخرف:45) میں ذکر ہے کہ رحمان ہی گزشتہ انبیاء کا بھی معبود تھا۔

آیت 87 (زخرف:6) وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ اگلی آیت کے مضمون کے مطابق اس میں گزشتہ انبیاء سے تمسخر کئے جانے کا ذکر ہے۔ آیت 98 (بقرۃ:101) وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ میں گزشتہ انبیاء کے مخالفین کے کتاب کو پس پشت ڈالنے کا ذکر ہے۔ آیت 99 (بقرۃ:91) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ میں ذکر ہے کہ قرآن کریم اہل کتاب پر نازل شدہ کی تصدیق کرتا ہے۔

اس طرح ماضی کے ذکر پر مشتمل ان سب آیات سے وہ استنباط نہیں ہوتا جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

دوسرا جواب: مشکلات کے وقت آنحضرت ﷺ کی تسلی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے بار بار گزشتہ انبیاء پر گزرنے والے ایسے وقتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت 77 کا سیاق بھی ایسا ہی ہے۔ یہ پوری آیت اور اس کا مکمل اور واضح ترجمہ یوں ہے:

ترجمہ: یہ سنت ہمارے ان رسولوں کے متعلق تھی جو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے اور تو ہماری سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ (بنی اسرائیل 78:17)

اس سیاق کے ساتھ یہ آیت بھی دیگر آیات کی طرح اس استنباط کو نہیں پہنچتی جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

تاہم اس آیت کا اگلا مسلسل حصہ کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کی یہ سنت برقرار رہے گی اس استدلال کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ رسولوں کے حوالے سے سنت میں آئندہ کسی تبدیلی نہ ہونے کا اعلان، واضح طور پر آپؐ کے بعد رسولوں کی آمد کا امکان لئے ہوئے ہے اور یوں یہ آیت امکانِ نبوت کا مضمون ہے نہ کہ ختمِ نبوت کا۔

تیسرا جواب: اس دلیل کے تحت دہرائی گئی ان سب آیات میں سے صرف آیت نمبر ۶۵ (شوریٰ:۳) میں من قبلک کے الفاظ ماضی کے کسی واقعہ کے بغیر ہیں لیکن یہ تاثر کہ نبوت و رسالت اور وحی کا ذکر کہیں بھی اس قید کے بغیر نہیں ہوا، پھر بھی درست نہیں ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت سے ظاہر ہے:

ترجمہ: رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے ربّ کی طرف سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی۔ (ان میں سے) ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کریں گے۔ (بقرہ 286:2)

پس قرآنی تعلیم یہی ہے کہ زمانہ سے قطع نظر، بلا تفریق تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔

چوتھا جواب: آیت 97 (البقرۃ 98:2) کے ترجمہ میں لکھے گئے یہ الفاظ 'اس وحی کی جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکی ہے' کے متبادل عربی الفاظ آیت میں نہیں ہیں۔

درست ترجمہ یہ ہے:

'اس (جبرائیل (نے اللہ کے اذن سے اس (کلام (کو تیرے دل پر اتارا ہے جو اس کی تصدیق کر رہا ہے جو اس کے سامنے موجود ہے'۔

اس درست ترجمہ کے ساتھ یہ آیت اس استنباط کو نہیں پہنچتی جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

پانچواں جواب: دلیل کا دوسرا حصّہ یہ ہے کہ

'ہم کتب سابقہ کو انبیاء مابعد کے مفصل اور مکمل حالات اور ان کے تذکروں سے بھرا دیکھتے ہیں اور اس کے خلاف قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی جدید نبی کا نام تک نہیں پاتے'۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 215 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

'یہ بیان حقائق کے برعکس ہے۔ کتب سابقہ تورات، انجیل اور زبور میں ہمارے سامنے ہیں۔ 'مفصل اور مکمل' حالات تو ان کتب میں گزشتہ انبیاء کے بھی مذکور نہیں۔ قرآن کریم نے بھی ان انبیاء کے صرف ایسے واقعات کا ہی ذکر فرمایا ہے جو آنحضور ﷺ کے فوری مخاطبین کے لئے کارآمد ہو سکتے تھے یا جن سے بعد میں فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

گزشتہ کتب میں بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر ضرور ہے مگر اشارتاً اور اخفاء کا پہلو لئے ہوئے۔ اگر تورات میں آنے والے انبیاء کے آنے کے بارے میں مفصل اور مکمل حالات بیان کئے گئے ہوتے تو یہود اوّل حضرت عیسیٰؑ اور پھر آنحضرت ﷺ کا انکار نہ کرتے اور نہ دشمنی کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر لٹکا دیا اور آنحضرت ﷺ کے خلاف سازشوں اور مکر و فریب کا جال پھیلائے رکھا۔

اگر پیش گوئیاں اتنی صاف اور واضح ہوں کہ کوئی شبہ نہ رہے تو ایمان کوئی قابلِ قدر چیز نہیں رہ جاتی۔ چمکتے سورج کو سورج مان لینا ایک عام سی بات ہے اور یہ کسی انعام کا مستحق نہیں بناتی۔ اسی طریق کے مطابق قرآن کریم آنے والے کا ذکر بھی نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار کرتا ہے لیکن اجمالاً اور اشارتاً۔ امت محمدیہ میں آنے والے ایک موعود کے بارے میں ایسی دس خبریں چوتھے باب میں درج کی گئی ہیں۔

پس دلیل کا یہ حصّہ بھی خلاف واقعہ ہے۔

آیت نمبر۸۸: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (فاطر:32)ترجمہ: پھر ہم نے قرآن مجید کا وارث ان لوگوں کو بنادیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں انتخاب کیا، پھر ان میں (تین قسم کے لوگ ہیں (بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے (گنہگار(، اور بعض بیچ کی چال چلنے والے، اور بعض نیکیوں میں بڑھنے والے اللہ کے حکم سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔

استدلال۔۲۰ :کتاب کے وارث تین گروہوں کا ذکر۔ قرآن کے ان تین وارثوں میں کسی نبی کا ذکر نہیں۔(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 226-224ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: قرآن کے وارث سابقین بالخیرات وہ مومن ہیں جو نفسِ مطمئنّہ اور راضیۃً مّرضیہ کے حامل ہوتے ہیں اور بلاشبہ امت کے نبی ایسے گروہ میں شامل ہیں۔ ابن کثیر نے بھی اس گروہ میں روحانی راہنماؤں کو شامل کیا ہے۔ اگر اس سے صرف صحابہ کرامؓ مراد لئے جائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امت کے وہ ہزارہا اولیاء، بزرگ اور مجددین بھی اس گروہ سے باہر ہو جائیں گے جن کا نیکیوں میں آگے بڑھا ہونا ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت کسی روحانی افاضہ کو روکنے کے لئے نہیں بلکہ اس اعلان کے لئے ہے کہ قرآن ایک جامع اور کامل نظام حیات ہے اور اس کے ذریعہ قیامت تک آنے والے تمام بنی نوع انسان کے لئے خواہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرکے اپنے نفس امارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں چلانے والے ہوں۔ خواہ وہ درمیانہ درجہ کے ہوں اور بعض نیکیوں کو جبر سے اور بعض شوق سے بجالاتے ہوں یا خواہ اعلیٰ درجہ کے ہوں اور نیکیوں میں آگے نکل جانے والے۔

آیت نمبر۸۹: يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا (احزاب:66)

ترجمہ: جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں، کہیں گے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی (محمد (رسول اللہ ﷺ کی۔

آیت نمبر۹۰: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا (فرقان:27)ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راستہ اختیار کرتا۔

استدلال۔۲۱ : آنحضرت ﷺ کی نافرمانی پر سزا، اگر آنحضرت ﷺ کے بعد اور انبیاء پیدا ہونے والے تھے تو ان کی اطاعت کے ترک پر بھی عذاب ہونا چاہئے تھا۔(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 227ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: آنے والے موعود نبی نے آنحضور ﷺ کے تابع اور خود آں حضور ﷺ کا مطیع ہونا تھا۔ اور اسے ماننا اور قبول کرنا بھی خود آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے تھا کہ اس کی بیعت کی جائے:

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی جلد نمبر2 صفحہ نمبر 1367 شائع کردہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاۃ)

پس ایسے مطیع کے قرآن وسنت کے تابع احکامات کی اطاعت تو خود آنحضرت ﷺ کی اطاعت ہی ہے اور اس کے ترک کے نتائج کے علیحدہ ذکر کی کوئی حاجت نہ تھی۔ آیت نمبر۹۳: 33(ابراہیم:27)ترجمہ: مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

استدلال۔۲۲ : قولِ ثابت قبر میں سوال ہے اور جس کا جواب ہے کہ میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ یہ آیت ختم نبوت کے لئے ایک قوی دلیل ہے۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 230-229ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: اس آیت میں قول الثابت یعنی مظبوط بات کو مفتی صاحب نے ایک حدیث کے حوالے سے کلمہ طیّبہ قرار دیا ہے اور قرآن فرماتا ہے کہ اللہ قولِ ثابت سے ایمان والوں کو ثبات عطا فرماتا ہے پس کلمہ طیبّہ سے ثبات کا ملنا توحید اور رسالت کی برکات کا ذکر ہے۔ کلمہ طیبہ چونکہ ہمیشہ یہی رہنا تھا اور امت میں آنے والے نبی سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی تھی۔ اس لئے اسی کلمہ کا باعث ثبات

ہونا ظاہر ہے۔

پھر چونکہ امتی نبی نے خود آنحضرت ﷺ کو اپنا نبی کہنا تھا۔ اور یہی تعلیم دینی تھی اس لئے کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

قول ثابت کے دیگر معنوں کی رو سے اس میں دلائل و براہین، کشوف و الہام اور فرشتوں کا نازل ہونا سب شامل ہیں جو بار بار مومنوں کے ثبات کا باعث بنتے ہیں اور ان کے ایمان کو غیر متزلزل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی سکون و اطمینان کا ذریعہ ہوں گے۔ پس یہ آیت مومنوں کو کلمہ طیبہ سے ملنے والے ان روحانی انعامات کے حصول کی طرف متوجہ کرتی ہے اور کسی انعام کا راستہ بند نہیں کرتی۔

آیت نمبر ۹۴: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران:31)

ترجمہ: اے محمدؐ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اِتباع کرو، اگر تم میرا اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

استدلال۔ ۲۳: اتباع رسول پر محبت خداوندی کا وعدہ ہے اور کسی نبی کے اتباع یا اس پر ایمان لانے پر موقوف نہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ ہی آخری نبی ہیں۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 231-230 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

جواب: محبتِ خداوندی کا وعدہ بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ امت میں آنے والے نبی کو خود بھی یہ انعام اسی اتباع کے نتیجہ میں ملنا تھا، اور اس نے اسی عشق رسول ﷺ کی تعلیم دینی تھی۔ پس محبتِ خداوندی کا انعام آنحضور ﷺ کی اطاعت سے ہی وابستہ رہتا ہے اور موعود امتی نبی کو ماننا بھی اطاعت رسول ﷺ کی خاطر ہی ہے۔

ان 99 آیات قرآنیہ کا ماحصل:

مندرجہ بالا وضاحتوں کی روشنی میں ختم نبوت کے حق میں لائی گئی ان 99 آیاتِ قرآنیہ کا ماحصل یہی ٹھہرتا ہے کہ ان آیات سے ختم نبوت کے حق میں جو بھی استدلال کیا جائے ان کے باوجود ان سے یہ بہر حال ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت کلیتاً ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ مفتی صاحب کی پیش کردہ شرائط کے اندر ایک نئی قسم کی نبوت اور ایک ایسے نبی کی آمد کا راستہ بہر حال کھلا ہے

جو حضرت محمد ﷺ سے کسی روحانی فیض پائے بغیر ایک مستقل اور بعض کے نزدیک ایک صاحب شریعت نبی ہو۔

جس نے دو ہزار سال پہلے وصف نبوت پایا ہو اور وہ بنی اسرائیل کے لئے آیا ہو۔

جو باوجود اولوالعزم اور صاحب شریعت ہونے کے آنحضرت ﷺ کے بعد جب دوبارہ آئے تو نبوت سے معزول تو نہ ہو لیکن بطور نبی نہ ہو۔

قرآن کے بعد اسے وحی بھی ہو اور

جو منصب نبوت پر قائم رہتے ہوئے اور نئی وحی پاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے ایک خلیفہ کی حیثیت میں امت محمدیہ کا امام ہو۔ اور

ان پر ایمان لانے والے بدستور آنحضرت ﷺ کی امت رہیں۔

حضرت عیسیٰ کا نزول:

ختم نبوت کے ان معنوں پر اصرار کے ساتھ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا اختتام ہے اور 'آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ غیر تشریعی یا ظلی بروزی' (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 233 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

مفتی صاحب آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اللہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں ان کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

'اگرچہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بعد نزول بھی خدا کے اولوالعزم نبی ہوں گے جیسا قبل رفع اور قبل نزول تھے۔ لیکن چونکہ ان کی بعثت اپنے زمانے میں بھی صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی نہ کہ تمام عالَم کی طرف جیسا کہ آیت کریمہ "رسولاً اِلٰی بنی اسرائیل" سے معلوم ہوتا ہے اس لئے وہ بعد نزول بھی اس امت کی طرف بحثیت نبوت مبعوث ہو کر نہ آئیں گے بلکہ بحثیت امامت تشریف لائیں گے'۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ 176-176 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

'قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے انسان سارے آپ ہی کی امت ہیں تو ان حالات میں اگر آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آتا ہے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ آپ ﷺ کی امت پھر اس نبی کی امت کہلائے گی جو بعد میں مبعوث ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ ان کو نبوت پہلے مل چکی ہے

اس لئے ان کا آخر زمانے میں بحیثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں'۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 169 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

'وحی بھیجنے میں صرف آنحضرت ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء کی تخصیص کیا یہ نہیں بتلاتی کہ انبیاء ما قبل کے علاوہ اور کسی پر وحی نہ بھیجی جائے گی؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اگر بعد نزول وحی ہو گی تو وہ اس کے مخالف نہیں کیونکہ وہ انبیائے سابقین میں داخل ہیں'۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 222 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

’اس لئے ان کا آخر زمانے میں بحیثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں'۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 169 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

'وحی بھیجنے میں صرف آنحضرت ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء کی تخصیص کیا یہ نہیں بتلاتی کہ انبیاء ما قبل کے علاوہ اور کسی پر وحی نہ بھیجی جائے گی؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اگر بعد نزول وحی ہو گی تو وہ اس کے مخالف نہیں کیونکہ وہ انبیائے سابقین میں داخل ہیں'۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 222 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

صرف نئے اور پرانے کا فرق:

نبوت کے جاری رہنے کی یہ شکل گزشتہ باب میں بیان کئے گئے مقام خاتم النبیین سے صرف اس حد تک مختلف ہے کہ اُس میں یہ امکان اس شرط کے ساتھ تھا کہ امتی نبوت کے اس مقام کا حامل آنحضرت ﷺ کا امتی، فرمانبردار اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والا ہو گا تو یہ انعام پائے گا جب کہ مفتی صاحب کی رائے میں ایسی کوئی شرط نہیں اور بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہونے والے نبی بھی آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ہو سکتے ہیں۔

ان شرائط کے ساتھ نبوت کی راہ کھلی رکھنے پر وہ کوئی قرآنی دلیل پیش نہیں کرتے بلکہ قرآن میں بار بار مذکور اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اپنی عمر طبعی پوری کر کے دو ہزار سال قبل فوت ہو چکے ہیں اور تاریخی طور پر ان کی قبر بھی موجود ہے۔ اور یہ کہ فوت شدہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ اور یہ بھی کہ آنحضرت ﷺ نے جب بوجوہ اس نام کے ساتھ ایک موعود کی آمد کی پیش خبری فرمائی تو اس کا حلیہ اس متوفی حضرت عیسیٰؑ سے مختلف بتایا۔ گزشتہ باب میں مقام خاتم النبیین کی وضاحت میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ اس کے حقیقی معنی آنحضرت ﷺ کی روحانی فیض رسانی سے نبوت کی ایک ایسی قسم کا جاری رہنا ہے جو ایک لحاظ سے امتی اور ایک لحاظ سے نبی ہو۔ اور آنحضرت ﷺ کی عظیم روحانیت کا ظل اور بروز ہو۔ مفتی صاحب گو اس رفیع الشان مقام کی تعبیر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ کرتے ہیں۔

نبوت کی تفصیل میں اس اختلاف سے قطع نظر ہماری اور ان کی تشریح میں یہ امر مشترک رہتا ہے کہ نبوت کلیتاً ختم نہیں ہوئی۔

وصف نبوت پانے میں آخری؟

دونوں تشریحات میں نبوت کی ایک قسم کا جاری رہنا مشترک ہے۔ جس کے توڑ کے لئے مفتی صاحب نے وصفِ نبوت پانے میں آخری ہونے کا سہارا لیا ہے اور یہ فرق کیا ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ پہلے سے نبی ہو چکے ہیں اور آنحضرت آخر میں۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ کے آنے کے باوجود آنحضرت ﷺ آخری رہتے ہیں۔ یہ نظریہ دو جہت سے محل نظر ہے۔

اول: اگر خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی ہیں تو کسی گزشتہ نبی کا بھی آنحضرت ﷺ کے بعد آنے سے واقعاتی طور پر وہی آنے والا آخری نبی کہلائے گا اور بطور خاص اس لئے بھی کہ اس کے بعد قیامت تک اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پس اس طرح یہ نبی حقیقی طور پر خاتم النبیین ہو جائے گا۔ جبکہ آنحضرت ﷺ اس محدود معنوں میں اس منصب کے حامل قرار پائیں گے کہ آپ ﷺ وصف نبوت پانے کے لحاظ سے آخری ہوں گے۔

دوسرے: خود آنحضرت ﷺ کو وصفِ نبوت میں آخری قرار دینا درج ذیل احادیث رسول ﷺ کے مطابق درست نہیں ہے کہ:

كُنْتُ نَبِيّاً وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْن (بحوالہ الحق المبین از قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری صفحہ نمبر ۴۵ ربوہ ۱۹۷۱ء)

ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں تھا۔

انا اولُ الانبیاءِ خلقاً (بحوالہ الحق المبین از قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری صفحہ نمبر ۵۴ ربوہ ۱۹۷۱ء) کہ میں سب سے پہلا نبی ہوں جو پیدا کیا گیا

اور: **اولُ ما خلق اللّٰہ نُوری** (بحوالہ الحق المبین از قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری صفحہ نمبر ۵۴ ربوہ ۱۹۷۱ء) کہ سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا۔

پس آنحضرت ﷺ نے خود اپنے آپ کو نبوت پانے والا آخری نہیں بلکہ پہلا نبی فرمایا ہے۔ ان احادیث سے اپنے موقف کو رد ہونے سے بچانے کے لئے مفتی صاحب اپنے آخری نبی کے تصور پر دوسری حد بندی یہ کی ہے کہ اس میں 'اُس دنیا میں' کے الفاظ زائد کر دئے ہیں یعنی آپ ﷺ کے سب سے پہلے نبی ہونے کو عالم بالا سے متعلق کر کے اس دنیا میں آپ ﷺ کو وصف نبوت پانے والا آخری نبی قرار دیا ہے حالانکہ جس وصف کا تعلق خلق سے ہو وہ زمانوں میں کیسے منقسم ہو سکتا ہے؟

ان تاویلوں سے پیدا ہونے والے مسائل:

۱۔ حقیقت یہی رہتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آپؐ کے بعد آنے سے آنحضرت ﷺ مطلق آخری نبی نہیں رہتے۔ ۲۔ حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ اس حال میں آمد سے کہ باوجود اولوالعزم نبی رہنے کے اور معزول نہ ہونے کے آپ نبی نہ رہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور امام ہوں ایک نئی صورتحال ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ ایسا ہونے پر کوئی قرآنی دلیل نہیں۔ آپ کی اسی طرح آمد خود قرآن وحدیث کے برخلاف بھی ہے اپنی تشریف آوری کے بعد جب آپ قرآن سے یہ درس دیں گے: إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ (نساء: 172:4) ترجمہ: یقیناً مسیح ابن مریم محض اللہ کا رسول ہے۔

لیکن ساتھ ہی اس منصب کا انکار بھی کریں گے تو کیا صورتحال پیدا ہوگی؟ اور جب آپ اپنے آپ کو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق قرار دیں گے جس میں آنحضرت ﷺ نے انہیں چار بار نبی اللہ کہا ہے تو کیا ساتھ ہی نبی ہونے سے انکار کر کے اس کی تردید بھی کریں گے؟

۳۔ نبوت کی یہ ایک جدید قسم ہوگی۔ جس میں ایک نبی دو ہزار سال سے زائد عرصہ تک نبی رہنے کے بعد بطور نبی معبوث نہ ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور امت محمدیہ کے امام کے منصب پر فائز ہو جائیں گے۔

اس قسم کی نبوت کی قرآن وحدیث میں کوئی سند نہیں اور اس لئے یہ بے حقیقت ہے۔ ۴۔ مفتی صاحب کی تحریر کی روشنی میں حضرت عیسیٰؑ کی اس طرح دوسری آمد میں ایک اور عجیب صورتحال یہ متوقع ہے کہ وہ آئیں گے تو امت کی اصلاح کے لئے اور ہوں گے آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور امت محمدیہ کے امام۔ لیکن جب قرآن کا درس دیں گے تو یہ پڑھائیں گے 'رسولاً الیٰ بنی اسرائیل' (آل عمران 50:13) کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہیں۔

اور یوں معاذ اللہ قرآن کریم کے برخلاف اظہار ہوگا۔ پھر بنی اسرائیل کا رسول ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بخاری اور مسلم کی ان احادیث کا مصداق قرار دیں گے کہ **امامکم منکم** اور **اماکم منکم** کہ آنے والا موعود امت میں سے ہی ہوگا۔ اور یوں معاذ اللہ حدیث صحیح کے برخلاف اظہار ہوگا۔

مسائل کا حل:

ان تمام مسائل کا سادہ سا حل خاتم النبین کے حقیقی معنوں کو اختیار کرنا اور قرآن کریم کے مطابق حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو وفات یافتہ مان کر ان کی دوبارہ آمد کی پیش خبری کو ایک امتی نبی کے ذریعہ پورا ہونے پر یقین کرنا ہے۔ اس سے جہاں آنحضرت ﷺ کے عالی شان مقام اور مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے وہیں امت محمدیہ بھی دوسروں سے بہتر ثابت ہوتی ہے۔

علمائے سُوء کا کردار

اے آر خان لندن

علمائے سُو کا وجود شروع اسلام سے ہی موجود رہا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے بعد خصوصاً زمانہ یزید سے اس کا عروج شروع ہوتا ہے۔ کربلا سے قبل قاضی عبداللہ شریح سے شروع ہو کر ہر کرب تک اس کے وجود نے اہل اسلام کو اپنے منحوس چہرے اور طور طریقوں سے ورغلائے رکھا۔ جاہل اور سادہ لوگوں نے اس کی آبیاری کی اور یہ شجر نامراد اس قدر افزائش حاصل پذیر رہا کہ اس چودھویں صدی کے زمانے میں تو اس کے گھنے سائے نے ہر سُو تاریکیاں ہی تاریکیاں پھیلا کر رکھ دیں۔ آغاز بنواُمیہ اور بنوعباسیہ میں اس نے چاروں آئمہ فقہ کو پابہ زنجیر کر دیا، اور ہر دربار تک اس کی رسائی رہی۔ عقل بنی آدم اس کے سامنے سجدہ ریز رہی، اور ہر معقول فیصلے کو اس نے اس عنصر جاہل مطلق نے رد کر کے ساری زمین کو فسادات سے بھر دیا، بنوعباسیہ اور بنواُمیہ کی مخاصمت ان علمائے سُو کے خود ساختہ فتاویٰ کی پیداوار تھی۔ جو اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کے علاوہ قبروں سے نکال کر انتقام کا نشانہ بناتے رہے۔ پھر اس نے ساری خیر اُمت کو شر میں بدل کر رکھ دیا۔ پہلے تو شیعہ سُنی فساد کو فتاویٰ اور غلط روایات سے اس قدر ہوا دی کہ ساری اُمت کو دو لخت کر دیا۔ جس کی بربادی آج تک جاری ہے۔ چھٹی صدی کے بعد اُمت محمد عبدالوہاب نے بھی علمائے سُو کی پیروی کرتے ہوئے اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب ہم ہندوستان کا جائزہ لیتے ہیں تو ان علمائے سُو نے اپنی جہالت کو زبردستی معصوم مسلمانوں پر مسلط کر کے ان کو صدیوں پیچھے دھکیل دیا۔ پہلے تو یہ علمائے سُو تھوکتے رہے اور اب اسی تھوک کو چاٹتے ہیں۔ ہندوستان میں پریس اور پرنٹنگ آتے ہی علمائے سُو نے فتاویٰ کی بھرمار کر دی۔ اُمت مسلمہ اس وجہ سے صدیاں پیچھے رہ گئی۔ خلافت اسلامیہ ترکیہ کسی سے بھی پیچھے نہ رہی۔ پھر تصویر کشی پر بھی، لاؤڈ اسپیکر پر بھی فتاویٰ آئے۔ بلکہ انگریزی پڑھنے لکھنے کو بھی کفر کا نام دیا گیا۔ بلکہ ان علمائے سُو نے ہر زمانے میں معقولیت کا دامن نہیں تھاما۔ بلکہ ٹرک کی بتی کے پیچھے لگ کر اُمت مسلمہ کو ورغلایا اور اُمت کو پستی کی تاریکیوں میں دھکیل دیا۔ یہ مذہبی ٹھیکیداروں نے بریلی اور دیوبند میں مذہب کے نام پر مدرسے بنائے۔ مگر قرآن اور شریعت کے مغز سے محروم ہی رہے۔ مسلمانوں کی تربیت کے لئے تو یہ ٹھیک تھے مگر استعمال ہوئے مسلمانوں کے خلاف۔ جب انگریز نے سلطنت مغلیہ کو تاراج کیا تو یہی لوگ فرنگی کے معاون تھے۔ اور کچھ جنگ آزادی کے حامی ہوئے۔ اور سارے ہندوستان میں ذلیل وخوار ہوئے۔ ساری اُمت کو علم کے نور سے دور رکھا اور ہندو قوم اسی دور میں اس اُمت سے کوسوں آگے نکل گئی۔ جب قیام پاکستان کا موقع آیا تو پھر ان جہلاء نے اپنی روایتی بے وقوفی سے پاکستان کی مخالفت کر کے نصف سے زائد آبادی مسلمانوں کی ہندوستان میں ہی رکھی۔ کیونکہ انگریز اور ہندو نے آئمہ اسلام کو قابو کیا ہوا تھا۔ ایک بھی مذہبی جماعت نے پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ صرف اگر کسی مذہبی جماعت نے کوئی کردار ادا کیا تو وہ تھی جماعت احمدیہ۔ جس کو یہ مکفرین اب تک کافر کہتے نہیں تھکتے۔ آزاد، مدنی، مودودی، احراری، مفتی، سرخپوش، خاکسار، سب گاندھی کے پجاری تھے۔ تاریخ کو ذرا پڑھئے اور ان کی حرکات پر سر دُھنئے۔ میں خدا کی قسم کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لے رہا۔ ان کی حرکات تاریخ بتا رہی ہے۔ اب ساری اُمت مسلمہ پر نظر دوڑائیے۔ ستاون ممالک میں ایک بھی مردِ مومن نظر نہیں آتا۔ جو اُمت کو متحد کر دے۔ اُمت تو دور کی بات ہے۔ اپنے ملک کو ہی ایک دین پر متحد کر دے۔ اور دشمن کے لئے ایک تیغ براں بن کر کھڑا ہو جائے۔ اسلام کی بات کرے، قرآن کی بات کرے۔ علمائے سُو اور برسر اقتدار طبقہ فرنگی کا موڈ دیکھ کر چلتا ہے۔ غیر مسلم اقوام کا خوف ان مسلمانوں کے سر پر سوار ہے جو خدا کے بندے کہلاتے ہیں۔ یہ سب دجال اور یاجوج ماجوج کے غلام ہیں۔ کتنے مسلمان حکمران آج تک یورپ اور امریکہ نے اپنی سیاست سے مروا دیئے۔ اسرائیل، انڈیا اور ساری اسلام دشمن طاقتیں یک جا ہیں۔ مگر اسلام کا آج کوئی والی وارث نہیں۔ پاکستان نے اگر آج ایک ایٹم بم بنالیا ہے تو ساری مغربی دنیا اس ٹوہ میں ہے کہ اس کا کوئی علاج کیا جائے۔ ۵۷ مسلم ممالک میں دولت تو ہے مگر عقل نہیں۔ عقل ایمان سے آتی ہے۔ کوئی مسلم حکمران کوئی ایک حسین عورت دیکھ لے تو اس کا ایمان عنقا ہو جاتا ہے۔ سب مسلم ممالک کی دولت اور پراپرٹیز مغربی ممالک کے بنکوں میں ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی فرنگی کے پاس ہے۔ مسلم ممالک کے پاس اپنے تو گدھے گھوڑے اور اونٹ ہیں۔ ساری مسلم اُمت کو فرنگی نے عیاشی پر لگایا ہوا ہے۔ عقل سے فارغ یہ لوگ فرنگی کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ علمائے سُو یہاں بھی نہیں بول رہے۔ بلکہ درباری بن کر اپنی شکم پُری میں مصروف ہیں۔ اُمت مسلمہ تعلق باللہ اور اطاعت رسول سے دوری پر ہے۔ عملی طور پر اپاہج ہے۔ علمائے سُو منفی سوچ کے حامل ہیں۔ جدھر سے اُن کو رزق ملتا ہے اسی کی بات کرتے ہیں۔ عالم اسلام اس وقت بہت ہی مخدوش حالت میں ہے۔ اور تیسری جنگ میں جتنا نقصان عالم اسلام کو پہنچنے کا امکان ہے کسی کو نہیں۔ تیسری جنگ میں زیادہ آبادی والا براعظم ایشیا ہی تباہ ہو گا۔ جہاں زیادہ مسلمان بستے ہیں۔ جب انسان خوف کھائے گا تو پھر یہ اللہ کا بندہ بنے گا ابھی تو یہ اپنی خواہشات کا بندہ ہی ہے بلکہ خود خدا بن بیٹھا ہے۔

دینِ مُلاں فی سبیل للہ فساد